تصحیح واضافہ شدہ پنجم ایڈیشن: شوال المکرم 1443ھ/ مئی 2022

پہلے سیکھیے پھر عمل کیجیے

قربانی شریعت کے مطابق کیجیے!!

مبین الرّحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

پیارے والدین کے نام

أَدَامَ اللّٰہُ ظِلَّهُمْ بِالصِّحَّةِ وَالْعَافِيَةِ

’’قربانی شریعت کے مطابق کیجیے!‘‘ اوّل تا پنجم ایڈیشن

بندہ نے عید الاضحیٰ 1438/2017 سے کچھ دن قبل قربانی کے بنیادی مسائل سے متعلق ’’قربانی شریعت کے مطابق کیجیے!‘‘ کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کیا تھا، جو کہ ہزار کی تعداد میں شائع ہو کر تقسیم کیا گیا، الحمد للہ کہ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا، بہت سے حضرات نے اس کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے اس کوشش کو سراہا اور دعائیں دیں۔ پھر گذشتہ تین سالوں میں اس میں غیر معمولی اضافہ کر کے اس کے مزید تین ایڈیشن عام کیے گئے جو کہ بہت زیادہ پسند کیے گئے الحمد للہ۔ سو اب رواں سال 1443ھ/2022 میں اس کا پانچواں ایڈیشن تصحیح واضافہ کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق اور کرم نوازی سے ممکن ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل وعیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، دوست احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ.

آخر میں تمام معزز اہلِ علم سے گزارش ہے کہ اس تحریر میں جو بھی غلطی نظر آئے تو از راہِ کرم مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔

بندہ مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
شوال المکرم 1443ھ/ مئی 2022
03362579499

اجمالی فہرست

تاریخِ قُربانی

فہرست:

- تاریخِ قربانی۔
- حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل و قابیل کا قصہ۔
- حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا عظیم الشان واقعہ۔
- حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔
- قربانی کا عمل ہر دین وملت میں موجود رہا ہے۔

تاریخِ قربانی:

قربانی ماہِ ذوالحجہ کی ایک اہم ترین اور عظیم الشان عبادت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔یوں تو اللہ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنے کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے ہی سے چلا آرہا ہے، جیسا کہ حکیمُ الامّت مجدّدُ الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

"جب سے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تب ہی سے ان جانوروں کا ذبح کرنا بحکمِ الٰہی جاری ہے، حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل و قابیل کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ ہابیل نے قربانی کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوئی۔" (امداد الفتاویٰ)

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل و قابیل کا قصہ :

اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل و قابیل کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ دونوں نے اللہ کے حضور قربانی پیش کی، ہابیل نے ایک عمدہ دنبہ قربان کیا جبکہ قابیل نے کچھ زرعی پیداوار یعنی غلہ پیش کیا، اُس وقت قربانی قبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آکر قربانی کو کھالیتی، چنانچہ ہابیل کی قربانی کو آگ نے کھالیا، اس طرح اس کی قربانی قبول ہوگئی جبکہ قابیل کی قربانی وہیں پڑی رہ گئی، یوں وہ قبولیت سے محروم ہوگئی۔

مذکورہ واقعہ سے متعلق سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 27 ملاحظہ فرمائیں:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

ترجمہ:

"اور (اے پیغمبر !) ان کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناؤ۔ جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تھی، اور ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی، اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔ اس

(دوسرے نے پہلے سے) کہا کہ: میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ پہلے نے کہا کہ اللہ تو ان لوگوں سے (قربانی) قبول کرتا ہے جو متقی ہوں۔“

تفسیر:

”پیچھے بنی اسرائیل کی اس نافرمانی کا ذکر تھا کہ جہاد کا حکم آجانے کے باوجود اس سے جان چراتے رہے، اب بتانا یہ مقصود ہے کہ ایک بامقصد جہاد میں کسی کی جان لینا تو نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے؛ لیکن ناحق کسی کو قتل کرنا بڑا زبردست گناہ ہے، بنی اسرائیل نے جہاد سے تو جان چرائی، لیکن بہت سے بے گناہوں کو قتل کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا، اس سلسلے میں وہ واقعہ بیان کیا جارہا ہے جو اس دنیا میں سب سے پہلے قتل کی واردات پر مشتمل ہے، اس واقعے میں قرآن کریم نے تو صرف اتنا بتایا ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں نے کچھ قربانی پیش کی تھی، ایک کی قربانی قبول ہوئی، دوسرے کی نہ ہوئی، اس پر دوسرے کو غصہ آگیا اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا، لیکن اس قربانی کا کیا پسِ منظر تھا، قرآن کریم نے اس کی تفصیل نہیں بتائی، البتہ مفسرین نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے صحابہ کرام کے حوالے سے ایک واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام قابیل تھا اور ایک کا ہابیل، اُس وقت چونکہ دنیا کی آبادی صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پر مشتمل تھی اس لیے ان کی اہلیہ کے ہر حمل میں دو جڑواں بچے پیدا ہوتے تھے، ایک لڑکا اور ایک لڑکی، ان دونوں کے درمیان تو نکاح حرام تھا، لیکن ایک حمل میں پیدا ہونے والے لڑکے کا نکاح دوسرے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی سے ہو سکتا تھا، قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ بڑی خوبصورت تھی، لیکن جڑواں بہن ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ قابیل کا نکاح جائز نہ تھا، اس کے باوجود اس کا اصرار تھا کہ اسی سے نکاح کرے، ہابیل کے لیے وہ لڑکی حرام نہ تھی، اس لیے وہ اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تھا، جب دنوں کا یہ اختلاف بڑھا تو فیصلہ اس طرح قرار پایا کہ دونوں کچھ قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں، جس کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اس کا دعویٰ برحق سمجھا جائے گا، چنانچہ دونوں نے قربانی پیش کی، روایات میں ہے کہ ہابیل نے ایک دنبہ قربان کیا اور

قابیل نے کچھ زرعی پیداوار پیش کی، اس وقت قربانی کے قبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آکر قربانی کو کھاجاتی تھی، ہابیل کی قربانی کو آگ نے کھالیا اور اس طرح اس کی قربانی واضح طور پر قبول ہوگئی اور قابیل کی قربانی وہیں پڑی رہ گئی، جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ قبول نہیں ہوئی، اس پر بجائے اس کے کہ قابیل حق کو قبول کرلیتا حسد میں مبتلا ہوکر اپنے بھائی کو قتل کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔" (آسان ترجمہ قرآن)

وضاحت:

مذکورہ واقعہ سے متعلق اس بات کی وضاحت کرنا فائدے سے خالی نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں بیٹوں کو جو قربانی پیش کرنے کی تجویز دی کہ جس کی قربانی قبول ہوجائے تو اس کا نکاح مذکورہ لڑکی سے کردیا جائے گا، تو یہ تجویز اس لیے نہیں دی کہ اگر قابیل کی قربانی قبول ہوجاتی تو اسی سے اس لڑکی کا نکاح کردیا جاتا کیوں کہ یہ تو ان کی شریعت میں جائز ہی نہیں تھا، بلکہ یہ تجویز بظاہر صرف اس لیے دی گئی کہ معاملہ قربانی کی قبولیت پر موقوف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیا جائے تاکہ قابیل کے لیے بھی یہ صورتحال قابلِ قبول ہوجائے اور قربانی قبول نہ ہونے کی صورت میں وہ اپنے مطالبے سے دستبردار ہوجائے، اور یہ بات تو واضح ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ قابیل کی قربانی قبول نہیں کرے گا کیوں کہ وہ ایک غیر شرعی مقصد کے لیے تھی، اور اس پر مستزاد یہ بھی ہوا کہ قابیل نے کوئی عمدہ چیز بھی قربانی کے لیے پیش نہیں کی، جس کی وجہ سے قربانی کی قبولیت مزید متاثر ہوئی۔ دیکھیے: تفسیرِ روح المعانی۔

- تفسیر ابن کثیر میں ہے:

ثم المشهور عند الجمهور أن الذي قرب الشاة هو هابيل، وأن الذي قرب الطعام هو قابيل، وأنه تقبل من هابيل شاته حتى قال ابن عباس وغيره: إنها الكبش الذي فدي به الذبيح، وهو مناسب، والله أعلم، ولم يتقبل من قابيل.

- تفسیر روح المعانی میں ہے:

(نبأ ابنى آدم) هابيل عليه الرحمة وقابيل عليه ما يستحقه، وكانا بإجماع غالب المفسرين ابنى آدم عليه السلام لصلبه، وقال الحسن: كانا رجلين من بنى إسرائيل، ويد الله تعالى مع الجماعة. وكان

من قصتهما ما أخرجه ابن جرير عن ابن مسعود وناس من الصحابة رضى الله تعالى عنهم أجمعين: أنه كان لا يولد لآدم عليه السلام مولود إلا ولد معه جارية، فكان يزوج غلام هذا البطن جارية هذا البطن الآخر، ويزوج جارية هذا البطن غلام هذا البطن الآخر، جعل افتراق البطون بمنزلة افتراق النسب؛ للضرورة إذ ذاك حتى ولد له ابنان يقال لهما: هابيل وقابيل، وكان قابيل صاحب زرع، وهابيل صاحب ضرع، وكان قابيل أكبرهما، وكانت له أخت واسمها إقليما أحسن من أخت هابيل، وأن هابيل طلب أن ينكح أخت قابيل، فأبى عليه وقال: هى أختى ولدت معى، وهى أحسن من أختك، وأنا أحق أن أتزوج بها، فأمره أبوه أن يزوجها هابيل، فأبى، فقال لهما: قرّبا قربانا، فمن أيكما قبل تزوجها، وإنما أمر بذلك؛ لعلمه أنه لا يقبل من قابيل، لا أنه لو قبل جاز، ثم غاب عليه السلام عنهما آتيًا مكة ينظر إليها فقال آدم للسماء: احفظى ولدى بالأمانة، فأبت وقال للأرض فأبت، وقال للجبال فأبت، فقال لقابيل فقال: نعم، تذهب وترجع وتجد أهلك كما يسرك، فلما انطلق آدم عليه السلام قرّبا قربانا فقرب هابيل جذعة وقيل: كبشا، وقرب قابيل حزمة سنبل فوجد فيها سنبلة عظيمة ففركها وأكلها، فنزلت النار فأكلت قربان هابيل، وكان ذلك علامة القبول، وكان أكل القربان غير جائز فى الشرع القديم، وتركت قربان قابيل، فغضب وقال: لأقتلنك فأجابه بما قص الله تعالى... إلخ

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا عظیم الشان واقعہ:

اسی طرح قربانی سے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عظیم الشان واقعہ بھی نہایت ہی اہمیت اور خصوصیت کا حامل ہے جو کہ مشہور و معروف ہے۔ چنانچہ قرآن کریم سورۃ الصافّات میں اس کا ذکر ہے، ملاحظہ فرمائیں آیت 100 تا 111:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۞ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ۞ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۞ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۚ۞ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۙ۞ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۞ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۞ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۞ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۞

سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبۡرٰهِیۡمَ ۞ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۞ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۞ .

ترجمہ:

[حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ :] "اے میرے پروردگار! مجھے ایک ایسا بیٹا دے جو نیک لوگوں میں سے ہو۔۞ چنانچہ ہم نے انھیں ایک بُردبار لڑکے کی خوشخبری دی۔۞(1) پھر جب وہ لڑکا ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تو اُنھوں نے کہا: بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمھیں ذبح کررہا ہوں، اب سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: ابا جان! آپ وہی کیجیے جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے،(2) ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔۞ چنانچہ (وہ عجیب منظر تھا) جب دونوں نے سر جھکا دیا، اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا،۞(3) اور ہم نے اُنھیں آواز دی کہ: اے ابراہیم! ۞ تم نے خواب سچ کر دکھایا۔۞ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں۔۞ یقیناً یہ ایک کھلا ہوا امتحان تھا،۞ اور ہم نے ایک عظیم ذبیحہ کا فدیہ دے کر اُس بچے کو بچالیا۔۞ (4) اور جو لوگ اُن کے بعد آئے اُن میں یہ روایت قائم کی۞ (کہ وہ یہ کہا کریں کہ:) سلام ہو ابراہیم پر!۔۞ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں،۞ یقیناً وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔۞"

تفسیر:

(1) اس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

(2) یہ اگرچہ ایک خواب تھا، لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، اس لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیا۔

(3) باپ بیٹے دونوں نے تو اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں یہی ٹھان لی تھی کہ باپ بیٹے کو ذبح کرے گا، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا، تاکہ چھری پھیرتے وقت ان کی صورت دیکھ کر ارادے میں کوئی تزلزل نہ آجائے۔

(4) چونکہ باپ بیٹے دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے اختیار کا ہر کام کرچکے تھے، اس لیے امتحان پورا

ہو گیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا کہ چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے ایک مینڈھے پر چلی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وہاں بھیج دیا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام زندہ سلامت رہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے:

یہاں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے جس کے مطابق عمل پیرا ہونا ضروری ہوتا ہے، اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام محض اپنے خواب کی بنا پر اپنے صاحبزادے کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوئے، جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کی ’’شرح مشکل الآثار‘‘ میں ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا» [يوسف: ٤] قَالَ: كَانَتْ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَحْيًا. وَكَانَ أَحْسَنُ مَا حَضَرَنَا مِمَّا يُؤَوَّلُ عَلَيْهِ هَذَا الْحَدِيثُ: أَنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ كَانَتْ مِمَّا يُوحِيهِ اللهُ إِيَّاهَا إِلَيْهِمْ، فَيُوحِي إِلَيْهِمْ فِي مَنَامَاتِهِمْ مَا شَاءَ أَنْ يُوحِيَ إِلَيْهِمْ فِيهَا، وَيُوحِي إِلَيْهِمْ فِي يَقَظَاتِهِمْ مَا شَاءَ أَنْ يُوحِيَهُ إِلَيْهِمْ فِيهَا، وَكُلُّ ذَلِكَ وَحْيٌ مِنْهُ إِلَيْهِمْ، يَجْعَلُ مِنْهُ مَا شَاءَ فِي مَنَامَاتِهِمْ، وَيَجْعَلُ مِنْهُ مَا شَاءَ فِي يَقَظَاتِهِمْ. (بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ مِنْ قَوْلِهِ: كَانَتْ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيًا، مِمَّا نُحِيطُ عِلْمًا أَنَّهُ لَمْ يَقُلْهُ رَأْيًا، وَإِنَّمَا قَالَهُ مِنْ أَخْذِهِ إِيَّاهُ مِنْ حَيْثُ يُؤْخَذُ مِثْلُهُ)

جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی کا بھی خواب دلیل اور حجّت نہیں بن سکتا کہ اس کے مطابق عمل پیرا ہونا ضروری ہو، اور نہ ہی اس خواب کی بنا پر کوئی حکم لاگو ہو سکتا ہے۔

قربانی کا عمل ہر دین وملت میں موجود رہا ہے:

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل و قابیل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ان واقعات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنا ایسی عظیم عبادت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امتِ محمدیہ تک ہر دین وملّت میں موجود رہی ہے، جیسا کہ

قرآن کریم سورت الحج آیت نمبر 34 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ.

ترجمہ:

''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی اس غرض کے لیے مقرر کی ہے کہ وہ مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انھیں عطا فرمائے ہیں۔'' (آسان ترجمہ قرآن)

اس سے یہ حقیقت تو سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنے کا عمل ہر امت کے لیے مقرر کیا گیا البتہ اس کے طریقے اور صورت میں کچھ فرق ضرور رہا ہے، انھی میں سے قربانی کی ایک عظیم الشان صورت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امتِ محمدیہ علیٰ صَاحِبِهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کو عید الاضحیٰ کی قربانی کی صورت میں عطا فرمائی ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہے۔

قُربانی
کی فضیلت، اہمیت اور ثبوت

فہرست:

- قربانی کی حقیقت اور ثبوت۔
- قربانی کا عمل ہر دین وملت میں موجود رہا ہے۔
- قربانی اسلامی شعائر میں سے ہے۔
- قربانی کرنے سے متعلق قرآنی حکم۔
- قربانی والے دن قربانی سے بڑھ کر محبوب عمل کوئی نہیں!
- حضور اقدس ﷺ کے عمل مبارک سے قربانی کی اہمیت۔
- حضور اقدس ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنا۔
- حضور اقدس ﷺ اور مسلمانوں کا اہتمامِ قربانی۔
- احادیث میں قربانی کے احکام کا بیان۔
- استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید۔
- کیا قربانی کے جانور پلِ صراط پر سواریاں ہوں گی؟

قربانی کی حقیقت اور ثبوت:

قربانی کے ایام میں اللہ تعالیٰ کا قرب اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص جانور ذبح کرنے کو قربانی کہا جاتا ہے۔

اسلام میں قربانی کے عمل کو بہت بڑی فضیلت اور اہمیت حاصل ہے، واضح رہے کہ یہ عمل قرآن وسنت اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ ذیل میں ذکر کی جانے والی آیات اور احادیث سے قربانی کی فضیلت، اہمیت، تاکید اور ثبوت بخوبی واضح ہوگا۔

قربانی کا عمل ہر دین وملت میں موجود رہا ہے:

قربانی پیش کرنے سے متعلق حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل وقابیل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعات سے واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنا ایسی عظیم عبادت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امتِ محمدیہ تک ہر دین وملّت میں موجود رہی ہے، جیسا کہ قرآن کریم سورت الحج آیت 34 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعٰمِ.

ترجمہ:

”اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی اس غرض کے لیے مقرر کی ہے کہ وہ مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انھیں عطا فرمائے ہیں۔“ (آسان ترجمہ قرآن)

چنانچہ حکیمُ الامّت مجدّدُ الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”جب سے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تب ہی سے ان جانوروں کا ذبح کرنا بحکمِ الٰہی جاری ہے، حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل وقابیل کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ ہابیل نے قربانی کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوئی۔“ (امداد الفتاویٰ)

اس سے یہ حقیقت تو سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنے کا عمل ہر امت کے لیے مقرر کیا گیا البتہ اس کے طریقے اور صورت میں کچھ فرق ضرور رہا ہے، انھی میں سے قربانی کی ایک عظیم الشان صورت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امتِ محمدیہ علیٰ صَاحِبِهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کو عیدالاضحیٰ کی قربانی کی صورت میں عطا فرمائی ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہے۔ اس پوری تفصیل سے قربانی کے عمل کی اہمیت معلوم ہو جاتی ہے۔

قربانی اسلامی شعائر میں سے ہے:

قرآن کریم کی رو سے قربانی اسلامی شعائر یعنی نشانیوں میں سے ہے، جس کے ذریعے اسلام کی شان وشوکت نمایاں ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

- سورتِ حج آیت 32، 36، 37:

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۞ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۗ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۗ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۞

ترجمہ:

’’یہ ساری باتیں یاد رکھو، اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے، تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔۞ اور قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کے شعائر میں شامل کیا ہے، تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے۔ چنانچہ جب وہ ایک قطار میں کھڑے ہوں، ان پر اللہ کا نام لو، پھر جب (ذبح ہو کر) ان کے پہلو زمین پر گر جائیں تو ان (کے گوشت) میں سے خود بھی کھاؤ، اور ان محتاجوں کو بھی کھلاؤ جو صبر سے بیٹھے ہوں، اور ان کو بھی جو اپنی حاجت ظاہر کریں۔۞ اور ان جانوروں کو ہم نے اسی طرح تابع بنادیا ہے تاکہ تم شکر گزار بنو۔ اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، اس

نے یہ جانوراسی طرح تمہارے تابع بنادیئے ہیں تاکہ تم اس بات پر اللہ کی تکبیر کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی، اور جو لوگ خوش اسلوبی سے نیک عمل کرتے ہیں انہیں خوشخبری سنادو۔۞"

تفسیر:

شعائر کے معنی ہیں: وہ علامتیں جن کو دیکھ کر کوئی دوسری چیز یاد آئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو عبادتیں واجب قرار دی ہیں، اور خاص طور پر جن مقامات پر حج کی عبادت مقرر فرمائی ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے شعائر میں داخل ہیں، اور ان کی تعظیم ایمان کا تقاضا ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

ان آیات سے بھی قربانی کے عمل کی اہمیت بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔

قربانی کرنے سے متعلق قرآنی حکم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورتِ کوثر آیت نمبر 2 میں قربانی کرنے کا حکم بھی دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

- سورتِ کوثر آیت 1، 2:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۞

ترجمہ:

"(اے پیغمبر!) یقین جانو ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دی ہے۔ لہٰذا تم اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لیے نماز پڑھو، اور قربانی کرو۔" (آسان ترجمہ قرآن)

اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نمازِ عید ادا کیجیے اور قربانی کیجیے۔

- تفسیر قرطبی:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ:

وَقَالَ قَتَادَةُ وَعَطَاءٌ وَعِكْرِمَةُ: فَصَلِّ لِرَبِّكَ صَلَاةَ الْعِيدِ وَيَوْمَ النَّحْرِ، وَانْحَرْ نُسُكَكَ. وَقَالَ أَنَسٌ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْحَرُ ثُمَّ يُصَلِّي، فَأُمِرَ أَنْ يُصَلِّيَ ثُمَّ يَنْحَرُ.

قربانی والے دن قربانی سے بڑھ کر محبوب عمل کوئی نہیں!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’قربانی والے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدمی کا کوئی بھی عمل قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کُھروں کو لے کر آئے گا، اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کے ہاں قبولیت کے مقام کو پالیتا ہے، اس لیے تم خوشی خوشی قربانی کیا کرو۔‘‘

- سنن الترمذی میں ہے:

١٤٩٣- عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ القِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا.

فائدہ: قیامت کے دن قربانی کے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لانے کا مقصد اجر وثواب میں اضافہ ہے، جیسا کہ ’’مصنف عبد الرزاق‘‘ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’قربانی کیا کرو اور خوش دلی سے کیا کرو کیوں کہ جب مسلمان اپنی قربانی کا رخ قبلے کی طرف کرتا ہے تو اس کا خون، گوبر اور اون قیامت کے دن میزان میں نیکیوں کی صورت میں حاضر کیے جائیں گے۔‘‘

٨١٦٧- عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الشَّامِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «ضَحُّوا، وَطَيِّبُوا بِهَا أَنْفُسَكُمْ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُسْلِمٍ يُوَجِّهُ ضَحِيَّتَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ إِلَّا كَانَ دَمُهَا، وَفَرَثُهَا، وَصَوْفُهَا حَسَنَاتٍ مُحْضَرَاتٍ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ان دو احادیث سے درج ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

- قربانی والے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدمی کا کوئی بھی عمل قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔
- قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کے ہاں قبولیت کے مقام کو پہنچ جاتا ہے۔

- قیامت کے دن قربانی کے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو بھی لایا جائے گا جو کہ میزانِ عمل میں اجر وثواب میں اضافے کا سبب بنیں گے۔
- قربانی کی یہ عبادت بوجھ سمجھ کر بے دلی کے ساتھ ادا کرنے کی بجائے خوشی خوشی ادا کرنی چاہیے، یہی عبادت کی خوبی ہے اور یہ بھی قربانی کی قبولیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔
- ان احادیث سے بھی قربانی کی بڑی ہی فضیلت نمایاں ہوتی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے عمل مبارک سے قربانی کی اہمیت:

1۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ دس سال مدینہ میں مقیم رہے اور ہر سال قربانی فرماتے تھے۔

- سنن الترمذی میں ہے:

١٥٠٧- عَن ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّي كُلَّ سَنَةٍ.

حضور اقدس ﷺ کا ہر سال قربانی کرنا قربانی کی اہمیت، فضیلت اور تاکید کے لیے کافی ہے۔

2۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ سیاہ اور سفید رنگت والے اور بڑے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی فرمایا کرتے تھے، اور اپنے پاؤں کو ان کی گردن کے پاس رکھ لیا کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے ذبح فرماتے تھے۔

- صحیح بخاری میں ہے:

٥٥٦٤- عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا وَيَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ.

اس حدیث سے جہاں قربانی کی اہمیت واضح ہوتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔

3۔ قربانی کے عمل کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع کے

موقع پر ایک وقت میں سو اونٹوں کی قربانی فرمائی، اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے خود اپنے دستِ اقدس سے سو میں سے تریسٹھ اونٹوں کو ذبح فرمایا، جبکہ باقی کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔

- صحیح بخاری میں ہے:

١٧١٨- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: أَهْدَى النَّبِيُّ ﷺ مِائَةَ بَدَنَةٍ فَأَمَرَنِي بِلُحُومِهَا فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ أَمَرَنِي بِجِلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ بِجُلُودِهَا فَقَسَمْتُهَا.

- مسند احمد میں ہے:

٢٣٥٩- عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَهْدَى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِائَةَ بَدَنَةٍ نَحَرَ مِنْهَا ثَلَاثِينَ بَدَنَةً بِيَدِهِ ثُمَّ أَمَرَ عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا بَقِيَ مِنْهَا وَقَالَ: اقْسِمْ لُحُومَهَا وَجِلَالَهَا وَجُلُودَهَا بَيْنَ النَّاسِ، وَلَا تُعْطِيَنَّ جَزَّارًا مِنْهَا شَيْئًا، وَخُذْ لَنَا مِنْ كُلِّ بَعِيرٍ حُذْيَةً مِنْ لَحْمٍ، ثُمَّ اجْعَلْهَا فِي قِدْرٍ وَاحِدَةٍ حَتَّى نَأْكُلَ مِنْ لَحْمِهَا وَنَحْسُوَ مِنْ مَرَقِهَا، فَفَعَلَ.

حضور اقدس ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنا:

حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کی طرف سے بھی قربانی فرمائی، ذیل میں اس حوالے سے چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ وسفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربان کرتے۔

- مسند احمد میں ہے:

٢٥٨٤٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ

سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوأَيْنِ قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ.

2۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذبح کے دن (یعنی قربانی کے دن) دو سینگوں والے خصی دنبے ذبح کرنے چاہے تو ان کو قبلہ رخ کیا اور پھر یہ کلمات کہے:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

پھر فرمایا کہ: ”اے اللہ! یہ قربانی تیری طرف سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لیے ہے، تو اس کو محمد اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے انھیں ذبح فرمایا۔

- سنن ابی داود میں ہے:

٢٧٩٧- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ، فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: «إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ، بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ»، ثُمَّ ذَبَحَ.

3۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (دونوں دنبے) اپنے ہاتھ سے ذبح کیے اور یوں فرمایا کہ: ”بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اے اللہ! یہ قربانی میری جانب سے ہے اور میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔“

- مسند احمد میں ہے:

١٤٨٣٧- عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو: أَخْبَرَنِي مَوْلَايَ الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عِيدَ الْأَضْحَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ فَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي».

کس قدر خوش نصیب ہے یہ امتِ محمدیہ کہ سرکارِ دو عالم حضور اقدس ﷺ ان کی طرف سے بھی قربانی کا

اہتمام فرماتے تھے!! مذکورہ حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا اپنی امت اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو قربانی کے ثواب میں شریک فرمالیتے یعنی ان کے لیے ایصالِ ثواب فرماتے، اس لیے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کر کے کسی زندہ یا فوت شدہ مسلمان کو اس کا ثواب پہنچانا یا کسی زندہ یا فوت شدہ مسلمان کے ایصالِ ثواب کے لیے قربانی کرنا بھی درست ہے۔ اس کی مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ۔

حضور اقدس ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنے سے بھی قربانی کے عمل کی اہمیت اور فضیلت واضح ہوتی ہے۔

حضور اقدس ﷺ اور مسلمانوں کا اہتمامِ قربانی:

ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا قربانی واجب ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ: حضور اقدس ﷺ نے بھی قربانی کی ہے اور مسلمانوں نے بھی قربانی کی ہے۔ اُس شخص نے پھر پوچھا کہ کیا قربانی واجب ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ کیا تمھیں کچھ عقل ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے بھی قربانی کی ہے اور مسلمانوں نے بھی قربانی کی ہے۔

- سنن الترمذی میں ہے:

١٥٠٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الأُضْحِيَّةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ فَقَالَ: ضَحَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالمُسْلِمُونَ»، فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَتَعْقِلُ؟ ضَحَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالمُسْلِمُونَ».

احادیث میں قربانی کے احکام کا بیان:

کئی احادیث میں قربانی سے متعلق احکام بیان فرمائے گئے ہیں، قربانی کے وجوب، نصاب، قربانی کے جانوروں اور دیگر امور سے متعلق مسائل بیان فرمائے گئے ہیں، یہ صورتحال بھی اس بات کی خبر دیتی ہے کہ قربانی کی اہمیت کس قدر ہے!

استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔‘‘

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

قربانی ترک کرنے پر وعید سے قربانی کی اہمیت اور تاکید بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ اس روایت کی تحقیق آگے ذکر ہو گی ان شاءاللہ۔

کیا قربانی کے جانور پلِ صراط پر سواریاں ہوں گی؟

ضمن میں اس غلطی کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ عوام میں یہ حدیث مشہور ہے کہ قربانی کے جانوروں کو کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ بناؤ کیوں کہ یہ پلِ صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔

تبصرہ:

یہ حدیث بعض اہلِ علم کے نزدیک نہایت ہی ضعیف ہے جبکہ بعض اہلِ علم کے نزدیک تو ثابت ہی نہیں، اس لیے اس کو بیان کرنے یا اس کے مطابق اعتقاد رکھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

- کشف الخفاء میں ہے:

١٧٩٤- «عظموا ضحاياكم، فإنها على الصراط مطاياكم» ذكره إمام الحرمين في «النهاية»، ثم الغزالي في «الوسيط»، ثم الرافعي في «العزيز». قال ابن الصلاح: هذا حديث غير معروف، ولا ثابت فيما علمناه.

- **المقاصد الحسنة میں ہے:**

١٠٨ حديث: «استفرهوا ضحاياكم فإنها مطاياكم على الصراط» أسنده الديلمي من طريق ابن المبارك عن يحي بن عبيد الله عن أبيه عن أبي هريرة رفعه بهذا ويحي ضعيف جدا، ووقع في «النهاية» لامام الحرمين ثم في «الوسيط» ثم في «العزيز»: «عظموا ضحاياكم فإنها على الصراط مطاياكم» وقال الأول: معناه أنها تكون مراكب للمضحين وقيل: إنها تسهل الجواز على الصراط، لكن قد قال ابن الصلاح: إن هذا الحديث غير معروف ولا ثابت فيما علمناه، وقال ابن العربي في «شرح الترمذي»: ليس في فضل الأضحية حديث صحيح، ومنها: قوله: «إنها مطاياكم إلى الجنة».

قُربانی کا مقصد اور فلسفہ

فہرست:

قربانی کا مقصد اور فلسفہ:

قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی جیسی عظیم الشان عبادت اپنے اندر ایک عالیشان مقصد لیے ہوئے ہے کہ بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمان برداری کے لیے ہمہ وقت تیار رہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اپنی تمام تر خواہشات پر مقدّم رکھے، اللہ تعالیٰ کی محبت تمام محبتوں پر غالب رکھے، اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی جان، مال، اولاد اور خواہشات سمیت ہر چیز کو قربان کرنے سے دریغ نہ کرے، اپنے آپ کو مکمل اللہ تعالیٰ کے تابع کردے اور زندگی کے تمام معاملات میں شریعت کی پیروی کو ترجیح دے۔

یہی قربانی کی حقیقت اور فلسفہ ہے! یہی ہر سال قربانی کرنے کا سبق ہے کہ ہمیں اللہ کو راضی کرنے کے لیے سب کچھ قربان کرنا آجائے، اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے اُس عظیم واقعہ سے سب سے بڑا درس بھی یہی ملتا ہے کہ اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے والد نے بیٹے تک کو قربان کرنے میں تامّل اور پس وپیش نہیں کیا، بلکہ جیسے ہی اللہ کا حکم آیا تو فوراً اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوگئے، اور بیٹا بھی وہ جو بڑی دعاؤں اور تمناؤں کے بعد عطا ہوا تھا جبکہ والدین کی عمر ڈھل چکی تھی! اور سعادت مند بیٹے نے بھی اللہ کے حکم کی تعمیل میں ذرا برابر بھی پس وپیش کا مظاہرہ نہیں کیا اور نہ ہی اس میں تاخیر اور عذر پیش کرنے کی ذرا بھی کوشش کی، جیسا کہ ان سے متعلق قرآنی واقعہ میں "فَلَمَّآ أَسۡلَمَا" سے اسی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ دونوں نے اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کیا، قرآن کریم سورۃ الصّافّات میں اس عظیم الشان واقعہ کا ذکر ہے، یہ آیات ما قبل میں بھی ذکر ہو چکی ہیں:

رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۞ فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ ۞ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ۞ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ ۚ ۞ وَنَادَیۡنٰهُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ ۙ ۞ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۞ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِیۡنُ ۞ وَفَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ۞ وَتَرَكۡنَا عَلَیۡهِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ۖ ۞ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ ۞ كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۞ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۞ .

ترجمہ:

[حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ:]''اے میرے پروردگار! مجھے ایک ایسا بیٹا دے دے جو نیک لوگوں میں سے ہو۔ ۞ چنانچہ ہم نے انھیں ایک بُردبار لڑکے کی خوشخبری دی۔ ۞ پھر جب وہ لڑکا ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو اُنھوں نے کہا: بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمھیں ذبح کر رہا ہوں، اب سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: ابا جان! آپ وہی کیجیے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ ۞ چنانچہ (وہ عجیب منظر تھا) جب دونوں نے سر جھکا دیا، اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا، ۞ اور ہم نے اُنھیں آواز دی کہ: اے ابراہیم! ۞ تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ ۞ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں۔ ۞ یقیناً یہ ایک کھلا ہوا امتحان تھا، ۞ اور ہم نے ایک عظیم ذبیحہ کا فدیہ دے کر اُس بچے کو بچا لیا۔ ۞ اور جو لوگ اُن کے بعد آئے اُن میں یہ روایت قائم کی ۞ (کہ وہ یہ کہا کریں کہ:) سلام ہو ابراہیم پر!۔ ۞ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں، ۞ یقیناً وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔ ۞'' (آسان ترجمہ قرآن)

یہ ساری صورتحال اس بات کی خبر دیتی ہے کہ قربانی کرنے کو محض ایک عمل نہ سمجھا جائے بلکہ اس کا مقصد اور فلسفہ سمجھ کر اس سے سبق حاصل کیا جائے۔

قربانی جیسی عبادت کو محض رسم اور دنیاوی تہوار نہ بنائیے!

قربانی ایک عظیم عبادت ہے اور اس کا حاصل اللہ کی رضا ہے بس! اس کا تقاضا یہ ہے کہ قربانی کی عبادت سرانجام دینے میں قدم قدم پر یہی تصور غالب اور مد نظر رکھنا چاہیے کہ یہ خالص عبادت ہے اور اس سے اللہ کی رضا مقصود ہے، اس لیے قربانی کا جانور خریدنے، اس کی خدمت کرنے، اس کو ذبح کرنے، اس کو تقسیم کرنے اور اس کے حصے بنا کر رشتہ داروں اور حاجت مندوں میں بانٹنے تک کے تمام مراحل میں یہ تصور دل ودماغ سے اوجھل نہ ہونے پائے کہ یہ قربانی عبادت ہے اور اسے عبادت ہی کی طرح اور عبادت ہی کی نیت سے سرانجام

دینا ہے تاکہ اللہ کے ہاں قبول ہو سکے۔

قربانی میں عبادت کا تصور بر قرار رکھنے کے بہترین نتائج:

جب قربانی کے تمام مراحل میں اس کے عبادت اور دینی شعائر ہونے کے تصور کو پیشِ نظر رکھا جائے تو اس کے بہترین نتائج یوں نمایاں ہوتے ہیں کہ:

- قربانی بوجھ اور تاوان سمجھ کر ادا نہیں کی جاتی بلکہ خوشی خوشی اللہ کا حکم سمجھ کر ادا کی جاتی ہے۔
- قربانی کا جانور خریدنے سے لے کر گوشت تقسیم کرنے تک کے تمام مراحل سے متعلق شرعی احکام سیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور پھر قدم قدم پر شریعت کے ان احکام کی پاسداری کی جاتی ہے۔
- قربانی کا جانور خریدنے سے لے کر گوشت تقسیم کرنے تک کے تمام مراحل میں اخلاص مد نظر رکھا جاتا ہے اور ریاکاری اور نام ونمود کے طور طریقوں سے بالکلیہ دور رہا جاتا ہے۔
- قربانی کا جانور خریدنے سے لے کر گوشت تقسیم کرنے تک کے تمام مراحل میں نماز اور اس جیسی دیگر اہم عبادات ترک نہیں کی جاتیں بلکہ ہر حکم کی بجاآوری کی کوشش کی جاتی ہے۔
- قربانی کا جانور خریدنے سے لے کر گوشت تقسیم کرنے تک کے تمام مراحل میں کسی حکمِ شرعی کی مخالفت نہیں کی جاتی اور نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔
- پھر ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قربانی عبادت ہی برقرار رہتی ہے اور اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے۔

قربانی میں عبادت کا تصور بر قرار نہ رکھنے کے بُرے نتائج:

لیکن مذکورہ تفصیل کے برعکس جب قربانی کے تمام مراحل میں اس کے عبادت اور دینی شعائر ہونے کے تصور کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے تو اس کے برے نتائج یوں نمایاں ہوتے ہیں کہ:

- قربانی بوجھ اور تاوان سمجھ کر ادا کی جاتی ہے۔
- قربانی کا جانور خریدنے سے لے کر قربانی کا گوشت تقسیم کرنے کے تک کے تمام مراحل سے متعلق

شرعی احکام سیکھنے کی نہ تو کوشش کی جاتی ہے اور نہ ہی قدم قدم پر شریعت کے ان احکام کی پاسداری کی جاتی ہے۔

- قربانی کا جانور خریدنے سے لے کر گوشت تقسیم کرنے تک کے تمام مراحل میں ریاکاری اور نام و نمود کا جذبہ رکھا جاتا ہے، مہنگے سے مہنگے جانور خرید کر ان کی نمائش کی جاتی ہے تاکہ لوگ واہ واہ کریں اور ہماری شہرت ہو۔
- قربانی کا جانور خریدنے سے لے کر گوشت تقسیم کرنے تک کے تمام مراحل میں نماز ادا کرنے کی پروا نہیں کی جاتی، اسی طرح دیگر عبادات سے بھی پہلو تہی کی جاتی ہے۔
- قربانی کا جانور خریدنے سے لے کر گوشت تقسیم کرنے تک کے تمام مراحل میں گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جانوروں کی منڈیوں میں گانوں کی آوازیں بجتی ہیں، جانور خریدنے کے لیے جاتے ہوئے سواریوں میں گانے بجتے ہیں، خواتین بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں، حرام مال سے بھی جانور خرید لاتے ہیں، جانور خریدتے وقت شرعی احکام کی مخالفت کی جاتی ہے۔
- پھر ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قربانی میں عبادت کی روح برقرار نہیں رہتی، بلکہ یہ ایک دنیاوی تہوار اور جشن بن جاتا ہے، جس کے نتیجے میں قربانی اللہ کے ہاں کیسے قبول ہو سکے گی!!

اس لیے مسلمانو! جو صورتحال دکھائی دے رہی ہے وہ نہایت ہی افسوس ناک ہے، اگر ہم نے اس کی اصلاح کی کوشش نہ کی اور خود کو ان برائیوں سے دور نہ رکھا تو رفتہ رفتہ قربانی عبادت کی بجائے ایک دنیاوی رسم بن جائے گی اور پھر ہماری نسلیں اس کی حقیقت سے محروم رہ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائے!

قُربانی

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسے قبول ہو؟

قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسے قبول ہو؟

قربانی ایک عظیم عبادت ہے اور عبادت کی خوبی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے اور بندہ اس کے اُخروی فوائد اور اجر وثواب سے بہرہ ور ہو جائے، اس لیے ہر مسلمان کی یہی کوشش اور فکر ہونی چاہیے کہ وہ جو عبادت ادا کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہے بھی یا نہیں، کہیں کوئی ایسی غلطی اور کوتاہی تو سرزد نہیں ہو رہی جس کی وجہ سے اس کی عبادت قبول ہی نہ ہو رہی ہو! یہ جائزہ لینا ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔ کتنے ہی نقصان اور خسارے کی بات ہو گی کہ ایک آدمی زندگی بھر قربانی کرے بھی لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت نہ پاسکے اور آخرت میں اس کے اجر وثواب سے محرومی رہے۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے۔

قربانی کی قبولیت کی تین بنیادی شرائط:

یہ بات اچھی طرح یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی سمیت کسی بھی عبادت کی قبولیت کے لیے تین شرائط ہیں:

1۔ وہ عبادت ایمان کے ساتھ ہو، یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم شخص کی کوئی بھی عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی، البتہ ان کے اچھے کاموں کا بدلہ اللہ تعالیٰ دنیا میں دے دیتے ہیں لیکن آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

2۔ وہ عبادت شریعت کے مطابق ہو، یہی وجہ ہے کہ جو عبادت شریعت کی تعلیمات کے مطابق نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ اور یہ یاد رکھیے کہ عبادت شریعت کے مطابق سرانجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں صحیح علم حاصل کیا جائے، صحیح علم حاصل کرنے کے بعد ہی وہ عبادت شریعت کے مطابق ادا کی جاسکتی ہے۔

3۔ وہ عبادت اخلاص کے ساتھ ہو، یہی وجہ ہے کہ جو عمل لوگوں کے دکھلاوے اور ریاکاری کے لیے کیا جائے

تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قبولیت نہیں ہوتی۔

کسی بھی عبادت کی قبولیت کے لیے یہ تین باتیں پائی جانی ضروری ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہ پائی گئی تو وہ عبادت ہر گز قبول نہیں ہوگی، بلکہ وہ عبادت کہلائے جانے کے قابل ہی نہیں ہوتی۔ آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم عبادت ادا کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے، جس کی وجہ سے زندگی گزر جاتی ہے لیکن ہمیں ٹھیک طرح عبادات کرنے کی توفیق بھی میسر نہیں آتی، جیسے نفل پڑھنا بہت بڑی نیکی اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہی نفل مکروہ اوقات میں ادا کرتا ہے تو اس کو ثواب تو کیا ملے گا بلکہ اُلٹا گناہ ملے گا، کیوں کہ مکروہ اوقات میں نفل نماز ادا کرنا جائز ہی نہیں، تو گویا کہ نیکی جب شریعت کی تعلیمات کے خلاف کی جائے تو وہ نیکی نیکی نہیں رہتی بلکہ گناہ بن جاتا ہے۔

شیطان کی اوّلین کوشش یہی ہوتی ہے کہ یہ اللہ کا بندہ نیکی کے قریب ہی نہ جائے، لیکن جب وہ کسی شخص کو نیکی سے روک نہیں پاتا تو اس کی دوسری چال یہی ہوتی ہے کہ اس کی نیکی ہی برباد کر دی جائے، اور نیکی برباد کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ اس نیکی کو شریعت کی تعلیمات اور حدود کے مطابق ادا نہ کرنے دیا جائے، جبکہ دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں ریاکاری اور نام ونمود کا جذبہ داخل کر دیا جائے۔ اس سے ان حضرات کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے جو عبادت کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ یہ شریعت کے مطابق ہے بھی یا نہیں اور اس میں ہماری نیت اخلاص کی ہے بھی یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیکی ہر جگہ نیکی نہیں ہوا کرتی، بلکہ نیکی حقیقی معنوں میں نیکی اس وقت بنتی ہے جب وہ ایمان اور اخلاص کے ساتھ شریعت کی تعلیمات کے مطابق کی جائے!!

یہی حال قربانی جیسی عظیم عبادت کا بھی ہے کہ بہت سے لوگ اس کے احکامات نہیں سیکھتے جس کے نتیجے میں سنگین غلطیاں کر بیٹھتے ہیں اور قربانی کرنے کے باوجود بھی ان کی قربانی درست نہیں ہوتی، بہت سے لوگوں کو قربانی کے نصاب ہی کا علم نہیں ہوتا، بہت سے لوگ قربانی کے جانور کی شرائط اور ضروری اوصاف ہی سے لاعلم ہوتے ہیں، بہت سے لوگ قربانی میں ایک سے زائد افراد کی شرکت کے مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں، بہت سے لوگ جانور ذبح کرنے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے کے بنیادی مسائل بھی نہیں جانتے، اسی

طرح بہت سے لوگ قربانی میں نام و نمود اور ریاکاری جیسے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں کہ ان کا مقصود دکھلاوہ ہوتا ہے، بڑے سے بڑا اور مہنگے سے مہنگا جانور اسی لیے لاتے ہیں تاکہ نام و نمود ہو، واہ واہ ہو اور شہرت ہو، جس کے نتیجے میں ان کی قربانی اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی۔

یہ ساری صورتحال بہت ہی قابلِ اصلاح اور قابلِ غور ہے، ہر مسلمان کو اس کی بھرپور فکر کرنی چاہیے۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ کہ قربانی کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ دو کام کیے جائیں:

1۔ایک یہ کہ قربانی سے متعلق تمام ضروری مسائل سیکھ لیے جائیں اور پھر انھی کے مطابق قربانی کی جائے۔ یاد رکھیے کہ احکامات سیکھے بغیر ٹھیک طرح عمل ہرگز نہیں ہو سکتا۔

2۔دوم یہ کہ قربانی کے لیے اپنی نیت درست کی جائے کہ قربانی کا عمل صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو، اس میں کسی قسم کا نام و نمود اور ریاکاری نہ ہو۔

قرآنی آیات اور ان کی تفاسیر

- تفسير الرازي:

الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ (سورة الملك: ٢)

اَلْمَسْأَلَةُ السَّادِسَةُ: ذَكَرُوا فِي تَفْسِيرِ ﴿**أَحْسَنُ عَمَلًا**﴾ وُجُوهًا: أَحَدُهَا: أَنْ يَكُونَ أَخْلَصَ الْأَعْمَالِ وَأَصْوَبَهَا؛ لِأَنَّ الْعَمَلَ إِذَا كَانَ خَالِصًا غَيْرَ صَوَابٍ: لَمْ يُقْبَلْ، وَكَذٰلِكَ إِذَا كَانَ صَوَابًا غَيْرَ خَالِصٍ، فَالْخَالِصُ أَنْ يَكُونَ لِوَجْهِ اللهِ، وَالصَّوَابُ أَنْ يَكُونَ عَلَى السُّنَّةِ.

- تفسير أبي السعود:

مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة النحل: ۹۷)

﴿مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا﴾ أي عملًا صالحًا أيَّ عملٍ كان. وهذا شروعٌ في تحريض كافةِ المؤمنين على كل عملٍ صالح غِبَّ ترغيبِ طائفةٍ منهم في الثبات على ما هم عليه من عمل صالحٍ مخصوصٍ دفعًا لتوهم اختصاصِ الأجر الموفورِ بهم وبعملهم المذكور. وقولُه تعالى: ﴿مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى﴾ مبالغةٌ في شموله للكل، ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ قيّده به؛ إذ لا اعتدادَ بأعمال الكفرة في استحقاق الثواب أو تخفيفِ العذاب؛ لقوله تعالى: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾. وإيثارُ إيرادِه بالجملة الاسمية الحالية على نظمه في سلك الصلةِ لإفادة وجوبِ دوامه ومقارنتِه للعمل الصالح.....إلخ

- تفسير مدارك التنزيل:

مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة النحل: ٩٧)

﴿مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى﴾ «مَنْ» مبهم يتناول النوعين إلا أن ظاهره للذكور فبيّن بقوله: ﴿مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى﴾ ليعم الموعد النوعين. ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ شرط الإيمان؛ لأن أعمال الكفار غير معتد بها، وهو يدل على أن العمل ليس من الإيمان....إلخ

- تفسير ابن كثير:

مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة النحل: ٩٧)

هذا وعد من الله تعالى لمن عمل صالحا -وهو العمل المتابع لكتاب الله تعالى وسنة نبيه من ذكر أو أنثى من بني آدم، وقلبه مؤمن بالله ورسوله، وإن هذا العمل المأمور به مشروع من عند الله- بأن يحييه الله حياة طيبة في الدنيا وأن يجزيه بأحسن ما عمله في الدار الآخرة. والحياة الطيبة تشمل وجوه الراحة من أيّ جهة كانت.

- تفسیر ابن کثیر:

وَقَوْلُهُ تَعَالى: ﴿وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ﴾ الآية، هذا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يُحَاسِبُ اللّٰهُ الْعِبَادَ عَلَى ما عملوه من الخير والشر، فأخبر أنه لَا يحصل لِهٰؤُلَاءِ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الْأَعْمَالِ الَّتِي ظَنُّوا أَنَّهَا مَنْجَاةٌ لَهُمْ شَيْءٌ، وَذلِكَ؛ لِأَنَّهَا فَقَدَتِ الشَّرْطَ الشَّرْعِيَّ: إِمَّا الْإِخْلَاصُ فِيهَا وَإِمَّا الْمُتَابَعَةُ لِشَرْعِ اللّٰهِ. فَكُلُّ عَمَلٍ لَا يَكُونُ خَالِصًا وَعَلَى الشَّرِيعَةِ الْمَرْضِيَّةِ فَهُوَ بَاطِلٌ، فَأَعْمَالُ الْكُفَّارِ لَا تَخْلُو مِنْ وَاحِدٍ مِنْ هٰذَيْنَ، وَقَدْ تَجْمَعُهُمَا مَعًا فَتَكُونُ أَبْعَدَ مِنَ الْقَبُولِ حِينَئِذٍ.

قُربانی کا حکم

مع قربانی نہ کرنے پر وعید

فہرست:

قربانی کا حکم:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی واجب ہے اور یہی راجح قول ہے، جبکہ دیگر متعدد ائمہ کرام کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے۔اس کی مزید تفصیل آگے ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

- البحر الرائق میں ہے:

قال رَحِمَهُ اللهُ: (تَجِبُ على حُرٍّ مُسْلِمٍ مُوسِرٍ مُقِيمٍ على نَفْسِهِ لَا عن طِفْلِهِ شَاةٌ أو سُبُعُ بَدَنَةٍ فَجْرَ يَوْمِ النَّحْرِ إلَى آخِرِ أَيَّامِهِ) يَعْنِي صِفَتُهَا أنها وَاجِبَةٌ، وَعَنْ أبي يُوسُفَ: أنها سُنَّةٌ، وَذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ أنها سُنَّةٌ على قَوْلِ أبي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ، وهو قول الشافعي، لهم قَوْلُهُ ﷺ: إذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أحدكم أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عن شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَجَمَاعَةٌ أخرى، وَالتَّعْلِيقُ بِالْإِرَادَةِ يُنَافِي الْوُجُوبَ، وَلِأَنَّهَا لو كانت وَاجِبَةً على الْمُقِيمِ لَوَجَبَتْ على الْمُسَافِرِ كَالزَّكَاةِ وَصَدَقَةِ الْفِطْرِ؛ لِأَنَّهُمَا لَا يَخْتَلِفَانِ بِالْعِبَادَةِ الْمَالِيَّةِ. وَدَلِيلُ الْوُجُوبِ قَوْلُهُ ﷺ: من وَجَدَ سَعَةً ولم يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ وابن مَاجَهْ، وَمِثْلُ هذا الْوَعِيدِ لَا يَلْحَقُ بِتَرْكِ غَيْرِ الْوَاجِبِ، وَلِأَنَّهُ عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَ بِإِعَادَتِهَا من قَوْلِهِ: من ضَحَّى قبل الصَّلَاةِ فَلْيُعِد الْأُضْحِيَّةَ. وَإِنَّمَا لَا تَجِبُ على الْمُسَافِرِ؛ لِأَنَّ أَدَاءَهَا مُخْتَصٌّ بِأَسْبَابٍ تَشُقُّ على الْمُسَافِرِ وَتَفُوتُ بِمُضِيِّ الْوَقْتِ فَلَا يَجِبُ عليه شَيْءٌ لِدَفْعِ الْحَرَجِ عنه كَالْجُمُعَةِ، بِخِلَافِ الزَّكَاةِ وَصَدَقَةِ الْفِطْرِ؛ لِأَنَّهُمَا لَا يَفُوتَانِ بِمُضِيِّ الزَّمَانِ فَلَا يَخْرُجُ.

فائدہ برائے اہلِ علم:

ضمن میں یہ علمی نکتہ بھی اہلِ علم کے لیے مفید ہوگا کہ حنفیہ کے نزدیک قربانی کا وجوب صدقۃ الفطر اور سجدہ تلاوت سمیت دیگر واجبات کے مقابلے میں اخفّ ہے۔

- البحر الرائق میں ہے:

قال الْقُدُورِيُّ: الْوَاجِبُ على مَرَاتِبَ بَعْضُهَا آكَدُ من بَعْضٍ، وَوُجُوبُ سَجْدَةِ التِّلَاوَةِ آكَدُ من وُجُوبِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ، وَصَدَقَةُ الْفِطْرِ وُجُوبُهَا آكَدُ من وُجُوبِ الْأُضْحِيَّةِ. (كتاب الأضحية)

استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید:

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔“ (حدیث: 3123)

اس حدیث سے متعدد امور معلوم ہوتے ہیں:

1۔ مذکورہ حدیث شریف میں صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید بیان ہونے سے قربانی کی اہمیت اور تاکید معلوم ہو جاتی ہے۔

2۔ صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید سے قربانی کے واجب ہونے کی طرف بھی اشارہ ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ وعید واجب جیسے احکام ترک کرنے پر ہی وارد ہو سکتی ہے۔ (البحر الرائق)

3۔ البتہ یہ واضح رہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جو صاحبِ نصاب شخص قربانی نہ کرے تو وہ عید کی نماز پڑھنے بھی نہ آئے یا اس کی نمازِ عید ادا نہیں ہوتی، کیوں کہ نمازِ عید کی درستی اور ادائیگی قربانی کرنے پر موقوف نہیں، بلکہ عید کی نماز ایسے شخص کے ذمے بھی واجب ہے، در حقیقت اس حدیث سے مقصود زجر و تنبیہ اور اظہارِ ناراضگی ہے کہ استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والا شخص اس جرم کی پاداش میں اس قابل ہے ہی نہیں کہ وہ خیر، برکتوں اور رحمتوں پر مشتمل نمازِ عید کے عظیم مبارک اجتماع میں حاضر ہو!

نہ جانے کتنے لوگ ایسے ہوں گے جو صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود بھی لاعلمی کی وجہ سے یا پھر جان بوجھ کر قربانی نہیں کرتے، اور طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جو اپنی شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات میں تو لاکھوں روپے بے دریغ خرچ کرتے ہیں حتیٰ کہ ایسے امور کے لیے قرض لے کر اس کا بوجھ بھی برداشت کرتے ہیں لیکن جب قربانی کی باری آتی ہے تو طرح طرح کے حیلے بہانے اور عذر پیش کرنے لگتے ہیں! یقیناً اللہ خوب جاننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے! وہ خوب جانتا ہے کہ کونسا عذر قبول ہے اور کونسا نہیں! ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عذر اور بہانے پیش کیے جانے کے

قابل ہیں؟؟ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں قربانی کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم خوشی خوشی قربانی کی عبادت سرانجام دے سکیں اور قربانی ترک کرنے کی اس سنگین وعید کے حق دار نہ بنیں۔

4۔اسی طرح اس حدیث میں ''وُسعت'' کی قید سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ قربانی ہر ایک پر واجب نہیں بلکہ وُسعت اور استطاعت والے شخص ہی پر واجب ہے، اور صاحبِ وسعت سے مراد صاحبِ نصاب ہونا ہے۔ قربانی کے نصاب کی تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آرہی ہے ان شاءاللہ۔

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

- وفي حاشية السندي على سنن ابن ماجه:

قَوْلُهُ: «فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا» لَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّ صِحَّةَ الصَّلَاةِ تَتَوَقَّفُ عَلَى الْأُضْحِيَّةِ، بَلْ هُوَ عُقُوبَةٌ لَهُ بِالطَّرْدِ عَنْ مَجَالِسِ الْأَخْيَارِ، وَهَذَا يُفِيدُ الْوُجُوبَ، وَاللهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

تحقیقِ حدیث: وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید!

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔‘‘

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

مذکورہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد کتبِ احادیث میں مروی ہے جیسے: السنن الصغریٰ للبیہقی، السنن الکبریٰ للبیہقی، شعب الایمان للبیہقی، مسند احمد، سنن الدار قطنی اور مستدرک حاکم وغیرہ۔

تحقیقِ حدیث:

مذکورہ حدیث متعدد جلیل القدر محدثین کرام کے نزدیک معتبر اور قابلِ قبول ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ’’مستدرک حاکم‘‘ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے یعنی ان کے نزدیک بھی صحیح ہے:

٧٥٦٥- أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَانَا». وَقَالَ مَرَّةً: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يَذْبَحْ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَانَا».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: صحيح.

2۔ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ’’فتح الباری‘‘ میں اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے

کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:

وَأَقْرَبُ مَا يُتَمَسَّكُ بِهِ لِلْوُجُوبِ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يقربن مصلانا»، أخرجه بن مَاجَهْ وَأَحْمَدُ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ، لَكِنِ اخْتُلِفَ فِي رَفْعِهِ وَوَقْفِهِ، وَالْمَوْقُوفُ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ، قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهُ. (كتاب الأضاحي)

3۔امام عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے "فیض القدیر" میں امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے:

قال أحمد: يكره أو يحرم تركها؛ لخبر أحمد وابن ماجه: «من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا» (طب عن ابن عباس) قال ابن حجر: رجاله ثقات، لكن في رفعه خلف.

(حرف الهمزة)

اسی طرح اپنی ایک اور کتاب "التیسیر بشرح الجامع الصغیر" میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

(من كان له سعة ولم يضح فلا يقر بن مصلانا) أخذ بظاهره أبو حنيفة فأوجبها على من ملك نصابا، وقال البقية: سنة. (ه ك عن أبي هريرة) وإسناده صحيح. (حرف الميم)

4۔امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمہ اللہ نے "ارشاد الساری" میں امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہی بات نقل فرمائی ہے جو کہ موافقت کی علامت ہے:

قال ابن حجر: وأقرب ما يتمسك به للوجوب حديث أبي هريرة رفعه: «من وجد سعة فلم يضحّ فلا يعبرنّ مصلانا» أخرجه ابن ماجه، ورجاله ثقات، لكنه اختلف في رفعه ووقفه، والموقوف أشبه بالصواب، قاله الطحاوي وغيره. (كتاب الأضاحي)

5۔امام محدث عینی رحمہ اللہ نے "عمدۃ القاری" میں امام حاکم کے حوالے سے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

ووجه الوجوب ما رواه ابن ماجه عن عبد الرحمن الأعرج عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا»، وأخرجه الحاكم وقال: صحيح الإسناد. (كتاب الأضاحي)

6۔امام محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ نے بھی "شرح الزرقانی علی الموطا" میں اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا

ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:

وَأَقْرَبُ مَا يُتَمَسَّكُ بِهِ لِلْوُجُوبِ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ الْحَنَفِيَّةُ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا» أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ، لَكِنِ اخْتُلِفَ فِي رَفْعِهِ وَوَقْفِهِ، وَالْوَقْفُ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ، قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهُ.

(بَاب الضَّحِيَّةِ عَمَّا فِي بَطْنِ الْمَرْأَةِ وَذِكْرِ أَيَّامِ الْأَضْحَى)

7۔ علامہ شمس الدین محمد سفارینی رحمہ اللہ نے بھی "کشف اللثام" میں مسند احمد میں روایت کردہ اس حدیث کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:

وأقرب ما يتمسك به للوجوب حديثُ أبي هريرة رفعه: «من وجد سَعَةً، فلم يُضَحِّ، فلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانا»، أخرجه الإمام أحمد، وابن ماجه، ورجالُ الإمام أحمد ثقات، لكنه اختلف في رفعه ووقفه، والموقوف أشبه بالصواب، قاله الطحاوي وغيره. (باب الأضاحي)

چند وضاحتیں:

1۔ ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ متعدد جلیل القدر محدثین کرام کے نزدیک مذکورہ حدیث کے راوی ثقہ ہیں، اس لیے یہ روایت معتبر، قابلِ قبول اور قابلِ استدلال ہے۔ اسی طرح متعدد محدثین کرام اور فقہاء عظام رحمہم اللہ نے اس حدیث کو بطورِ استدلال پیش کیا ہے، یہ بھی ان کے نزدیک اس حدیث کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

2۔ اس حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے، متعدد محدثین کرام نے اس کے موقوف ہونے کو درست قرار دیا ہے، جبکہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو محض موقوف قرار دینے کی بات درست نہیں کیوں کہ یہ مرفوع حدیث ہی کے حکم میں ہے۔ گویا کہ اول تو اگر اس کو

موقوف تسلیم کر لیا جائے تب بھی محض اس بنا پر حدیث کو غیر معتبر قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ یہ کوئی جرح اور عیب نہیں، دوم یہ کہ یہ مرفوع حدیث ہی کے حکم میں ہے کیوں کہ ایسی بات قیاس واجتہاد سے نہیں کہی جاسکتی، اس لیے یہ بات صحابی نے حضور اقدس ﷺ سے سن کر ہی بیان فرمائی ہے۔

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

وَمِمَّا يُؤَيِّدُ الْوُجُوبَ خَبَرُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً لِأَنْ يُضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا»، وَأَمَّا قَوْلُ ابْنِ حَجَرٍ: «إِنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ» فَمَدْفُوعٌ، لِأَنَّ مِثْلَ هَذَا الْمَوْقُوفِ فِي حُكْمِ الْمَرْفُوعِ.
(بَابٌ فِي الْأُضْحِيَّةِ)

3۔ حضرات احناف اس جیسی روایات کی رو سے قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں، چوں کہ یہ روایت معتبر ہے اس لیے اس روایت کو غیر معتبر قرار دے کر احناف کے مذہب کو غلط قرار دے دینا واضح طور پر غلط ہے، اور چوں کہ قربانی کی اہمیت اور تاکید دیگر متعدد روایات سے بھی ثابت ہوتی ہے اس لیے زیرِ نظر روایت کو غیر معتبر قرار دے کر احناف کے مذہب کو غلط قرار دینے کی آڑ میں مسلمانوں کے دلوں سے قربانی کے عمل کی اہمیت ختم کرنے کی مروجہ کوششیں بے بنیاد اور قابلِ مذمت ہیں۔

4۔ آجکل جو حضرات قربانی کے وجوب یا تاکید سے متعلق وارد ہونے والی تمام روایات کو غیر معتبر قرار دے کر مسلمانوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر کے ان کے دلوں سے قربانی کی اہمیت ختم کرنا چاہتے ہیں، ان کی چالوں کو سمجھنا چاہیے اور ان سے دور رہنا چاہیے۔

قُربانی کا رُکن

اور اس سے متعلق ایک سنگین غلط فہمی کا ازالہ

قربانی کا بنیادی رُکن:

یہ اہم مسئلہ سمجھ لینا چاہیے کہ قربانی کے ایام میں جانور ذبح کرنا ہی ضروری ہے، کیوں کہ یہ قربانی کا رُکن ہے، اس لیے یہ عبادت جانور ذبح کرنے ہی سے ادا ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی کا جانور ذبح کرنے کی بجائے جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ حتیٰ کہ اگر کسی صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کے ان ایام میں قربانی نہیں کی یہاں تک کہ 12 ذو الحجہ کا سورج غروب ہوگیا یعنی قربانی کے تین دن ختم ہوگئے تو ایسی صورت میں اب درمیانے درجے کے بکرے یا دُنبے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اگر جانور خریدنے کے باوجود بھی قربانی کے ایام میں قربانی نہ کر سکا تو اب اسی جانور کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔

(اعلاء السنن، امداد الاحکام، فتاویٰ محمودیہ)

- **بدائع الصنائع:**

وَمِنْهَا: أَنْ لَا يَقُومَ غَيْرُهَا مَقَامَهَا حتى لو تَصَدَّقَ بِعَيْنِ الشَّاةِ أو قِيمَتِهَا في الْوَقْتِ لَا يُجْزِيهِ عن الْأُضْحِيَّةَ؛ لِأَنَّ الْوُجُوبَ تَعَلَّقَ بِالْإِرَاقَةِ، وَالْأَصْلُ أَنَّ الْوُجُوبَ إذ تَعَلَّقَ بِفِعْلٍ مُعَيَّنٍ أَنَّهُ لَا يَقُومُ غَيْرُهُ مَقَامَهُ كما في الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَغَيْرِهِمَا، بِخِلَافِ الزَّكَاةِ فإن الْوَاجِبَ أَدَاءُ جُزْءٍ من النِّصَابِ، وَلَوْ أَدَّى من مَالٍ آخَرَ جَازَ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَ هُنَاكَ ليس جزأ من النِّصَابِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا بَل الْوَاجِبُ مُطْلَقُ الْمَالِ وقد أدى، وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ: وَإِنْ كان الْوَاجِبُ أَدَاءَ جُزْءٍ من النِّصَابِ لَكِنْ من حَيْثُ أنه مَالٌ لَا من حَيْثُ أنه جُزْءٌ من النِّصَابِ؛ لِأَنَّ مَبْنَى وُجُوبِ الزَّكَاةِ على التَّيْسِيرِ، وَالتَّيْسِيرُ في الْوُجُوبِ من حَيْثُ إنه مَالٌ لَا من حَيْثُ أنه الْعَيْنُ وَالصُّورَةُ، وَهَهُنَا الْوَاجِبُ في الْوَقْتِ إرَاقَةُ الدَّمِ شَرْعًا غَيْرُ مَعْقُولِ الْمَعْنَى فَيَقْتَصِرُ الْوُجُوبُ على مَوْرِدِ الشَّرْعِ، وَبِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ أنها تَتَأَدَّى بِالْقِيمَةِ عِنْدَنَا؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَ هُنَاكَ مَعْلُولٌ بِمَعْنَى الْإِغْنَاءِ، قال النبي ﷺ: أَغْنُوهُمْ عن الْمَسْأَلَةِ في مِثْلِ هذا الْيَوْمِ. وَالْإِغْنَاءُ يَحْصُلُ بإداء الْقِيمَةِ. وَاللهُ عز شَأْنُهُ أَعْلَمُ ...... وَمِنْهَا: أنها تُقْضَى إذَا فَاتَتْ عن وَقْتِهَا، وَالْكَلَامُ فيه في مَوْضِعَيْنِ: أَحَدُهُمَا: في بَيَانِ أنها مَضْمُونَةٌ بِالْقَضَاءِ في الْجُمْلَةِ، وَالثَّانِي: في بَيَانِ ما تُقْضَى بِهِ. أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ وُجُوبَهَا في الْوَقْتِ أما لِحَقِّ الْعُبُودِيَّةِ أو لِحَقِّ شُكْرِ النِّعْمَةِ أو

لِتَكْفِيرِ الْخَطَايَا؛ لِأَنَّ الْعِبَادَاتِ وَالْقُرُبَاتِ إِنَّمَا تَجِبُ لِهَذِهِ الْمَعَانِي، وَهَذَا لَا يُوجِبُ الِاخْتِصَاصَ بِوَقْتٍ دُونَ وَقْتٍ، فَكَانَ الْأَصْلُ فيها أَنْ تَكُونَ وَاجِبَةً في جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ وَعَلَى الدَّوَامِ بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ إِلَّا أَنَّ الْأَدَاءَ في السَّنَةِ مَرَّةً وَاحِدَةً في وَقْتٍ مَخْصُوصٍ أُقِيمَ مَقَامَ الْأَدَاءِ في جَمِيعِ السَّنَةِ تَيْسِيرًا على الْعِبَادِ فَضْلًا من اللهِ عز وجل وَرَحْمَةً كما أقيم صَوْمُ شَهْرٍ في السَّنَةِ مَقَامَ جَمِيعِ السَّنَةِ وَأُقِيمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ في يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ مَقَامَ الصَّلَاةِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ، فإذا لم يُؤَدِّ في الْوَقْتِ بَقِيَ الْوُجُوبُ في غَيْرِهِ لِقِيَامِ الْمَعْنَى الذي له وَجَبَتْ في الْوَقْتِ. وَأَمَّا الثَّانِي فَنَقُولُ: إنها لَا تُقْضَى بِالْإِرَاقَةِ؛ لِأَنَّ الْإِرَاقَةَ لَا تُعْقَلُ قُرْبَةً، وَإِنَّمَا جُعِلَتْ قُرْبَةً بِالشَّرْعِ في وَقْتٍ مَخْصُوصٍ فَاقْتَصَرَ كَوْنُهَا قُرْبَةً على الْوَقْتِ الْمَخْصُوصِ فَلَا تُقْضَى بَعْدَ خُرُوجِ الْوَقْتِ، ثُمَّ قَضَاؤُهَا قد يَكُونُ بِالتَّصَدُّقِ بِعَيْنِ الشَّاةِ حَيَّةً، وقد يَكُونُ بِالتَّصَدُّقِ بِقِيمَةِ الشَّاةِ، فَإِنْ كان أَوْجَبَ التَّضْحِيَةَ على نَفْسِهِ بِشَاةٍ بِعَيْنِهَا فلم يُضَحِّهَا حتى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ يَتَصَدَّقْ بِعَيْنِهَا حَيَّةً؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ في الْأَمْوَالِ التَّقَرُّبُ بِالتَّصَدُّقِ بها لَا بِالْإِتْلَافِ وهو الْإِرَاقَةُ إِلَّا أَنَّهُ نُقِلَ إِلَى الْإِرَاقَةِ مُقَيَّدًا في وَقْتٍ مَخْصُوصٍ حتى يَحِلَّ تَنَاوُلُ لَحْمِهِ لِلْمَالِكِ وَالْأَجْنَبِيِّ وَالْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ لِكَوْنِ الناس أَضْيَافَ اللهِ عز شَأْنُهُ في هذا الْوَقْتِ، فإذا مَضَى الْوَقْتُ عَادَ الْحُكْمُ إِلَى الْأَصْلِ وهو التَّصَدُّقُ بِعَيْنِ الشَّاةِ، سَوَاءٌ كان مُوسِرًا أو مُعْسِرًا؛ لِمَا قُلْنَا، وَكَذَلِكَ الْمُعْسِرُ إِذَا اشْتَرَى شَاةً لِيُضَحِّيَ بها فلم يُضَحِّ حتى مَضَى الْوَقْتُ؛ لِأَنَّ الشِّرَاءَ لِلْأُضْحِيَّةِ من الْفَقِيرِ كَالنَّذْرِ بِالتَّضْحِيَةِ، وَأَمَّا الْمُوسِرُ إِذَا اشْتَرَى شَاةً لِلْأُضْحِيَّةِ فَكَذَلِكَ الْجَوَابُ.

- **مجمع الانہر:**

وَفِي الشَّرْعِ: هِيَ ذَبْحُ حَيَوَانٍ مَخْصُوصٍ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ فِي وَقْتٍ مَخْصُوصٍ وَهُوَ يَوْمُ الْأَضْحَى، وَشَرَائِطُهَا: الْإِسْلَامُ وَالْيَسَارُ الَّذِي يَتَعَلَّقُ بِهِ صَدَقَةُ الْفِطْرِ فَتَجِبُ عَلَى الْأُنْثَى، وَسَبَبُهَا الْوَقْتُ وَهُوَ أَيَّامُ النَّحْرِ، وَرُكْنُهَا ذَبْحُ مَا يَجُوزُ ذَبْحُهَا، وَحُكْمُهَا الْخُرُوجُ عَنْ عُهْدَةِ الْوَاجِبِ فِي الدُّنْيَا وَالْوُصُولِ إِلَى الثَّوَابِ فِي الْعُقْبَى.

ایک سنگین غلط فہمی کا ازالہ:

ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ قربانی کی یہ عبادت جانور کو ذبح کرنے ہی سے ادا ہو سکتی ہے، جانور ذبح

کیے بغیر وہ رقم کسی غریب کو دینے یا کسی رفاہی کام میں خرچ کرنے سے قربانی کی عبادت ہر گز ادا نہیں ہوسکتی۔ اس سے ان حضرات کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کرنے کی بجائے کسی غریب کی مدد کرنی چاہیے تا کہ ان کا بھلا ہو کیوں کہ ہر سال لاکھوں جانور ذبح کرنے سے کیا حاصل؟! یہ اعتراضات عموماً ملحدین اور لبرلز کی جانب سے سامنے آتے رہتے ہیں، لیکن ہمارے بعض دین سے ناواقف اور بے دینوں سے متاثر مسلمان بھائی بھی ان اعتراضات سے اثر لے لیتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس جیسی بے بنیاد اور کھوکھلی باتوں کے متعدد تحقیقی اور الزامی جوابات دیے جاسکتے ہیں اور مدلل تردید بھی کی جاسکتی ہے جیسا کہ ہر دور میں حضرات اہلِ علم کرتے چلے آرہے ہیں، یہ ساری باتیں درحقیقت عبد و معبود کے مابین تعلق کا فلسفہ اور دینِ اسلام کی حقیقت نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سب سے مقدم ہے!

اس معاملے میں اصولی نکتہ یہ ہے کہ قربانی اور اس جیسی دیگر عبادات سے متعلق یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ایک مؤمن کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سب سے زیادہ اہم چیز ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہر چیز سے مقدّم ہے، ان کے حکم کے مقابلے میں کسی دلیل، کسی تأویل اور کسی عقلی توجیہ کی کوئی حیثیت نہیں، ان کا حکم بلا چون وچرا ماننا چاہیے، یہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت کی علامت ہے اور یہی ان کی عظمت اور بندے کی بندگی کا تقاضا ہے کہ ان کے حکم کے مقابلے میں کسی قسم کے عقلی گھوڑے نہ دوڑائے جائیں، بلکہ ان کے آگے سرِ تسلیم خم کیا جائے جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا لیا، تبھی تو وہ کامیاب ہو گئے، ذرا غور تو کیجیے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے پیارے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوتا ہے تو کیا وہ اللہ سے پوچھتے ہیں کہ اس معصوم بیٹے کو ذبح کرنے میں حکمت اور مصلحت کیا ہے؟ ان کے دل میں یہ بات کیوں نہ آئی کہ بھلا بیٹا بھی کوئی ذبح کرتا ہے؟ آخر اس نے جرم ہی کیا کیا ہے؟ یہ سارے سوالات ایک طرف کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب

اور مالک کا حکم پورا کرنے کے لیے کمر کس لی، کیوں کہ بیٹا بھی اللہ ہی نے دیا ہے اور حکم بھی اسی کا ہے اور چوں کہ وہ حکیم رب ہے اس لیے اسے حق ہے کہ وہ ایسا حکم دے، بندے کا کام یہی ہے کہ وہ اس کو خوشی خوشی بجا لائے۔بقولِ شاعر:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس سے ہر مسلمان کو یہ عظیم سبق مل جاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا جو بھی حکم آئے اسے بلا چوں وچرا تسلیم کر لیا جائے چاہے وہ عقل میں آئے یا نہ آئے، چاہے اس میں کوئی مصلحت نظر آئے یا نہ آئے! وہی غلام اور نوکر قابلِ تعریف اور لائقِ انعام ہوتا ہے جو آقا اور مالک کے حکم کے آگے سر جھکا دے اور اس کو اپنی کسی عقلی توجیہ کے پیشِ نظر ترک نہ کرے، بلکہ جو نوکر مالک سے اس کے حکم کی حکمتیں پوچھتا پھرتا ہے تو وہ جلد ہی ملازمت سے نکال باہر کر دیا جاتا ہے!

اور یہ بات بھی اہم ہے کہ ایک محدود عقل کا مالک بندہ اپنے اللہ کے ہر حکم کی حکمت اور مصلحت کب سمجھ سکتا ہے کہ وہ تو اس کی محدود عقل میں آنا ہی مشکل ہوتی ہے، یہ تو ایسا ہے جیسے کہ سونا چاندی تولنے کے ترازو سے لوہا تولنے کی کوشش کی جائے!!

مؤمن کی نظر اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہوتی ہے!

مسلمانوں کا اس بات پر یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی حکم حکمتوں اور فوائد سے خالی نہیں، وہ حکیم ذات جب کسی کام کے کرنے کا حکم دیتی ہے تو یہ حکم دینا ہی اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ وہ کام اپنی ذات میں بے پنا خوبیاں لیے ہوئے ہے۔ جتنا ہم اس کام کی خوبیوں اور حکمتوں پر غور کرتے جائیں گے اتنا ہی اس کے فوائد کھلتے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت دلوں میں بڑھتی ہوئی محسوس ہوگی، آج سائنس حضور اقدس ﷺ کی سنتوں پر جب تحقیقات کرتی ہے تو ان کے فوائد اور حکمتوں کو دیکھ کر دھنگ رہ جاتی ہے۔

لیکن ایک مسلمان کے لیے یہ ساری حکمتیں اور فوائد ایک ضمنی اور ثانوی حیثیت رکھتے ہیں، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی حکم کو محض فوائد اور مصلحتوں کی بنیاد پر ہر گز تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کے لیے سب سے بڑی بات یہی ہوتی ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے بس! کیوں کہ محض فوائد اور مصلحتوں کی بنیاد پر حکم کو تسلیم کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عظمت کا تقاضا نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے کسی حکم پر صرف اس بنیاد پر عمل کیا جائے کہ وہ اس عظیم ذات کا حکم ہے بس! اس کا حکم اپنی ذات ہی میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے!

اس طرح کے بے جا اعتراضات تو پورے دین پر ہوں گے!

اگر اس طرح کی باتوں سے محض اعتراض ہی مقصود ہے تو یہ اعتراضات شریعت کے بہت سارے احکام پر ہو سکتے ہیں بلکہ ہوتے رہتے ہیں، جس کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ دین کے اکثر احکام ہی معاذ اللہ ترک کر دیے جائیں۔ ظاہر ہے کہ انھیں کیسے درست قرار دیا جا سکتا ہے کیوں کہ وہ دین بیزار طبقہ ہے، ان کا کام ہی اعتراض کرنا ہوتا ہے!

اسلام غریبوں کا سب سے بڑا خیر خواہ ہے!

جہاں تک معاملہ غریب لوگوں کے ساتھ تعاون کا ہے تو دین اسلام ان کا سب سے بڑا خیر خواہ ہے، اسلام میں غریبوں کے ساتھ زکوۃ، صدقۃ الفطر، کفارات، نفلی صدقات، قربانی اور اس طرح کے دیگر مالی امور میں تعاون کا ایک وسیع سلسلہ موجود ہے، اسی طرح پڑوسیوں سمیت ہر ایک کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کی جو تعلیمات دینِ اسلام میں موجود ہیں ان کی مثال کسی اور مذہب اور تہذیب میں ہر گز نہیں ملتی، اس لیے جو دینِ اسلام غریبوں کے ساتھ تعاون کا سب سے بڑا خیر خواہ ہو تو اس کے قربانی کے حکم پر یہ اعتراض بالکل ہی بے جا ہے۔ ذیل میں قربانی سے متعلق چند اہم فوائد ذکر کیے جاتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ اگر صرف قربانی ہی پر غور کیا جائے تو اس کے جو فوائد غریبوں کو حاصل ہوتے ہیں ان کا شمار مشکل ہے۔

قربانی کے فوائد:

قربانی ایک عظیم عبادت ہے جس کے بہت سے دنیوی اور اخروی فوائد ہیں، جن میں سے متعدد فوائد ذکر کیے جاتے ہیں، جیسے:

قربانی کے اخروی فوائد:

- قربانی کرنے سے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوتا ہے۔
- قربانی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔
- قربانی کرنے سے بندے کو آخرت میں عظیم انعامات سے نوازا جائے گا۔

قربانی کے دنیاوی فوائد:

قربانی ویسے تو ایک خالص دینی اور اخروی عمل ہے، اس لیے مسلمان اسے اللہ ہی کا حکم سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں، لیکن اگر اس کے دنیوی فوائد پر غور کیا جائے تو عقلیں حیرت زدہ رہ جاتی ہیں کہ اس کے کس قدر فوائد ہیں، ان فوائد کی ایک جھلک ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

- قربانی کے لاکھوں جانور فروخت ہو جاتے ہیں جن کا نقد نفع بیوپاروں کو نصیب ہو جاتا ہے۔
- جانوروں کا چارہ فروخت ہونے کی مد میں ہزاروں خاندانوں کا چولہا جل اٹھتا ہے۔
- منڈی سے جانور گھروں کو لے کر جانے والے ہزاروں افراد کے لیے بہترین ذریعہ معاش کی صورت نکل آتی ہے۔
- جانور ذبح کرنے والے لاکھوں قصائیوں کو اچھا خاصہ نفع میسر آجاتا ہے۔
- ذبح میں استعمال ہونے والے آلات واوزار کی خرید وفروخت کے سلسلے میں ہزاروں لوگوں کا کاروبار چمک جاتا ہے۔
- پھر کروڑوں غریبوں کو قربانی کا اچھا خاصہ گوشت میسر آتا ہے جو کہ ایک طویل عرصے تک ان کے کام

آجاتا ہے۔

- جانوروں کی ہڈیوں اور چربیوں سے بھی متعدد تجارت کے مواقع میسر آجاتے ہیں۔
- اس طرح لاکھوں جانوروں کی کھالوں سے لیدر انڈسٹری متحرک ہو جاتی ہے اور اس کی بدولت ایک نہ ختم ہونے والا سلسلۂ معاش وجود پاتا ہے جو کہ محتاجِ بیان نہیں۔
- قربانی کے تمام مراحل میں اربوں کھربوں روپے کا تجارتی سلسلہ وجود پاتا ہے جس سے دنیا بھر میں لاکھوں بلکہ کروڑوں غریب لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اس طرح کے بہت سے فوائد وہ ہیں جن کا براہ راست غریبوں کو فائدہ ملتا ہے۔ کیا اتنے سارے فوائد کسی کو رقم دینے سے وجود پاسکتے ہیں؟ ہر گز ہر گز نہیں۔ اب ذرا غور کیجیے کہ قربانی جیسی عبادت جو کہ غریبوں کے لیے کس قدر نفع بخش عبادت ہے اس پر یہ اعتراض کیا کسی طور درست ہو سکتا ہے کہ اس سے غریبوں کو کچھ حاصل نہیں ہوتا؟ ہر گز نہیں، یہ تو در حقیقت اعتراض برائے اعتراض ہی کا معاملہ ہے۔

تنبیہ: واضح رہے کہ ان مذکورہ فوائد کو ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ چوں کہ قربانی پر اعتراض کر کے اس کے فوائد کی نفی کی جاتی ہے اور اس کے مقابلے میں غریبوں کو رقم دینے کی ترغیب دی جاتی ہے، اس لیے قربانی کے متعدد دنیاوی فوائد شمار کر کے صرف یہ بتایا جارہا ہے کہ قربانی کا عمل بھی اپنے اندر بہت سے دنیوی فوائد لیے ہوئے ہیں جو کہ رقم دینے کی صورت میں وجود پانا مشکل ہیں۔

صرف قربانی پر ہی اعتراض کیوں؟

قربانی جیسی عبادت پر اعتراض کرنے والے اگر غور فرمائیں تو کیا غریبوں کے ساتھ تعاون کا پہلو صرف قربانی یا حج جیسی عبادات ہی میں نظر آتا ہے یا ان کے علاوہ دیگر بھی بہت کچھ قابلِ اعتراض نظر آتا ہے، کیوں کہ دورِ حاضر میں بہت سے خرچے ہیں جو کہ اسراف اور فضول خرچی کے سوا کچھ مقصد نہیں رکھتے جیسے: کرکٹ، ہاکی اور دوسرے کھیلوں کے خرچے، ناچ گانوں، ڈراموں اور فلموں اور فحش پروگراموں کے خرچے، نیو ائیر

نائٹ، بسنت، ویلینٹائن ڈے اور دیگر خرافات منانے کے خرچے، مہنگی گاڑیوں اور مہنگے موبائل فون کے خرچے، اعلیٰ ہوٹلوں میں دعوتیں اڑانے والوں کے خرچے، شادی بیاہ کی رسموں میں بے تحاشا رقم ضائع ہونے کے خرچے، عمدہ سے عمدہ لباس اور فیشن پر خرچ ہونے والا سرمایہ اور اس طرح کے بہت سے اسراف، فضول خرچی اور گناہ پر مشتمل خرچے۔

ان میں سے بہت سے خرچے ایسے ہیں جو بذاتِ خود اس قابل ہیں کہ ان پر اعتراض اٹھایا جائے اور ان کی رقم غریبوں کو دینے اور رفاہی کاموں میں استعمال کرنے کی ترغیب دی جائے، لیکن یہ معترضین کبھی ایسا نہیں کریں گے کیوں کہ معاملہ غریبوں کے ساتھ تعاون کا نہیں بلکہ دین دشمنی یا دین بیزاری کا ہے۔

قربانی کی قیمت

سے متعلق عہدِ نبوی اور عہدِ حاضر کا موازنہ

قربانی کے معاملے میں مہنگائی کا شکوہ اور اس کا جائزہ:

شریعت کی نظر میں قربانی کی فضیلت، اہمیت اور تاکید ایک واضح معاملہ ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ صاحبِ نصاب مسلمان قربانی کی ادائیگی میں پس وپیش کا مظاہرہ نہ کریں، بلکہ خوش دلی کے ساتھ قربانی کا حکم بجا لائیں، لیکن صورتحال یہ ہے کہ بہت سے لوگ صاحبِ نصاب ہونے اور صاحبِ وسعت ہونے کے باوجود بھی یہ شکوہ کرتے نظر آتے ہیں کہ آجکل مہنگائی کا دور ہے اور پھر جانور بھی مہنگے ہیں اس لیے ایسی صورتحال میں آجکل وہ قوتِ خرید نہیں رہی جو کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں تھی، اس لیے اب قربانی کرنا مشکل ہے، گویا کہ ناواقفیت یا دین بیزاری کی وجہ سے قربانی جیسی عبادت سے پہلو تہی کی جاتی ہے اور اس کے لیے بہانے تراشے جاتے ہیں۔

زیرِ نظر تحریر میں ایک حدیث شریف کی روشنی میں اس شبہ کا ایک مختصر سا جائزہ لیا جارہا ہے تاکہ اس کی حقیقت معلوم ہوسکے، ساتھ ساتھ اس حدیث سے اخذ ہونے والے فوائد بھی ذکر کیے جاتے ہیں جس سے متعدد مسائل واضح ہوسکیں گے ان شاء اللہ۔

حدیث مبارک:

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو ایک دینار عطا فرمایا تاکہ وہ اس کے بدلے ایک بکری خرید کر لائے، تو حضرت عروہ نے اس ایک دینار کے بدلے دو بکریاں خریدیں، پھر ان میں سے ایک بکری ایک دینار کے عوض فروخت کردی، چنانچہ وہ ایک بکری اور ایک دینار لے کر حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی، اور (اسی دعا کا اثر تھا کہ) وہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تو اس میں بھی ان کو نفع حاصل ہوجاتا۔ (جیسا کہ ہمارے ہاں محاورہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مٹی بھی سونا بن جاتی ہے۔)

- صحیح بخاری میں ہے:

٣٦٤٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا شَبِيبُ بْنُ غَرْقَدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَيَّ

يُحَدِّثُونَ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ دِينَارًا يَشْتَرِي لَهُ بِهِ شَاةً فَاشْتَرَى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ وَجَاءَهُ بِدِينَارٍ وَشَاةٍ فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيهِ.

یہی واقعہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی منقول ہے، جس میں ایک تو اس بات کی صراحت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے انھیں قربانی کا جانور خریدنے بھیجا تھا، اور دوم یہ کہ اس حدیث کے آخر میں یہ بات مذکور ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس دینار کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

- جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٣٧٤٤٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ يَشْتَرِي لَهُ أُضْحِيَّةً بِدِينَارٍ، فَاشْتَرَاهَا، ثُمَّ بَاعَهَا بِدِينَارَيْنِ، فَاشْتَرَى شَاةً بِدِينَارٍ، وَجَاءَهُ بِدِينَارٍ، فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَرَكَةِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِالدِّينَارِ.

حدیث مبارک سے اخذ ہونے والے فوائد

فائدہ 1:

حضور اقدس ﷺ نے حضرت عروہ صحابی رضی اللہ عنہ کو قربانی کا بکرا خریدنے کے لیے ایک دینار عطا فرمایا، گویا کہ قربانی کا جانور بذاتِ خود خریدنا ضروری نہیں بلکہ اس کے لیے کسی کو وکیل بنانا بھی درست ہے۔

فائدہ 2:

ایک شرعی دینار موجودہ وزن کے حساب سے 4.374 گرام سونے کا ہوتا ہے، آج 25 مئی 2022 کو پاکستان میں ایک دینار کی قیمت تقریباً 53850 روپے بنتی ہے۔ جب حضور اقدس ﷺ نے بکری خرید کر لانے کے لیے صحابی کو ایک دینار عطا فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت ایک دینار یا اس سے کم قیمت کے عوض مناسب اور اچھے معیار کی بکری خریدی جاسکتی تھی، اور ایک دینار کی قیمت چوں کہ آج 53850 روپے بنتی ہے اس لیے دورِ حاضر کے حساب سے بھی 53850 روپے سے کافی کم قیمت پر ایک مناسب بلکہ اچھے معیار

کی بکری سہولت سے خریدی جاسکتی ہے۔اس سے ان حضرات کی تردید ہو جاتی ہے کہ جو وسعت ہونے کے باوجود مہنگائی کو عذر بنا کر قربانی جیسی عظیم عبادت سے پہلو تہی اختیار کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ آجکل مہنگائی بڑھنے کے باعث وہ قوتِ خرید نہیں رہی جو کہ پہلے تھی،اگر یہ بات کسی حد تک تسلیم کر بھی لی جائے تو بھی یہ اس قدر معقول عذر نہیں بن سکتا، کیوں کہ حضور اقدس ﷺ کے دور میں موجود ایک دینار کی قوتِ خرید کا دینار کی موجودہ قیمت کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو دینار کی قیمت اور قوتِ خرید زیادہ نظر آتی ہے،اس لیے جس طرح حضور اقدس ﷺ کے مبارک عہد میں ایک دینار یا اس سے کم قیمت کے عوض قربانی کی جاسکتی تھی تو اسی طرح آج بھی قربانی ایک دینار کی موجودہ قیمت بلکہ اس سے بھی کافی کم قیمت میں بآسانی کی جاسکتی ہے۔ یہ تو بکری خریدنے کی صورتحال ہے جبکہ اگر کسی بڑے جانور میں قربانی کا ایک حصہ لیا جائے تو اس کی قیمت تو مزید کم ہے۔اس لیے محض مہنگائی کو بنیاد اور بہانہ بنا کر قربانی جیسی اہم عبادت کو ہرگز ترک نہیں کیا جاسکتا،البتہ اگر کوئی صاحبِ نصاب ہی نہیں ہے تو اس کے ذمے تو قربانی واجب ہی نہیں!

حیرت ہے اُن لوگوں پر جو اپنی شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات میں تو لاکھوں روپے بے دریغ خرچ کرتے ہیں حتی کہ ایسے امور کے لیے قرض لے کر اس کا بوجھ بھی برداشت کرتے ہیں،اُس وقت انھیں کوئی مہنگائی نظر نہیں آتی اور نہ ہی کوئی اور بہانہ آڑے آتا ہے لیکن جب قربانی کی باری آتی ہے تو طرح طرح کے حیلے بہانے اور عذر پیش کرنے لگ جاتے ہیں! یقیناً اللہ خوب جاننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے! وہ خوب جانتا ہے کہ کونسا عذر قبول ہے اور کونسا نہیں! ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عذر اور بہانے پیش کیے جانے کے قابل ہیں؟؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب پیارے بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ملا تو والد اور بیٹے دونوں ہی خوشی خوشی تیار ہوگئے اور جان کی بھی پروانہ کی،ایسا جذبہ ہونا چاہیے ہر مسلمان کا!

اور یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب مال اللہ کا ہے اور اللہ ہی نے عطا کیا ہے اور اللہ ہی کا حکم ہے کہ قربانی کی جائے تو پھر اللہ ہی کے مال کو اللہ ہی کے حکم کی تعمیل میں صرف کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی

چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں قربانی کی توفیق عطافرمائے تاکہ ہم خوشی خوشی قربانی کی عبادت سرانجام دے سکیں اور قربانی ترک کرنے کی اس سنگین وعید کے حق دار نہ بنیں۔

فائدہ3:

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ نے ایک دینار کی دو بکریاں خرید کر ایک بکری ایک دینار میں فروخت کردی، گویا کہ انھوں نے اس بکری کو دوگنی قیمت پر فروخت کیا، جس سے معلوم ہوا کہ اگر جھوٹ، دھوکہ اور دیگر غیر شرعی اور غیر اخلاقی امور سے اجتناب کیا جائے تو دوگنا نفع لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

فائدہ4:

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے اجازت لیے بغیر ایک دینار کی دو بکریاں خریدیں، پھر ان میں سے ایک کو ایک دینار کے عوض فروخت بھی کردیا، ظاہر ہے کہ یہ بیع الفضولی کے زمرے میں آتا ہے، لیکن جب حضور اقدس ﷺ نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی تو اس سے حضور اقدس ﷺ کی رضامندی معلوم ہوئی تو اس وجہ سے وہ بیع درست ہوئی۔

فقہ کی رو سے بیع الفضولی خرید وفروخت کی وہ صورت ہے جس میں مالک کی اجازت کے بغیر کوئی چیز فروخت کی جائے، ایسا معاملہ مالک کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اگر مالک اجازت دے دے تو وہ معاملہ درست قرار پاتا ہے، ورنہ تو کالعدم ٹھہرتا ہے۔

فائدہ5:

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ نے جب وہ دینار اور بکری سب لا کر حضور ﷺ کو دے دیے تو اس سے اس مسئلے کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ ایسی صورتحال میں وکیل اپنے لیے کچھ بھی نہیں رکھ سکتا جب تک کہ مؤکل سے اجازت نہ لے لے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وکیل اپنے مؤکل کے ساتھ اگر اپنے عمل اور محنت کی اجرت طے کرلے تو اس قدر اجرت لینا جائز ہوتا ہے لیکن اگر کچھ بھی طے نہیں ہوا ہو تو وہ وکیل کی طرف سے تبرع یعنی

احسان شمار ہوتا ہے، ایسی صورت میں وکیل اپنے لیے مؤکل کی اجازت کے بغیر کچھ بھی نہیں رکھ سکتا۔

فائدہ6:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کے واقعے سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ صاحبِ نصاب شخص اگر قربانی کا جانور خرید لے، پھر اس کو فروخت کرکے دوسرا خرید لے تو اس کی بھی گنجائش ہے، البتہ اس میں اس کو جو نفع حاصل ہوا ہے یا جو دوسرا جانور کم قیمت پر خریدا ہو تو وہ نفع اور زائد قیمت بعض اہل علم کے نزدیک صدقہ کر دینا چاہیے، جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت حکیم بن حزام کو وہ نفع میں حاصل ہونے والا دینار صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ البتہ غیر صاحبِ نصاب شخص اگر قربانی کی نیت سے جانور خریدے تو اس کے لیے اس جانور کو تبدیل کرنا بعض اہل علم کے نزدیک جائز نہیں، جبکہ بعض نے جائز قرار دیا ہے۔

فائدہ7:

اگر حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما ابتداءً ہی نصف دینار کی بکری خرید کر لے آتے تو حضور ﷺ اس بقیہ نصف دینار کو صدقہ کرنے کا حکم نہ فرماتے، اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو ایک دینار عطا فرما کر عمومی اجازت عنایت فرمائی کہ قربانی کے لائق کوئی بھی مناسب سی بکری لائی جائے، جس میں یہ نہیں فرمایا کہ ایک دینار ہی کی ہونی چاہیے، معلوم ہوا کہ جانور خریدنے کے لیے جو رقم منڈی لے جائی جاتی ہے تو جتنی خرچ ہو جائے تو وہی قربانی کے لیے شمار ہوگی اور جو باقی بچ جائے تو وہ عام رقم ہے جس کو صدقہ کرنے کا حکم نہیں۔

فائدہ8:

اس سے اس مسئلے کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے کہ قربانی کے جانور کی خریداری کے لیے جس کو وکیل بنایا جائے تو اس میں مؤکل ہی کی نیت معتبر ہوگی، اوپر کی حدیث میں حضرت حکیم بن حزام نے اگرچہ اس دینار کی تجارت کی لیکن چوں کہ وہ محض وکیل تھے اس لیے حضور اقدس ﷺ نے اس نفع والے دینار کو صدقہ کرنے کا حکم عنایت فرمایا کہ وہ مؤکل تھے، جنھوں نے دینار قربانی ہی کے لیے دیا تھا، نہ کہ تجارت کے لیے۔

فائدہ9:

ویسے تو مؤکل کو چاہیے کہ وہ اپنے وکیل کو مطلوبہ چیز کی جنس، اوصاف اور معیار سے متعلق تفصیلات سے آگاہ کردے البتہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مؤکل اپنے وکیل کو مطلوبہ چیز کی صفات بیان کیے بغیر خریداری کا وکیل بنائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں خصوصًا جبکہ وکیل کو موکل کا مدعا واضح معلوم ہو جیسا کہ اس حدیث میں ظاہر ہے کہ اس صحابی کو معلوم ہی ہوگا کہ قربانی کے لیے کس صفت کے جانور کی خریداری ضروری ہے۔(ماخوذ از کتبِ احادیث وفقہ)

قربانی

کرنے والے شخص کے لیے بال اور ناخن کاٹنے کا حکم

قربانی کرنے والے شخص کے لیے بال اور ناخن کاٹنے کا حکم:

قربانی کرنے والے شخص کے لیے ذُوالحجہّ کا چاند نظر آجانے کے بعد سے لے کر قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹنا مستحب ہے، لیکن اگر کوئی شخص کاٹنا چاہے تو بھی جائز ہے، گناہ نہیں۔ البتہ اگر قربانی کرنے سے پہلے ناخنوں اور زیرِ ناف اور بغل کے بالوں کے چالیس دن پورے ہو چکے ہوں تو ایسی صورت میں ان زائد بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا ضروری ہے۔ (صحیح مسلم حدیث: 5232، 5233، 622، ردالمحتار، احسن الفتاویٰ)

احادیثِ مبارکہ اور فقہی عبارات

- صحیح مسلم میں ہے:

٥٢٣٢- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعَرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا».

٥٢٣٣- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ تَرْفَعُهُ قَالَ: «إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَعِنْدَهُ أُضْحِيَّةٌ يُرِيدُ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَأْخُذَنَّ شَعْرًا وَلَا يَقْلِمَنَّ ظُفُرًا».

٦٢٢- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الأَظْفَارِ وَنَتْفِ الإِبْطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً.

- ردالمحتار میں ہے:

مَطْلَبٌ فِي إِزَالَةِ الشَّعْرِ وَالظُّفُرِ فِي عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ:

[خَاتِمَةٌ] قَالَ فِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ: وَفِي الْمُضْمَرَاتِ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ فِي تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَحَلْقِ الرَّأْسِ فِي الْعَشْرِ أَيْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ قَالَ: لَا تُؤَخَّرُ السُّنَّةُ، وَقَدْ وَرَدَ ذَلِكَ، وَلَا يَجِبُ التَّأْخِيرُ اهـ وَمِمَّا وَرَدَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَأَرَادَ بَعْضُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَأْخُذَنَّ شَعْرًا وَلَا يُقَلِّمَنَّ ظُفُرًا»، فَهَذَا مَحْمُولٌ عَلَى النَّدْبِ دُونَ الْوُجُوبِ بِالْإِجْمَاعِ، فَظَهَرَ قَوْلُهُ: وَلَا يَجِبُ التَّأْخِيرُ إِلَّا أَنَّ نَفْيَ الْوُجُوبِ لَا يُنَافِي الِاسْتِحْبَابَ فَيَكُونُ مُسْتَحَبًّا إِلَّا إِنِ اسْتَلْزَمَ

الزِّيَادَةَ عَلَى وَقْتِ إِبَاحَةِ التَّأْخِيرِ وَنِهَايَتُهُ مَا دُونَ الْأَرْبَعِينَ فَلَا يُبَاحُ فَوْقَهَا. (باب العيدين)
(قَوْلُهُ: وَكُرِهَ تَرْكُهُ) أَيْ تَحْرِيمًا؛ لِقَوْلِ «الْمُجْتَبَى»: وَلَا عُذْرَ فِيمَا وَرَاءَ الْأَرْبَعِينَ وَيَسْتَحِقُّ الْوَعِيدَ اهـ، وَفِي «أَبِي السُّعُودِ» عَنْ «شَرْحِ الْمَشَارِقِ» لِابْنِ مَلَكٍ رَوَى مُسْلِمٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: «وُقِّتَ لَنَا فِي تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَقَصِّ الشَّارِبِ وَنَتْفِ الْإِبِطِ أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً»، وَهُوَ مِن الْمُقَدَّرَاتِ الَّتِي لَيْسَ لِلرَّأْيِ فِيهَا مَدْخَلٌ فَيَكُونُ كَالْمَرْفُوعِ.

قربانی

واجب ہونے کی شرائط اور نصاب

فہرست:

قربانی واجب ہونے کی شرائط:

یہ بات واضح رہے کہ شریعت نے قربانی کی عبادت ہر مسلمان پر واجب قرار نہیں دی ہے، بلکہ اس کے لیے کچھ مخصوص شرائط رکھی ہیں، ان شرائط کے پائے جانے کے بعد ہی قربانی واجب ہوتی ہے۔ ذیل میں یہ شرائط ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ مسلمان ہونا:

قربانی واجب ہونے کے لیے صاحبِ ایمان ہونا ضروری ہے کیوں کہ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلم کی قربانی قبول ہی نہیں ہوتی، اس لیے کہ اعمال کی قبولیت کی شرائط میں سے بنیادی شرط ایمان ہے۔

2۔ بالغ ہونا:

قربانی واجب ہونے کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے کہ صرف بالغ ہی پر قربانی واجب ہوتی ہے، اس لیے نابالغ پر قربانی واجب نہیں اگرچہ اس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال موجود ہو، اور یہی بات راجح اور مفتیٰ بہ ہے۔ اگرچہ بعض مشایخ کرام کے نزدیک اگر نابالغ صاحبِ نصاب ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے، لیکن یہ قول راجح نہیں ہے۔

نابالغ پر قربانی واجب ہونے کی تفصیل:

1۔ راجح اور مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ قربانی واجب ہونے کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے، اس لیے نابالغ کی ملکیت میں اگر نصاب کے برابر رقم موجود ہو تب بھی اس پر قربانی واجب نہیں ہوتی، اسی طرح والد کے ذمے بھی یہ واجب نہیں کہ وہ اپنے مال میں سے اپنی صاحبِ نصاب نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرے۔

2۔ اگر والد اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی نفلی قربانی کرنا چاہے تو یہ جائز ہے بلکہ بعض اہلِ علم نے اس کو مستحب قرار دیا ہے۔

3۔ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ والد کو اپنے صاحبِ نصاب نابالغ بچے کے مال میں سے اس کی طرف سے قربانی کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، البتہ اگر والد نے اپنے صاحبِ نصاب نابالغ بچے کے مال میں سے اس کی طرف سے قربانی کی تو ایسی صورت میں والد کے لیے اس کا گوشت نہ تو خود کھانا جائز ہے، نہ تقسیم کرنا جائز ہے اور نہ ہی بچے کے علاوہ کسی اور کو کھلانا جائز ہے، کیوں کہ نابالغ کے مال میں ایسا تصرّف کرنا جائز نہیں، اسی طرح اس گوشت کو صدقہ کرنا بھی جائز نہیں کیوں کہ نابالغ کے مال کو صدقہ کرنا جائز نہیں، بلکہ ایسی صورت میں صرف وہ نابالغ بچہ ہی اپنی قربانی کے گوشت کو کھا سکتا ہے، اس لیے اس کے لیے وہ گوشت ذخیرہ کردیا جائے، البتہ اگر وہ بچہ سارا گوشت کھانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ جس قدر گوشت کھانے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسی قدر اس کے لیے ذخیرہ کردیا جائے، جبکہ باقی گوشت کو ایسی چیزوں کے عوض فروخت کردیا جائے جن کو باقی رکھتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو اور وہ بچے کے استعمال میں آئیں جیسے گوشت کے عوض اس کے لیے جوتے، کپڑے وغیرہ خریدے جائیں۔ واضح رہے کہ اس بقیہ گوشت کو رقم کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں اور نہ ہی ایسی چیزوں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے جنھیں باقی رکھتے ہوئے فائدہ نہ اٹھایا جاتا ہو بلکہ ان سے فائدہ اٹھانے سے وہ ختم ہو جاتے ہوں، جیسے اس گوشت کے عوض کھانے پینے کی چیزیں خریدنا ناجائز ہے۔

• الدر المختار:

(عَنْ نَفْسِهِ لَا عَنْ طِفْلِهِ) عَلَى الظَّاهِرِ، بِخِلَافِ الْفِطْرَةِ ..... (وَيُضَحِّي عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ مِنْ مَالِهِ) صَحَّحَهُ فِي «الْهِدَايَةِ» (وَقِيلَ: لَا) صَحَّحَهُ فِي «الْكَافِي». قَالَ: وَلَيْسَ لِلْأَبِ أَنْ يَفْعَلَهُ مِنْ مَالِ طِفْلِهِ، وَرَجَّحَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ. قُلْت: وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ لِمَا فِي مَتْنِ «مَوَاهِبِ الرَّحْمَنِ» مِنْ أَنَّهُ أَصَحُّ مَا يُفْتَى بِهِ. وَعَلَّلَهُ فِي «الْبُرْهَانِ» بِأَنَّهُ إنْ كَانَ الْمَقْصُودُ الْإِتْلَافُ فَالْأَبُ لَا يَمْلِكُهُ فِي مَالِ وَلَدِهِ كَالْعِتْقِ، أَوِ التَّصَدُّقِ بِاللَّحْمِ، فَمَالُ الصَّبِيِّ لَا يَحْتَمِلُ صَدَقَةَ التَّطَوُّعِ، وَعَزَاهُ لِـ«الْمَبْسُوطِ» فَلْيُحْفَظْ. ثُمَّ فَرَّعَ عَلَى الْقَوْلِ الْأَوَّلِ بِقَوْلِهِ: (وَأَكَلَ مِنْهُ الطِّفْلُ) وَادَّخَرَ لَهُ قَدْرَ حَاجَتِهِ (وَمَا بَقِيَ يُبَدَّلُ بِمَا يَنْتَفِعُ) الصَّغِيرُ (بِعَيْنِهِ) كَثَوْبٍ وَخُفٍّ لَا بِمَا يُسْتَهْلَكُ كَخُبْزٍ وَنَحْوِهِ ابْنُ كَمَالٍ، وَكَذَا

الْجَدُّ وَالْوَصِيُّ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: لَا عَنْ طِفْلِهِ) أَيْ مِنْ مَالِ الْأَبِ، ط. (قَوْلُهُ: عَلَى الظَّاهِرِ) قَالَ فِي «الْخَانِيَّةِ»: فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ وَلَا يَجِبُ، بِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ. وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ: يَجِبُ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ وَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ الَّذِي لَا أَب لَهُ، وَالْفَتْوَى عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ اهـ ...... (قَوْلُهُ: وَيُضَحِّي عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ مِنْ مَالِهِ) أَيْ مَالِ الصَّغِيرِ وَمِثْلُهُ الْمَجْنُونُ. قَالَ فِي «الْبَدَائِعِ»: وَأَمَّا الْبُلُوغُ وَالْعَقْلُ فَلَيْسَا مِنْ شَرَائِطِ الْوُجُوبِ فِي قَوْلِهِمَا، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ مِنْ الشَّرَائِطِ حَتَّى لَا تَجِبَ التَّضْحِيَةُ فِي مَالِهِمَا لَوْ مُوسِرَيْنِ، وَلَا يَضْمَنُ الْأَبُ أَوْ الْوَصِيُّ عِنْدَهُمَا، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ: يَضْمَنُ. ..... (قَوْلُهُ: صَحَّحَهُ فِي «الْهِدَايَةِ») حَيْثُ قَالَ: وَالْأَصَحُّ أَنْ يُضَحِّيَ مِنْ مَالِهِ. فَقَوْلُ ابْنِ الشِّحْنَةِ إنَّهُ فِي «الْهِدَايَةِ» لَمْ يُصَحِّحْ شَيْئًا بَلْ مُقْتَضَى صَنِيعِهِ تَرْجِيحُ عَدَمِ الْوُجُوبِ فِيهِ نَظَرٌ، وَلَعَلَّهُ سَاقِطٌ مِنْ نُسْخَتِهِ. (قَوْلُهُ: قُلْت وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ) وَاخْتَارَهُ فِي «الْمُلْتَقَى» حَيْثُ قَدَّمَهُ، وَعَبَّرَ عَنِ الْأَوَّلِ بِـ«قِيلَ»، وَرَجَّحَهُ الطَّرَسُوسِيُّ بِأَنَّ الْقَوَاعِدَ تَشْهَدُ لَهُ، وَلِأَنَّهَا عِبَادَةٌ، وَلَيْسَ الْقَوْلُ بِوُجُوبِهَا أَوْلَى مِنَ الْقَوْلِ بِوُجُوبِ الزَّكَاةِ فِي مَالِهِ. (قَوْلُهُ: بِمَا يَنْتَفِعُ بِعَيْنِهِ) ظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ بِدَرَاهِمَ ثُمَّ يَشْتَرِي بِهَا مَا ذُكِرَ، ط، وَيُفِيدُهُ مَا نَذْكُرُهُ عَنِ «الْبَدَائِعِ». (قَوْلُهُ: وَكَذَا الْجَدُّ وَالْوَصِيُّ) أَيْ كَالْأَبِ فِي جَمِيعِ مَا ذُكِرَ. .... (قوله: وَمِنْ مَالِ طِفْلٍ إلَخْ) حَاصِلُهُ أَنَّ الصَّحِيحَ عَدَمُ وُجُوبِهَا فِي مَالِ الطِّفْلِ، وَلَا يَجِبُ عَلَى الْأَبِ فِي حَقِّ طِفْلِهِ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْهُ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَمَا مَرَّ مَبْسُوطًا. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

- مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر:

(وَإِنَّمَا تَجِبُ) التَّضْحِيَةُ .... (عَلَى حُرٍّ) ...... (عَنْ نَفْسِهِ) يَتَعَلَّقُ بِقَوْلِهِ: «تَجِبُ»؛ لِأَنَّهُ أَصْلٌ فِي الْوُجُوبِ عَلَيْهِ (لَا عَنْ طِفْلِهِ) أَيْ أَوْلَادِهِ الصِّغَارِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ؛ لِكَوْنِهَا قُرْبَةً مَحْضَةً فَلَا تَجِبُ عَلَى الْغَيْرِ بِسَبَبِ الْغَيْرِ. (وَقِيلَ) أَيْ فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنِ الْإِمَامِ (تَجِبُ عَنْهُ) أَيْ عَنِ الطِّفْلِ (أَيْضًا) أَيْ كَنَفْسِهِ؛ لِكَوْنِهَا قُرْبَةً مَالِيَّةً، وَالطِّفْلُ فِي مَعْنَى نَفْسِهِ فَيَلْحَقُ بِهِ كَمَا فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ. (وَقِيلَ: يُضَحِّي عَنْهُ) أَيْ عَنِ الطِّفْلِ (أَبُوهُ أَوْ وَصِيُّهُ مِنْ مَالِهِ) إنْ كَانَ لَهُ مَالٌ (فَيُطْعِمُ) الطِّفْلَ (مِنْهَا مَا أَمْكَنَ) الْإِطْعَامُ بِقَدْرِ الْحَاجَةِ (وَيَسْتَبْدِلُ بِالْبَاقِي مَا يَنْتَفِعُ بِهِ مَعَ بَقَائِهِ) كَالثَّوْبِ وَالْخُفِّ فَلَا

يَسْتَبْدِلُ بِمَا يَنْتَفِعُ بِهِ بِالِاسْتِهْلَاكِ كَالْخُبْزِ وَالْإِدَامِ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَ هُوَ إِرَاقَةُ الدَّمِ فَالتَّصَدُّقُ بِاللَّحْمِ تَبَرُّعٌ، وَهُوَ لَا يَجْرِي فِي مَالِ الصَّبِيِّ، فَيَنْبَغِي أَنْ يُطْعِمَ الطِّفْلَ وَيَدَّخِرَ لَهُ وَيَسْتَبْدِلَ الْبَاقِي بِالْأَشْيَاءِ الَّتِي يَنْتَفِعُ الطِّفْلُ بِهَا مَعَ بَقَاءِ أَعْيَانِهَا اعْتِبَارًا بِجِلْدِ الْأُضْحِيَّةِ. وَفِي «الْهِدَايَةِ»: وَإِنْ كَانَ لِلصَّغِيرِ مَالٌ يُضَحِّي عَنْهُ أَبُوهُ أَوْ وَصِيُّهُ مِنْ مَالِهِ عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: مِنْ مَالِ نَفْسِهِ لَا مِنْ مَالِ الصَّغِيرِ. فَالْخِلَافُ فِي هَذَا كَالْخِلَافِ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، وَقِيلَ: لَا تَجُوزُ التَّضْحِيَةُ مِنْ مَالِهِ الصَّغِيرِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا؛ لِمَا قَرَّرْنَاهُ قُبَيْلَهُ، وَالْأَصَحُّ أَنْ يُضَحِّيَ مِنْ مَالِهِ يَأْكُلُ مِنْهُ مَا أَمْكَنَهُ وَيَبْتَاعُ بِمَا بَقِيَ مَا يَنْتَفِعُ بِعَيْنِهِ. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

3۔ عاقل ہونا:

قربانی واجب ہونے کے لیے عاقل ہونا ضروری ہے کیوں کہ مجنون پر قربانی واجب نہیں اگرچہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔

4۔ مقیم ہونا:

قربانی واجب ہونے کے لیے مقیم ہونا ضروری ہے کیوں کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں اگرچہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔

وضاحت:

شرعی اعتبار سے مسافر سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے مقام سے 48 میل (یعنی 77.25 کلو میٹر) یا اس سے زیادہ مسافت کے سفر پر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ مدت رہنے کی نیت نہ کی ہو۔ اس کی مزید تفصیل کا یہ موقع نہیں، اس کے لیے متعلقہ کتب کی طرف رجوع کر لیا جائے۔

مسئلہ:

اگر کوئی مسافر قربانی کے تین دنوں میں مقیم ہو گیا اور وہ صاحبِ نصاب بھی تھا تو اس پر قربانی واجب ہو گی، اسی طرح اگر کوئی صاحبِ نصاب مقیم شخص قربانی ہی کے ایام میں مسافر ہو جائے تو اس کے ذمہ قربانی

واجب نہیں رہی، اگر ایسی صورتحال میں وہ جانور خرید کر لایا تھا تو اس کے لیے وہ جانور فروخت کر کے اس کی رقم اپنے استعمال میں لانا درست ہے۔

5۔ صاحبِ نصاب ہونا:

قربانی واجب ہونے کے لیے صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے کیوں کہ جو شخص صاحبِ نصاب نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں۔

خلاصہ:

قربانی ہر اُس مسلمان پر واجب ہے جو عاقل، بالغ، مقیم اور صاحبِ نصاب ہو چاہے مرد ہو یا عورت۔

(ردالمحتار، فتاویٰ عالمگیری، مبسوط السرخسی، جواہر الفقہ، فتاویٰ محمودیہ)

مسئلہ:

اگر مسافر اور غیر صاحبِ نصاب شخص بخوشی نفلی قربانی کرنا چاہیں تو بھی درست ہے۔ (ردالمحتار)

- الدر المختار میں ہے:

وَشَرْعًا: (ذَبْحُ حَيَوَانٍ مَخْصُوصٍ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ فِي وَقْتٍ مَخْصُوصٍ. وَشَرَائِطُهَا: الْإِسْلَامُ وَالْإِقَامَةُ وَالْيَسَارُ الَّذِي يَتَعَلَّقُ بِهِ) وُجُوبُ (صَدَقَةِ الْفِطْرِ) كَمَا مَرَّ (لَا الذُّكُورَةُ فَتَجِبُ عَلَى الْأُنْثَى) خَانِيَّةٌ .... (فَتَجِبُ) التَّضْحِيَةُ: أَيْ إرَاقَةُ الدَّمِ مِن النَّعَمِ عَمَلًا لَا اعْتِقَادًا بِقُدْرَةٍ مُمْكِنَةٍ .... (عَلَى حُرٍّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ) بِمِصْرٍ أَوْ قَرْيَةٍ أَوْ بَادِيَةٍ، «عَيْنِيٌّ»، فَلَا تَجِبُ عَلَى حَاجٍّ مُسَافِرٍ، فَأَمَّا أَهْلُ مَكَّةَ فَتَلْزَمُهُمْ وَإِنْ حَجُّوا، وَقِيلَ: لَا تَلْزَمُ الْمُحْرِمَ، «سِرَاجٌ»، (مُوسِرٌ) يَسَارَ الْفِطْرَةِ (عَنْ نَفْسِهِ، لَا عَنْ طِفْلِهِ) عَلَى الظَّاهِرِ، بِخِلَافِ الْفِطْرَةِ (شَاةٌ) بِالرَّفْعِ بَدَلٌ مِنْ ضَمِيرِ تَجِبُ أَوْ فَاعِلِهِ (أَوْ سُبْعُ بَدَنَةٍ) هِيَ الْإِبِلُ وَالْبَقَرُ، سُمِّيَتْ بِهِ؛ لِضَخَامَتِهَا، وَلَوْ لِأَحَدِهِمْ أَقَلُّ مِنْ سُبْعٍ لَمْ يُجْزِ عَنْ أَحَدٍ، وَتُجْزِي عَمَّا دُونَ سَبْعَةٍ بِالْأَوْلَى (فَجْرَ) نُصِبَ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ (يَوْمَ النَّحْرِ إلَى آخِرِ أَيَّامِهِ) وَهِيَ ثَلَاثَةٌ أَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا. (وَيُضَحِّي عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ مِنْ مَالِهِ) صَحَّحَهُ فِي «الْهِدَايَةِ» (وَقِيلَ: لَا) صَحَّحَهُ فِي «الْكَافِي». قَالَ: وَلَيْسَ لِلْأَبِ أَنْ يَفْعَلَهُ مِنْ مَالِ طِفْلِهِ، وَرَجَّحَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ.

قُلْت: وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ لِمَا فِي مَتْنِ مَوَاهِبِ الرَّحْمَنِ مِنْ أَنَّهُ أَصَحُّ مَا يُفْتَى بِهِ.

- ردالمحتار میں ہے:

فَالْمُسَافِرُ لَا تَجِبُ عَلَيْهِ وَإِنْ تَطَوَّعَ بِهَا أَجْزَأَتْهُ عَنْهَا، وَهَذَا إذَا سَافَرَ قَبْلَ الشِّرَاءِ، فَإِنَّ الْمُشْتَرِيَ شَاةً لَهَا ثُمَّ سَافَرَ فَفِي الْمُنْتَقَى أَنَّهُ يَبِيعُهَا وَلَا يُضَحِّي بِهَا أَيْ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ ذَلِكَ، وَكَذَا رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَمِن الْمَشَايِخِ مَنْ فَصَّلَ فَقَالَ: إنْ كَانَ مُوسِرًا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ وَإِلَّا يَنْبَغِي أَنْ يَجِبَ عَلَيْهِ وَلَا تَسْقُطُ بِسَفَرِهِ، وَإِنْ سَافَرَ بَعْدَ دُخُولِ الْوَقْتِ قَالُوا: يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْجَوَابُ كَذَلِكَ اهـ. ط عَن «الْهِنْدِيَّةِ»، وَمِثْلُهُ فِي «الْبَدَائِعِ».

- فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

موسر اشترى شاة للأضحية في أول أيام النحر فلم يضح حتى افتقر قبل مضي أيام النحر أو أنفق حتى انتقص النصاب سقطت عنه الأضحية خ وإن افتقر بعد ما مضت أيام النحر كان عليه أن يتصدق بعينها أو بقيمتها ولا يسقط عنه الأضحية .... فإن سافر قبل أيام النحر باعها وسقطت عنه الأضحية بالمسافرة.

(فصل في صفة الأضحية و وقت وجوبها و من تجب عليه)

قربانی صرف صاحبِ نصاب پر واجب ہے!

ماقبل میں مذکور آخری شرط نمبر 5 سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قربانی ہر شخص پر واجب نہیں، بلکہ اس کے لیے شریعت نے ایک خاص نصاب مقرر فرمایا ہے، جس شخص کے پاس اُس نصاب کے برابر مال ہو اس کو صاحبِ نصاب کہتے ہیں، صرف اسی پر قربانی واجب ہے، اور جو شخص صاحبِ نصاب نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے قربانی کے نصاب سے واقفیت حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں، آجکل بہت سے حضرات اس کی فکر نہیں کرتے، یہ قابلِ اصلاح بات ہے۔

قربانی واجب ہونے کا اجمالی نصاب:

1۔ جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے۔

2۔ قربانی کا نصاب وہی ہے جو صدقۃ الفطر کا ہے یعنی قربانی میں انھی اموال کا حساب لگایا جاتا ہے جن کا صدقۃ الفطر میں حساب لگایا جاتا ہے، اس لیے جس شخص کے پاس صدقۃ الفطر کا نصاب موجود ہے اس پر قربانی واجب ہے۔ تفصیل آگے ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَأَمَّا شَرَائِطُ الْوُجُوبِ منها: الْيَسَارُ وهو ما يَتَعَلَّقُ بِهِ وُجُوبِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ دُونَ ما يَتَعَلَّقُ بِهِ وُجُوبُ الزَّكَاةِ. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ: الْبَابُ الْأَوَّلُ)

قربانی کا تفصیلی نصاب بیان کرنے سے پہلے ایک اہم نکتے کی وضاحت ضروری ہے، ملاحظہ فرمائیں:

زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا اِزالہ

ہمارے معاشرے میں عمومی طور پر زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق درج ذیل غلط فہمیاں رائج ہیں:

1۔ بہت سے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، گویا کہ ان

کے نزدیک زکوٰۃ کا مستحق ہونے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہو۔

2۔اسی طرح بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے تو صرف اسی پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے،اور جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس پر صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب نہیں۔

یاد رہے کہ یہ واضح غلط فہمیاں ہیں، کیوں کہ نصاب کو دیکھتے ہوئے زکوٰۃ کے معاملے میں مسلمانوں کے تین طبقات ہیں:

زکوٰۃ کے نصاب کے اعتبار سے مسلمانوں کے تین طبقات:

- پہلا وہ طبقہ جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔
- دوسرا وہ طبقہ جن کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔
- تیسرا وہ طبقہ جن پر زکوٰۃ فرض بھی نہیں اور ان کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق مسلمانوں میں تین طبقے پائے جاتے ہیں:

پہلا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

حکم: ان کے ذمّے زکوٰۃ بھی فرض ہے، اور اگر صدقۃ الفطر اور قربانی کے ایام میں یہ نصاب موجود ہو تو ان کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہیں۔

دوسرا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہیں ہوتا، اور صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب بھی نہیں ہوتا۔

حکم: ان کے ذمّے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی میں سے کوئی حکم بھی لازم نہیں ہوتا، یہی وہ طبقہ ہے جن کو زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور صدقاتِ واجبہ دینا جائز ہے۔

تیسرا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہیں ہوتا البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

حکم: ان کے ذمّے زکوٰۃ تو فرض نہیں البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہیں، یہ وہ طبقہ ہے کہ ان کے لیے بھی زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

قربانی اور زکوٰۃ کے نصاب میں فرق:

قربانی اور زکوٰۃ کے نصاب میں فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ میں تو صرف چار چیزوں یعنی سونا، چاندی، رقم اور سامانِ تجارت کا اعتبار کیا جاتا ہے، جبکہ قربانی میں ان چار چیزوں کے علاوہ ضرورت سے زائد سامان اور مال کا بھی حساب کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان چار چیزوں کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو زکوٰۃ کا نصاب کہا جاتا ہے، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد سامان کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو قربانی کا نصاب کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ قربانی اور صدقہ الفطر کا نصاب ایک ہی ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ احکام ثابت ہوتے ہیں:

1۔ جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب موجود ہے تو اس کے ذمّے زکوٰۃ بھی فرض ہے اور اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہے، اور ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔

2۔ جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہ ہو لیکن صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں البتہ اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

3۔ زکوٰۃ صرف اسی شخص کو دینا جائز ہے جس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہ ہو اور صدقۃ الفطر کا نصاب بھی نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ دیتے وقت صرف یہ دیکھنا کافی نہیں کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں، بلکہ زکوٰۃ دیتے وقت یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس کے پاس صدقۃ الفطر اور قربانی جتنا نصاب ہے یا نہیں۔

خلاصہ:

جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر تو قربانی واجب ہے ہی لیکن جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہ ہو البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب موجود ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

امید ہے کہ ان اُصولی باتوں سے متعدد غلط فہمیوں کا اِزالہ ہو سکے گا۔

- الجوہرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَلَا يَجُوزُ دَفْعُ الزَّكَاةِ إلَى مَنْ يَمْلِكُ نِصَابًا مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ) سَوَاءٌ كَانَ النِّصَابُ نَامِيًا أَوْ غَيْرَ نَامٍ، حَتَّى لَوْ كَانَ لَهُ بَيْتٌ لَا يَسْكُنُهُ يُسَاوِي مِائَتَيْ دِرْهَمٍ لَا يَجُوزُ صَرْفُ الزَّكَاةِ إلَيْهِ، وَهَذَا النِّصَابُ الْمُعْتَبَرُ فِي وُجُوبِ الْفِطْرَةِ وَالْأُضْحِيَّةِ، قَالَ فِي «الْمَرْغِينَانِيِّ»: إذَا كَانَ لَهُ خَمْسٌ مِن الْإِبِلِ قِيمَتُهَا أَقَلُّ مِنْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ يَحِلُّ لَهُ الزَّكَاةُ وَتَجِبُ عَلَيْهِ، وَلِهَذَا يَظْهَرُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ نِصَابُ النَّقْدِ مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ بَلَغَ نِصَابًا مِنْ جِنْسِهِ أَوْ لَمْ يَبْلُغْ، وَقَوْلُهُ: إلَى مَنْ يَمْلِكُ نِصَابًا بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ النِّصَابُ فَاضِلًا عَنْ حَوَائِجِهِ الْأَصْلِيَّةِ.

یہ اصولی باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے تاکہ بعد میں ذکر کیے جانے والے مسائل سمجھنے میں سہولت رہے۔

قربانی کا تفصیلی نصاب:

بنیادی طور پر قربانی پانچ چیزوں پر واجب ہوتی ہے، جن کو اموالِ قربانی کہا جاتا ہے:

1۔ سونا۔

2۔ چاندی۔

3۔ سامانِ تجارت۔

4۔ رقم۔

5۔ ضرورت سے زائد اشیاء اور سامان۔

ان پانچ چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل صورتوں میں قربانی واجب ہوتی ہے:

1۔ جس شخص کے پاس صرف سونا ہو، باقی چار چیزوں (یعنی چاندی، رقم، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان) میں سے کچھ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ (یعنی 87.84 گرام)

سونا ہے، جو سونا اس سے کم ہو اس پر قربانی واجب نہیں۔

2۔ جس شخص کے پاس ان پانچ چیزوں میں سے صرف چاندی، یا صرف سامانِ تجارت، یا صرف رقم ہو تو ایسی صورت میں ان میں سے ہر ایک کا نصاب ساڑھے باون تولہ (یعنی 612.36 گرام) چاندی ہے۔ جو چاندی ساڑھے باون تولے سے کم ہو، اسی طرح جو سامانِ تجارت یا رقم ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

3۔ جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

4۔ جس شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو، لیکن ساتھ ساتھ اس کے پاس کچھ چاندی یا کچھ سامانِ تجارت یا کچھ رقم بھی ہو تو اس صورت میں اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو ان پر قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

5۔ کسی شخص کے پاس یہ پانچوں چیزیں (یعنی سونا، چاندی، سامانِ تجارت، رقم اور ضرورت سے زائد سامان) ہوں یا ان میں سے بعض ہوں لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی اپنے نصاب تک نہیں پہنچتی ہو تو اس صورت میں ان کو ملا کر ان کی مجموعی قیمت کا حساب لگایا جائے گا، اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو اس شخص پر قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

6۔ جس شخص کے پاس کچھ سونا یا کچھ رقم ہو اور ساتھ میں ضرورت سے زائد سامان بھی ہو اور ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

(جواہر الفقہ، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل از حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم)

نصاب سے متعلق مزید تفصیلات اور وضاحتیں آئندہ کی قسطوں میں ذکر ہوں گی ان شاءاللہ۔

فائدہ: زیرِ نظر کتاب میں قربانی کے نصاب کی متعدد صورتوں میں ساڑھے باون تولہ چاندی کو معیار بنایا گیا ہے جیسا کہ اکثر اہلِ علم حضرات کا اسی پر فتویٰ ہے۔

قربانی واجب ہونے کے لیے کس وقت صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے؟

قربانی واجب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص قربانی کے تین دنوں (یعنی 10، 11 اور 12 ذوالحجہ) میں صاحبِ نصاب ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کے ان تین دنوں سے پہلے صاحبِ نصاب تھا یا ان تین دنوں کے بعد صاحبِ نصاب بنا لیکن قربانی کے ان تین دنوں میں صاحبِ نصاب نہیں تھا تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں۔ اور یہ واضح رہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کے تین دنوں میں 12 ذوالحجہ کے سورج غروب ہونے سے پہلے کسی بھی وقت صاحبِ نصاب بن جائے تو اس پر قربانی واجب ہوگی، ایسی صورت میں اگر قربانی کے ایام میں جانور ذبح کرنے کا موقع نہیں ملا تو قربانی کے ایام ختم ہونے کے بعد اب درمیانے درجے کے بکرے یا دنبے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اگر جانور خریدنے کے باوجود بھی قربانی کے ایام میں قربانی نہ کر سکا تو اب اسی جانور کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (المحیط البرہانی، بدائع الصنائع، رد المحتار، فتاویٰ رحیمیہ)

- جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:

فَصْلٌ: وَأَمَّا وَقْتُ الْوُجُوبِ فَأَيَّامُ النَّحْرِ فَلَا تَجِبُ قبل دُخُولِ الْوَقْتِ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَاتِ الموقتة لَا تَجِبُ قبل أَوْقَاتِهَا كَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَنَحْوِهِمَا، وَأَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ: يَوْمُ الْأَضْحَى وهو الْيَوْمُ الْعَاشِرُ من ذِي الْحِجَّةِ وَالْحَادِي عَشَرَ وَالثَّانِي عَشَرَ وَذَلِكَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ من الْيَوْمِ الْأَوَّلِ إلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ من الثَّانِي عَشَرَ .... فإذا طَلَعَ الْفَجْرُ من الْيَوْمِ الْأَوَّلِ فَقَدْ دخل وَقْتُ الْوُجُوبِ فَتَجِبُ عِنْدَ اسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِ الْوُجُوبِ.

اَموالِ قُربانی

سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات

فہرست:

- سونے اور چاندی سے متعلق وضاحت۔
- رقم یعنی نقدی سے متعلق وضاحت۔
- مالِ تجارت سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات۔
- ضرورت سے زائد سامان سے متعلق وضاحت۔

اموالِ قربانی سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات

ماقبل میں جو پانچ اموالِ قربانی یعنی سونا، چاندی، رقم، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان، اور ان کے نصاب کا ذکر ہوا، ذیل میں ان سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات ذکر کی جاتی ہیں۔

سونے اور چاندی سے متعلق وضاحت

سونا اور چاندی بہر صورت نصاب میں شمار کیے جائیں گے:

سونا اور چاندی کو درج ذیل تمام صورتوں میں قربانی کے نصاب میں شمار کیا جائے گا:

- سونا اور چاندی زیورات کی شکل میں ہوں۔
- سونا اور چاندی کے زیورات چاہے استعمال کے لیے ہوں یا ویسے ہی رکھے رہتے ہوں۔
- سونا اور چاندی ڈلی یا برتنوں یا کسی بھی شکل میں ہوں۔
- سونا اور چاندی تجارت کے لیے ہوں یا اپنے پاس رکھنے کے لیے ہوں۔ (ردالمحتار، فتاویٰ ہندیہ)

رقم یعنی نقدی سے متعلق وضاحت

ذاتی ملکیت میں موجود رقم پر قربانی واجب ہونے کی تفصیل:

کسی شخص کی ملکیت میں جتنی بھی رقم ہو چاہے اپنے پاس موجود ہو، یا بینک اکاؤنٹ میں ہو، یا کسی کے پاس امانت رکھوائی ہو یا کسی اور کو قرض دی ہو، یا جہاں کہیں بھی ہو؛ سب پر قربانی کا حکم لاگو ہوگا یعنی ان کو قربانی کے نصاب میں شامل کیا جائے گا، اگر یہ رقم بذاتِ خود یا دیگر اموالِ قربانی کے ساتھ ملا کر نصاب تک پہنچے تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

رقم سے متعلق ایک غلط فہمی کا اِزالہ:

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ بعض لوگوں کے ذہن میں رقم کا بہت ہی محدود تصور ہے کہ ان کے

نزدیک رقم اگر اپنے پاس ہو یا بینک اکاؤنٹ میں ہو یا کسی اور کے پاس امانت رکھوائی ہو؛ صرف اسی کو قربانی کے نصاب میں شمار کیا جائے گا، حالاں کہ یہ غلط فہمی ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے تاکہ معلوم ہو کہ رقم کے موجود یا محفوظ ہونے کی کون کون سی صورتیں آجکل رائج ہیں:

- اپنی ملکیت میں موجود ملکی اور غیر ملکی کرنسی۔
- حج یا عمرہ کرنے، مکان بنوانے، گاڑی خریدنے یا شادی بیاہ وغیرہ کے لیے جمع کی گئی رقم۔
- کسی کو قرض کے طور پر دی ہوئی رقم جس کے ملنے کی امید ہو بھلے تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو۔
- وہ رقم جو کسی کے ذمّے ادھار ہو جس کے ملنے کی امید ہو بھلے تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو۔
- بینک اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقم۔
- ایزی پیسہ جیسے اکاؤنٹس میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔
- انشورنس یعنی بیمہ پالیسی میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔
- پرائز بانڈ کی اصل رقم۔
- ذاتی یا مشترکہ کاروبار جیسے شرکت و مضاربت وغیرہ میں لگائی گئی رقم۔
- کاروبار میں نفع کے طور پر حاصل ہونے والی رقم۔
- نوکری اور ملازمت سے ملنے والی تنخواہ کی رقم۔
- کمیٹی یعنی بی سی میں جمع کرائی گئی رقم جبکہ بی سی اب تک وصول نہ ہوئی ہو۔
- بچت سرٹیفیکیٹ جیسے NIT, NDFC, FEBC میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔

اس طرح کی بہت سی صورتیں رائج ہیں، اس لیے ان تمام صورتوں میں موجود رقم کا بھی قربانی کے نصاب میں حساب لگایا جائے گا۔

فائدہ: مذکورہ صورتوں میں جن رقوم کا تعلق قرض اور ادھار کے ساتھ ہے ان کی تفصیل مستقل عنوان کے تحت ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

کیا رقم پر قربانی واجب ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری ہے؟

رقم ان اموال میں سے ہے جن پر قربانی کا حکم لاگو ہوتا ہے، البتہ اس سے متعلق یہ وضاحت ضروری ہے کہ رقم پر قربانی کا حکم لاگو ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رقم پر قربانی کا حکم اس وقت لاگو ہوتا ہے جب وہ ضرورت سے زائد ہو، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد نہ ہو تو اس پر قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا، یہ ایک واضح غلطی ہے، اس لیے کہ راجح قول یہی ہے کہ رقم بہر صورت قربانی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، چاہے وہ آئندہ پیش آنے والے کسی بھی مقصد کے لیے رکھی گئی ہو۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو رقم شادی بیاہ کے لیے، حج وعمرہ کرنے یا گھر بنانے یا گاڑی وغیرہ خریدنے کے لیے جمع کی گئی ہو تو وہ بھی قربانی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، اسی طرح جو رقم گھر کے اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو وہ بھی قربانی کے نصاب میں شمار کی جائے گی۔ ذیل میں بطورِ مثال دو مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

مسئلہ ۱:

اس وضاحت سے یہ مسئلہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی خاتون کے پاس دو تولے سونا ہو اور ساتھ میں اس کے پاس کچھ رقم بھی ہو بھلے وہ رقم گھریلو یا ذاتی اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو اس رقم کو اس دو تولے سونے کے ساتھ ملا کر اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہے تو اس پر قربانی کا حکم لاگو ہوگا، ورنہ تو نہیں۔

مسئلہ ۲:

اسی طرح ایک شخص کی تنخواہ اتنی ہے کہ واجب الاداء رُقوم کو نکالنے کے بعد وہ ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہے تو تنخواہ لیتے ہی وہ شخص صاحبِ نصاب بن جاتا ہے اور قربانی کے ایام میں اس کے پاس یہ نصاب موجود ہو تو اس پر قربانی کا حکم لاگو ہو جاتا ہے۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ کہ رقم پر قربانی کا حکم لاگو ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری نہیں بلکہ رقم بہر صورت قربانی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، چاہے وہ کسی بھی مقصد کے لیے رکھی گئی ہو۔ البتہ قربانی کا حکم لاگو ہونے کے لیے قربانی کے دیگر احکام کی رعایت کی جائے گی۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں: فتاویٰ عثمانی جلد 2، نوادر الفقہ۔

- استاد محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم تفصیلی بحث کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

خلاصہ یہ کہ فقہائے حنفیہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ نقود ہر حال میں نصاب میں شامل ہوتے ہیں چاہے انھیں مستقبل کے نفقہ کے لیے رکھا گیا ہو۔ (فتاویٰ عثمانی جلد دوم صفحہ 78، طبع جدید ستمبر 2012)

فائدہ:

منہا یعنی منفی کیے جانے والے قرضوں اور واجب الاداء رقوم کی تفصیل مستقل عنوان کے تحت ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

مالِ تجارت سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات

ماقبل میں یہ بات ذکر ہوئی کہ مالِ تجارت بھی اموالِ قربانی میں سے ہے اور اگر یہ انفرادی طور پر یا دیگر اموالِ قربانی کے ساتھ مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتا ہو تو اس پر قربانی واجب ہوگی ورنہ تو نہیں۔ ذیل میں اس سے متعلق کچھ وضاحتیں اور تفصیلات ذکر کی جاتی ہیں۔

مالِ تجارت سے کیا مراد ہے؟

مالِ تجارت سے مراد ہر وہ مال ہے جو تجارت ہی کی حتمی نیت سے خریدا گیا ہو یعنی اسی لیے خریدا گیا ہو کہ اسے آگے فروخت کرنا ہے، چاہے فوری طور پر فروخت کرنے کا ارادہ ہو یا تاخیر سے، ایسے مال پر مالِ تجارت ہونے کی وجہ سے قربانی کا حکم لاگو ہوگا۔ مالِ تجارت کی یہ تعریف اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو مال فروخت کرنے کی حتمی نیت سے نہیں خریدا گیا ہو تو اس پر مالِ تجارت کے اعتبار سے قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا جیسے:

1۔ اگر وہ مال ایسا ہے کہ خریدتے وقت تجارت کی نیت نہیں تھی بلکہ بعد میں اس کو فروخت کرنے کی نیت بنی تو یہ مالِ تجارت کے زمرے میں نہیں آئے گا۔

2۔ اسی طرح اپنے پاس پہلے سے موجود کسی مال کو فروخت کرنے کا ارادہ ہوا تو اس کو بھی مالِ تجارت نہیں کہا جاسکتا۔

3۔ اسی طرح کسی چیز کو خریدتے وقت تجارت کی نیت تو نہ تھی لیکن یہ نیت تھی کہ اگر اچھا نفع مل رہا ہو تو فروخت کر دیں گے ورنہ تو رہنے دیں گے تو یہ بھی مالِ تجارت کے حکم میں نہیں آئے گا۔

ان تینوں صورتوں میں چوں کہ مالِ تجارت کی تعریف صادق نہیں آتی اس لیے ان صورتوں میں یہ مال مالِ تجارت میں شامل نہیں، اس لیے اس پر مالِ تجارت کے طور پر قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔

اگر تجارت کی نیت برقرار نہ رہے:

اگر مال خریدتے وقت تجارت یعنی فروخت کرنے کی نیت تھی لیکن بعد میں ارادہ تبدیل کر دیا اور فروخت کرنے کی نیت باقی نہ رہی تو ایسی صورت میں بھی مالِ تجارت کے اعتبار سے اس پر قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر بعد میں دوبارہ تجارت کی نیت بنی تب بھی یہ مالِ تجارت کے حکم میں داخل نہ ہوگا۔

یہ ساری تفصیل اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کیوں کہ اس سے ناواقفیت کے نتیجے میں مالِ تجارت سے متعلق قربانی کے مسائل سمجھ نہیں آئیں گے۔ واضح رہے کہ قربانی کے معاملے میں جب بھی مالِ تجارت کا ذکر آئے تو اس سے یہی مذکورہ تفصیل مراد ہوگی۔

تنبیہ:

1۔ تجارت چاہے چھوٹی سطح کی ہو یا بڑی سطح کی، چاہے تجارت کسی بھی چھوٹی یا بڑی چیز کی ہو، اسی طرح تجارت

چاہے گھر میں ہو، دکان میں ہو، فیکٹری میں ہو، دفاتر میں ہو،؛ بہر صورت مالِ تجارت پر قربانی کا حکم لاگو ہوگا۔ اسی لیے تجارتی اشیاء کی تفصیل ذکر کرنے کی حاجت نہیں، بس یہ اصولی بات سمجھ لینی چاہیے۔

2۔ مذکورہ تفصیل کے مطابق جن صورتوں میں جو مال یا سامان مالِ تجارت میں داخل نہ ہو تو اس میں مالِ تجارت ہونے کے اعتبار سے قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا البتہ اگر وہ باقی چار اموالِ قربانی جیسے سونا، چاندی، رقم یا ضرورت سے زائد مال یا سامان میں داخل ہو رہا ہے تو قربانی کے نصاب میں اس کا حساب لگایا جائے گا، البتہ اگر اموالِ قربانی میں داخل نہیں ہو رہا تو پھر اس پر قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔

نصاب میں مالِ تجارت کی قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے:

1۔ قربانی کے نصاب کے لیے مالِ تجارت کا حساب لگانے میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے نہ کہ قیمتِ خرید کا، اس لیے دکان، فیکٹری وغیرہ میں موجود کل مالِ تجارت کا قیمتِ فروخت کے اعتبار سے حساب لگائیں گے۔

2۔ جو مالِ تجارت تھوک کے حساب سے فروخت ہوتا ہے اُس میں تو تھوک کے حساب سے قیمت لگائی جائے گی، البتہ جو مالِ تجارت تھوک کے حساب سے فروخت نہیں کیا جاتا تو اس میں مناسب اور احتیاط پر مبنی صورت یہی ہے کہ کل مالِ تجارت میں سے ہر ہر چیز کی قیمتِ فروخت لگا کر حساب لگایا جائے، لیکن اگر ہر ایک کا الگ الگ حساب لگانا مشکل ہو تو یوں بھی درست ہے کہ وہ تمام مالِ تجارت اگر فروخت کرنا چاہیں تو کتنی رقم میں فروخت ہوگا، تو پھر اس اعتبار سے بھی قربانی کے نصاب کا حساب لگانا درست ہے۔

مشترکہ کاروبار میں قربانی کے نصاب کا حساب کس طرح لگایا جائے؟

1۔ مشترکہ کاروبار میں سرمایہ یعنی اصل رقم اور نفع کے تناسب سے قربانی کے نصاب کا حساب لگایا جائے گا کہ شرکاء میں سے ہر ایک کا جتنا سرمایہ اور نفع ہے تو اسی حساب سے ہر ایک پر قربانی کا حکم لاگو ہوگا۔

2۔ مضاربت یعنی وہ کاروبار جس میں ایک شریک کا مال ہوتا ہے جبکہ دوسرے شریک کی محنت ہوتی ہے اور اس کو اس کے عوض نفع کا ایک مخصوص حصہ ملتا ہے تو ایسی صورت میں اصل مالک پر تو سرمایہ کے اعتبار سے بھی

قربانی کا حکم لاگو ہوگا اور جس قدر نفع اس کے حصے میں آئے گا اس کو بھی قربانی کے نصاب میں شمار کیا جائے گا، جبکہ دوسرے شریک پر صرف اس کے نفع کے اعتبار سے قربانی کا حکم لاگو ہوگا۔

مالِ تجارت میں قربانی کا حساب کس طرح لگایا جائے؟

کاروبار میں قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت درج ذیل چیزوں کو جمع کیا جائے گا:

1۔ کل مالِ تجارت کی قیمتِ فروخت۔

2۔اپنی ملکیت میں موجود نقد رقم۔

3۔ کاروبار سے حاصل ہونے والا نفع۔

4۔لوگوں کے ذمہ ادھار رقم جس کے ملنے کی امید ہو، بھلے تاخیر ہی سے کیوں نہ ہو۔

ان چاروں اموال کو جمع کرکے ان میں سے اپنے ذمے ادھار اور واجب الاداء رقم کو منہا یعنی منفی کردیا جائے تو باقی بچنے والی رقم اگر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو قربانی واجب ہوگی ورنہ تو واجب نہیں ہوگی۔

ضرورت سے زائد سامان سے متعلق وضاحت

یہ بات پہلے بیان ہوچکی کہ قربانی کے نصاب میں ضرورت سے زائد مال اور سامان کا بھی حساب لگایا جاتا ہے، اور جو چیزیں ضرورت اور استعمال کی ہیں ان کو قربانی کے نصاب میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ چوں کہ بہت سے لوگ اس کی حقیقت اور تفصیلات سے ناواقف ہوتے ہیں اس لیے ذیل میں ضرورت اور ضرورت سے زائد سامان اور مال سے متعلق کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

ضرورت کی چیزیں:

جو چیزیں ضرورت اور استعمال کی ہیں ان کا تو اعتبار نہیں کیا جاتا جیسے: رہائشی مکان، پہننے کے کپڑے اور

جوتے، کھانے پینے کے برتن، ضرورت کی گاڑی، گھریلو ضرورت میں استعمال ہونے والی چیزیں جیسے سلائی اور دھلائی کی مشینیں، پنکھا، فرنیچر، فریج، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، موبائل فون، اسی طرح صنعت وحرفت یعنی پیشے، تجارت اور مزدوری کے آلات واوزار جیسے درزی کی سلائی مشینیں، فیکٹری کی مشینیں وغیرہ، یہ سب ضرورت کی چیزیں ہیں۔

فائدہ:

1۔ واضح رہے کہ ہر دور اور معاشرے کے حساب سے ضرورت کی چیزیں مختلف ہوتی رہتی ہیں، اس لیے اس معاملے میں دورِ حاضر کو پچھلے زمانوں پر قیاس نہیں کیا جائے گا، بلکہ دورِ حاضر ہی کی ضرورت کا اعتبار ہوگا۔

2۔ اسی طرح جو چیز ضرورت کی ہو وہ بھلے جتنی بھی مہنگی ہو وہ ضرورت ہی کی شمار ہوگی، جیسے ایک مناسب گھر سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو اس سے قیمتی عالیشان گھر کو قربانی کے معاملے میں ضرورت سے زائد شمار نہیں کریں گے، اسی طرح جب موبائل ضرورت کی چیز ہے تو ایک قیمتی موبائل کو قربانی کے معاملے میں ضرورت سے زائد شمار نہیں کریں گے۔

مسئلہ:

غلّہ یعنی گندم، چاول، گھی، آٹا، چینی اور دیگر کھانے کی چیزیں جو مہینے یا سال بھر کی ضروریات کے لیے رکھی ہوئی ہوں اور وہ نصاب کے برابر بھی ہوں تب بھی وہ ضرورت کی چیزوں میں شمار ہوتی ہیں۔

(رد المحتار، المحیط البرہانی، فتاویٰ عثمانی، زکوۃ کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

ضرورت سے زائد چیزیں:

1۔ ضرورت سے زائد سامان سے مراد وہ چیزیں ہیں جو کسی بھی طرح استعمال میں آتی نہ ہوں جیسے:

- محض زیب وزینت کے لیے رکھے گئے برتن وغیرہ۔
- وہ چیزیں جو گھروں، دکانوں یا فیکٹریوں میں پرانی یا خراب ہونے کی وجہ سے ویسے ہی پڑی رہتی ہیں اور

قیمت بھی رکھتی ہیں جیسے فالتو مشینیں، فالتو فرنیچر وغیرہ؛ یہ سب چیزیں ضرورت سے زائد ہیں۔

2۔ اگر کسی کے پاس اپنے گھر کے علاوہ کوئی خالی پلاٹ ہو تو وہ بھی ضرورت سے زائد ہے۔

3۔ کسی نے اپنا ایک گھر کرایے پر دے رکھا ہو تو اگر اس کا کرایہ گھر کی ضروریات میں استعمال ہوتا ہو تو وہ ضرورت سے زائد نہیں، لیکن اگر وہ کرایہ گھر کی ضرورت سے زائد ہو تو وہ گھر ضرورت سے زائد چیزوں میں شمار ہوگا۔(بہشتی زیور) یہی حکم کرایہ پر دی جانے والی تمام چیزوں کا ہے۔

4۔ کسی شخص کے پاس دو گاڑیاں ہیں، جن میں سے ایک گاڑی ضرورت اور استعمال کی ہے جبکہ دوسری گاڑی استعمال میں نہیں آتی تو وہ بھی ضرورت سے زائد ہے۔اسی طرح ہر وہ چیز جو ایک سے زائد مقدار میں ہو اور وہ زائد مقدار ضرورت اور استعمال سے زائد اور اضافی ہو، جیسے کسی کے پاس استعمال کے جوتوں کے علاوہ اضافی جوتے ہیں تو وہ بھی ضرورت سے زائد چیزوں میں شمار کیے جائیں گے۔

مزید تفصیل کے لیے اہلِ علم حضرات سے رابطہ فرمائیں۔

قربانی کے نصاب میں قرض اور واجبُ الاداءرُقوم سے متعلق احکام

قربانی کے نصاب میں قرض اور واجبُ الاداءرُ قوم سے متعلق احکام

قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت قربانی کے اموال میں سے قرضوں اور واجب الاداء رقوم کو منہا یعنی منفی کیا جاتا ہے، اس کے بعد بھی اگر باقی مال نصاب کو پہنچتا ہو تو قربانی واجب ہو گی ورنہ تو نہیں۔

منہا کیے جانے والے قرضوں اور واجب الاداء رقوم کی تفصیل:

یہ بات تو واضح ہے کہ کل اموالِ قربانی میں سے قرضے اور واجب الاداء رقوم منہا کیے جاتے ہیں، ذیل میں اس کی متعدد مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

- مکان، دکان یا گاڑی وغیرہ کا کرایہ۔
- قرضہ۔
- اسکول، انسٹیٹیوٹ اور دیگر تعلیمی اداروں کی فیسیں۔
- فون، گیس، بجلی اور پانی کے بِل یا دیگر سرکاری اور غیر سرکاری اخراجات کے بِل۔
- ادھار پر لیے ہوئے گھریلو راشن کے بِل۔
- ملازمین کی تنخواہیں اور مزدوروں کی اجرت۔
- ادھار اور قسطوں پر لیے ہوئے سامان، دکان، مکان یا گاڑی وغیرہ کی رقم۔
- ادھار پر لیے ہوئے مالِ تجارت کی رقم۔
- کمیٹی اور بی سی وصول کرنے کے بعد اس کی بقیہ قسطیں۔
- بیوی کا مہر جو کہ ادا نہ کیا ہو البتہ ادا کرنے کی نیت ہو، چاہے معجل ہو یا مؤجل۔ (البتہ بعض اہلِ علم کے نزدیک مہر مؤجل منہا نہیں کیا جائے گا۔)

مذکورہ واجب الاداء رقوم اس وقت منہا کی جائیں گی جب یہ قربانی کے تین دنوں میں واجب ہو چکی ہوں، بھلے قربانی کے ایام ہی میں واجب ہو چکی ہوں یا اس سے پہلے واجب ہو چکی ہوں۔ (ردالمحتار، فتاویٰ ہندیہ)

دوسروں کے ذمے قرضوں اور ادھار رقوم کا حکم:

دوسروں کو دیے جانے والے قرضے یا دوسروں کے ذمے ادھار رقوم بھی اموالِ قربانی میں شمار ہوتے ہیں، اس لیے قربانی کے نصاب میں ان کا بھی حساب لگایا جائے گا، البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب ان قرضوں اور ادھار رقوم کے ملنے کی امید ہو بھلے تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر ان کے ملنے کی امید نہ ہو تو ایسی صورت میں ان پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔ (ردالمحتار، فتاویٰ ہندیہ)

دوسروں کے ذمے قرضوں اور ادھار رقوم کی تفصیل:

جیسا کہ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ دوسروں کو دیے گئے قرضوں اور ادھار رقوم کو قربانی کے نصاب میں شمار کیا جائے گا، چوں کہ بہت سے حضرات کو ان کی تفصیلات معلوم نہیں ہوتیں اس لیے ذیل میں ان کی متعدد مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

- قرضے۔
- ادھار اور قسطوں پر فروخت کیے جانے والے مال اور سامان کی رقم۔
- انشورنس یعنی بیمہ پالیسی میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔
- پرائز بانڈ کی اصل رقم۔
- بینک اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقم۔
- ایزی پیسہ اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقم۔
- کمیٹی یعنی بی سی میں جمع کرائی گئی رقم جبکہ بی سی اب تک وصول نہ ہوئی ہو۔
- بچت سرٹیفکیٹ جیسے NIT, NDFC, FEBC میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔

ان تمام رقوم کو قربانی کے نصاب میں شامل کر کے حساب لگایا جائے گا۔ (ردالمحتار، فتاویٰ ہندیہ)

کمیٹی یعنی بی سی سے متعلق قربانی کا تفصیلی حکم:

کسی نے کمیٹی یعنی بی سی ڈالی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ایک یہ کہ اگر کمیٹی لے چکا ہو تو اس صورت میں جتنی قسطیں دینی ہوں وہ اس پر قرضہ ہیں، قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت اس قرضے کو نکال کے حساب لگائیں گے۔

2۔دوسری صورت یہ کہ اگر کمیٹی نہیں لی ہو تو جتنی قسطیں جمع کرا چکا ہو وہ تمام رقم اس کا قرضہ ہے، قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت اس کو بھی جمع کر کے حساب لگائیں گے۔(ردالمحتار، فتاویٰ ہندیہ)

مسئلہ:

کسی صاحبِ نصاب شخص نے دوسرے کو قرض دیا ہو اور اس کے پاس قربانی کے ایام میں قربانی کرنے کے لیے رقم نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ قرض دار سے اس قدر رقم کا مطالبہ کرے کہ جس کے ذریعے قربانی کی جا سکے، لیکن اگر وہ رقم نہ دے سکتا ہو تو ایسی صورت میں اس صاحبِ نصاب شخص کے ذمے قربانی واجب نہیں۔(فتاویٰ عثمانی)

قربانی
میں ذاتی ملکیت کی حقیقت اور اہمیت

فہرست:

قربانی میں ذاتی ملکیت سے متعلق دو بنیادی غلطیاں:

قربانی میں ذاتی ملکیت سے متعلق دو بنیادی غلطیاں رائج ہیں:

1۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کا حساب لگاتے وقت میاں بیوی، اولاد والدین، بھائیوں اور بہنوں کے مال کو آپس میں ملایا جائے گا، جیسا کہ ایک شخص نے بندہ سے سوال کیا کہ میرے پاس تین تولہ سونا اور پانچ ہزار روپے ہیں، تو کیا مجھ پر قربانی واجب ہے؟ تو بندہ نے ان سے سوال کیا کہ کیا یہ تین تولہ سونا آپ کی ملکیت ہے یا آپ کی اہلیہ کی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ تو میری اہلیہ کی ملکیت ہے۔ جس پر بندہ نے انھیں سمجھایا کہ قربانی میں میاں بیوی میں سے ہر ایک کی اپنی ذاتی ملکیت کا اعتبار ہے، دونوں کے مال کو نہیں ملایا جاتا۔

2۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ بہت سے لوگ ملکیتوں کی تعیین نہیں کرتے جس کے نتیجے میں یہ واضح نہیں ہوتا کہ کونسی چیز کس کی ملکیت ہے اور کس مشترکہ چیز میں کس کا کتنا حصہ ہے؟

ذیل میں ان دونوں غلطیوں کا تفصیل سے ازالہ کیا جاتا ہے۔

قربانی میں ذاتی ملکیت کا اعتبار:

ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے قربانی واجب ہوتی ہے یعنی ہر ایک کی ملکیت میں جس قدر مال موجود ہے صرف اسی کا قربانی کے نصاب میں حساب لگایا جائے گا اور جو مال ملکیت میں نہیں ہے اس کا حساب نہیں لگایا جائے گا۔ گویا کہ میاں بیوی، والدین اولاد میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ اعتبار ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمے قربانی واجب ہوگی، اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمے قربانی واجب ہوگی۔ یہی حکم بہنوں اور بھائیوں کا بھی ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھیے کہ قربانی واجب ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال آجائے تو صرف اسی کے ذمے قربانی واجب ہے بس!!

ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین کی ضرورت:

قربانی ہر شخص کی ذاتی ملکیت پر واجب ہوتی ہے جس کے لیے ظاہر ہے کہ ذاتی ملکیت کی پہچان ضروری ہے اور ذاتی ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین اور امتیاز ضروری ہے کہ ہر ایک کی ملکیت واضح ہو۔اس لیے قربانی کے نصاب کا حساب لگانے کے لیے ملکیت کی تعیین اور وضاحت ضروری ہے۔ذیل میں تعیینِ ملکیت کی مزید تفصیل ذکر کی جاتی ہے تاکہ یہ مسئلہ واضح ہوسکے اور قربانی کی ادائیگی میں سہولت ہوسکے۔

تعیینِ ملکیت کی حقیقت:

تعیینِ ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ اموالِ قربانی یعنی سونا، چاندی، رقم، سامانِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان اور مال سے متعلق یہ بات طے کرنا کہ یہ چیز کس کی ملکیت ہے اور مشترکہ چیز میں کس کا کتنا حصہ ہے؟ جس کی وجہ سے ہر ایک چیز سے متعلق ہر شخص کی ملکیت واضح اور معلوم ہوجائے اور اس میں کسی بھی چیز سے متعلق کسی بھی قسم کا کوئی ابہام اور شک وشبہ نہ رہے۔

تعیینِ ملکیت کی ضرورت:

شریعت یہ حکم دیتی ہے کہ گھر وغیرہ میں موجود تمام اموال سے متعلق ملکیت کی تعیین اور وضاحت ہونی چاہیے، یہ ایک ضروری اور مفید امر ہے۔اس کی ضرورت اس لیے ہے کہ ملکیت کی تعیین کی وجہ سے شریعت کے متعدد احکام پر عمل کیا جاسکتا ہے اور اس میں سہولت بھی رہتی ہے، کیوں کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قربانی، حج، میراث اور دیگر چھوٹے بڑے مسائل واحکام میں ملکیت کی تعیین اور وضاحت ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے ان احکام پر عمل پیرا ہونے کے لیے ملکیت کا واضح ہونا بہت ہی ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب لوگ ان احکام سے متعلق مسائل پوچھنے کے لیے کسی مفتی صاحب کے پاس جاتے ہیں تو اس میں ملکیت کی وضاحت اور تعیین سے متعلق بھی وضاحت طلب کی جاتی ہے پھر اس کے بعد ہی مسائل کا جواب سامنے آسکتا ہے۔

مثال: ایک شخص بندہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم سارے بھائی جو کچھ بھی کماتے ہیں اس میں سے بقدرِ

ضرورت رقم لے کر باقی اپنے والد صاحب کو دے دیتے ہیں تاکہ وہ گھر کے اخراجات پورے کر سکیں تو اس رقم کی قربانی کس پر واجب ہو گی؟ بندہ نے عرض کیا کہ یہ رقم کس کی ملکیت ہوتی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ تو معلوم نہیں اور نہ ہی ایسی کوئی بات طے ہوئی ہے، تو بندہ نے کہا کہ یہ تو طے کرنا پڑے گا تب جا کر قربانی واجب ہونے کا فیصلہ ہو گا، کیوں کہ قربانی کے نصاب کا حساب لگانے کے لیے ملکیت کی تعیین ضروری ہے، جب مالک ہی واضح نہ ہو تو قربانی کا حکم کیسے پورا ہو سکتا ہے!

جواب: مذکورہ بالا مسئلے کی دو صورتیں بنتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ اگر والد کو وہ رقم مالک بنا کر دی جاتی ہو تو وہ رقم والد ہی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، لیکن اگر وہ رقم والد کو مالک بنا کر نہیں دی جاتی ہو بلکہ صرف انہی کے پاس جمع رہتی ہو تو ایسی صورت میں اس رقم میں جن جن حضرات کا جتنا حصہ ہے اتنا حصہ ہر ایک کے نصاب میں شمار کیا جائے گا۔

اس طرح کی متعدد مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں جن کی وجہ سے تعیینِ ملکیت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

تعیینِ ملکیت کی اہم صورتیں:

ما قبل میں یہ بات بیان ہوئی کہ ہر ایک چیز سے متعلق ملکیت کا متعین ہونا ضروری ہے کہ یہ فلاں کی ملکیت ہے، یہ فلاں کی ملکیت ہے، اس کا مالک فلاں ہے۔ ہمارے معاشرے میں ویسے تو بہت سے معاملات ایسے ہیں جن میں ملکیت کی تعیین ہونی چاہیے البتہ اس کی چند عام اور اہم صورتیں درج کی جاتی ہیں تاکہ مسئلے کی اہمیت واضح ہو جائے اور اسی سے ہم سمجھ جائیں کہ یہ مسئلہ کس قدر حساس ہے:

1۔ والدین یا گھر کے سربراہ کو گھر کے اخراجات وغیرہ کے لیے دی گئی رقم سے متعلق تعیینِ ملکیت:

اولاد جب گھر کے اخراجات چلانے کے لیے رقم گھر کے سربراہ یا والد کو دیتی ہے تو اس میں بھی یہ واضح ہونا چاہیے کہ آیا یہ رقم والد کو مالک بنا کر دی جا رہی ہے یا محض انتظامی طور پر ان کے حوالے کر دی جاتی ہے اور وہ

بدستور اولاد ہی کی ملکیت میں رہتی ہے؟ یہ سب کچھ واضح ہونا چاہیے۔

2۔ مشترکہ رقم، کاروبار اور دیگر اموالِ قربانی سے متعلق ملکیت کی تعیین:

جو رقم، کاروبار اور دیگر اموالِ قربانی مشترک ہوں ان میں بھی حصوں کی وضاحت ہونی چاہیے کہ ان چیزوں میں کس کا کتنا حصہ ہے؟ تاکہ ملکیت اور حصے واضح رہیں۔

3۔ مشترکہ فیملی بزنس میں شُرکاء کی ذاتی حیثیت اور ان کے حصوں کی تعیین:

گھر یا خاندان کے افراد مشترکہ طور پر جو کاروبار کرتے ہوں تو اس میں بھی ہر ایک کی حیثیت طے ہونی چاہیے کہ کون کاروبار کا مالک ہے اور کون محض تنخواہ دار ملازم ہے؟ اسی طرح جو حضرات کاروبار میں شریک ہیں تو ہر ایک کا اس میں کتنا کتنا حصہ ہے؟ یہ سب طے ہو جانا چاہیے۔

4۔ کسی بیٹے کو والد کی جانب سے دیے گئے مال یا بزنس سے متعلق ملکیت کی تعیین:

جب والد اپنے کسی بیٹے کو کاروبار کے لیے رقم دیتا ہے تو اس میں یہ واضح ہونا چاہیے کہ والد بیٹے کو یہ رقم قرض کے طور پر دے رہا ہے یا ہدیہ کے طور پر؛ یہ بات واضح ہو جانی چاہیے۔

5۔ کسی بیٹے کو والد کی جانب سے حوالہ کیے گئے بزنس سے متعلق ملکیت کی تعیین:

جب والد اپنے بیٹے کو اپنا کاروبار حوالہ کرتا ہے تو اس میں یہ واضح ہونا چاہیے کہ والد بیٹے کو اس کاروبار کا مالک بنا رہا ہے، یا بدستور والد ہی مالک رہے گا اور بیٹا اپنے اخراجات کی رقم وصول کرتا رہے گا؟ یہ بات واضح ہونی چاہیے کیوں کہ بعد میں اس میں بڑی خرابیاں سامنے آتی ہیں۔

6۔ والد کے ساتھ کام کرنے والے بیٹے کی ذاتی حیثیت کی تعیین:

جب کوئی بیٹا والد کے ساتھ کام کر رہا ہو تو اس سے متعلق یہ واضح ہونا چاہیے کہ اس کاروبار میں اس بیٹے

کی حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ حصہ دار شریک ہے یا وہ تنخواہ دار ملازم ہے جو اپنی صوابدید پر یا طے شدہ قواعد کے تحت کاروبار سے اپنے لیے رقم وصول کرلیتا ہے؟

7۔ مشترکہ طورپر جمع کی جانے والی کمیٹی میں حصہ داروں کے حصے کی تعیین:

بسا اوقات گھروں میں مشترکہ طورپر کمیٹی ڈالی جاتی ہے تو اس میں بھی شُرکاء کے حصوں کی تعیین ضروری ہے۔

8۔گھر بنانے کے لیے مشترکہ طورپر جمع کی جانے والی رقم میں ملکیت کی تعیین:

بسااوقات گھروں میں گھر بنانے یا زمین خریدنے کے لیے مشترکہ طورپر رقم جمع کی جاتی ہے،اس میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس جمع کی جانے والی رقم کا مالک کون ہے؟ کیا کسی ایک کی ملکیت میں ہے یا سبھی اس کے مالک ہیں؟ اگر سبھی مالک ہوں تو پھر اس میں ہر ایک کے حصے کی تعیین ہونی ضروری ہے۔بہت سے لوگ اس میں ملکیت متعین نہیں کرتے جو کہ بڑی غلطی ہے۔

9۔ مشترکہ رقم سے گھر بنانے کی صورت میں ملکیت کی تعیین:

چند بھائی یا گھر کے افراد رقم ملا کر گھر کی تعمیر کرلیں تو اس میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس گھر میں کس کا کتنا حصہ ہے؟

10۔ مشترکہ طورپر قرض لینے کی صورت میں ہر ایک کے حصے کی تعیین:

گھر کے افراد کسی ضرورت کی خاطر مشترکہ طورپر قرض لے لیتے ہیں لیکن اس میں یہ وضاحت نہیں کرتے کہ یہ قرض کس تناسب سے مشترک ہے اور ہر ایک پر کتنا قرض لاگو ہوا ہے؟ حالاں کہ اس کی تعیین ہونی چاہیے۔

ملکیت کی تعیین اور فکرِ آخرت:

حقیقت یہ ہے کہ ملکیت کی تعیین اور وضاحت کے معاملے میں وہی لوگ فکر مندی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں جو آخرت میں جوابدہی کا خوف رکھتے ہیں، جو شرعی احکام پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ رکھتے ہیں اور اللہ کو راضی کرنے کی فکر کرتے ہیں، اور یہی ہمارے حضرات اکابر اور بزرگانِ دین کا طرزِ عمل رہا ہے، جبکہ اس سے غفلت انسان کی فکرِ آخرت اور دینداری پر سوالیہ نشان لگا دیتی ہے!!

خلاصہ:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ملکیت کی تعیین کس قدر اہمیت رکھتی ہے، اس لیے قربانی کے حکم پر پوری طرح عمل کرنے کے لیے ملکیت کی تعیین ضروری ہے کیوں کہ اس کے بغیر قربانی کے حکم پر ٹھیک طرح عمل نہیں کیا جا سکتا۔ گویا کہ خلاصہ یہ ہوا کہ قربانی میں ہر ایک کی ذاتی ملکیت کا اعتبار ہوتا ہے جس کے لیے ذاتی ملکیت کی پہچان ضروری ہے اور ذاتی ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین اور امتیاز ضروری ہے۔ اس لیے تمام تر غلطیوں سے حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ملکیت کی تعیین اور امتیاز کر لیا جائے۔

فائدہ: تعیینِ ملکیت کے مسئلے کی مکمل تفصیل کے لیے دیکھیے بندہ کا رسالہ ”تعیینِ ملکیت: حقیقت، اہمیت، فوائد اور کوتاہیاں“۔

کیا گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی اس کے اہل وعیال کی طرف سے کافی ہے؟

فہرست:

آجکل یہ غلط فہمی عام ہے کہ بہت سے لوگ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے کافی سمجھتے ہیں کہ جب گھر کے بڑے نے اپنی قربانی کرلی اور اسی میں گھر کے افراد کی نیت بھی کرلی (یا بعض کے بقول نیت نہ بھی کی) تو گھر کے تمام افراد کی طرف سے یہ قربانی کافی ہے، ایسی صورت میں گھر کے دیگر صاحبِ نصاب افراد کے ذمے قربانی کرنا واجب نہیں رہتا۔ اور اس کے لیے مسند احمد کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ’’حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ وسفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربان کرتے۔‘‘ ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے اپنے اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے ایک ہی دنبے کی قربانی فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔

واضح رہے کہ یہ غلط فہمی ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مسئلے کی تفصیل سے وضاحت کی جائے تاکہ اس غلط فہمی کا ازالہ ہوسکے، جس کے لیے پہلے مسئلہ کی صحیح صورتحال بیان کی جاتی ہے۔

قربانی کے نصاب میں ذاتی ملکیت کا اعتبار:

احناف سمیت متعدد ائمہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے قربانی واجب ہے۔ میاں بیوی، والدین اولاد، بہنوں اور بھائیوں میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ حساب لگایا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہوگی، اسی طرح اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہوگی، یہی حکم بہنوں، بھائیوں اور دیگر افراد کا بھی ہے۔ اسی طرح قربانی واجب ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے مال کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب

کے بقدر مال آجائے تو اسی کے ذمّے قربانی واجب ہے اور جس کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال نہ ہو تو اس کے ذمے قربانی واجب نہیں۔(فتاویٰ عثمانی، ردالمحتار)

یہ متعدد روایات اور شرعی دلائل واصول سے اخذ شدہ ایک عام ضابطہ ہے جس میں کوئی استثنا نہیں۔

2۔ جو شخص صاحبِ نصاب ہو اس کے ذمّے اسی کی قربانی واجب ہے، اس کے ذمے کسی اور کی قربانی واجب نہیں، ہاں اگر یہ شخص دوسرے کی اجازت سے اس کی طرف سے قربانی کرلے تو بھی جائز ہے۔
(ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ رحیمیہ)

گھر کے افراد کو اپنی ذاتی قربانی میں شریک کرنے کی دو صورتیں:

گھر کا سربراہ اپنی ذاتی قربانی میں گھر کے دیگر افراد کو بھی شریک کرنا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ قربانی تو گھر کے سربراہ ہی کی طرف سے ہو البتہ ثواب میں گھر والوں کو بھی شریک کیا جائے تو یہ صورت جائز ہے، اور حضور اقدس ﷺ کا گھر والوں کو قربانی میں شریک کرنے کا یہی مطلب ہے، جیسا کہ آگے تفصیل مذکور ہے۔

2۔ گھر کا سربراہ گھر والوں کو اپنی واجب قربانی میں شریک کرنا چاہے کہ گھر والوں کی طرف سے بھی قربانی ادا ہو جائے تو ایسی صورت میں گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے ہرگز کافی نہ ہوگی، بلکہ گھر کے صاحبِ نصاب افراد میں سے ہر ایک کے ذمے الگ سے قربانی کرنی واجب ہے۔ یہی روایات اور شرعی دلائل کا تقاضا ہے، اس لیے اسی پر عمل ہونا چاہیے۔

گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہ ہونے کی وجوہات

ماقبل کی تفصیل سے صحیح مسئلہ واضح ہوگیا کہ گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہیں اگرچہ وہ سب کی طرف سے قربانی کی نیت کرے، اس کی متعدد وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔‘‘

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

مذکورہ حدیث سے مأخوذ چھ اہم فوائد:

1۔ صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے پر مذکورہ وعید سے قربانی کی اہمیت اور تاکید بخوبی معلوم ہوجاتی ہے۔

2۔ قربانی نہ کرنے پر مذکورہ وعید سے قربانی کے واجب ہونے کی طرف بھی اشارہ ہوجاتا ہے کیوں کہ یہ وعید واجب جیسے احکام ترک کرنے پر ہی وارد ہوسکتی ہے۔

3۔ اس حدیث سے زیرِ بحث مسئلہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہیں کیوں کہ اس حدیث میں ’’مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ‘‘ کے الفاظ عام ہیں جو کہ گھر کے تمام افراد کو شامل ہیں، اس میں یہ تخصیص نہیں کہ گھر کا سربراہ اگر اپنی قربانی کرلے تو یہ گھر کے دیگر افراد کی طرف سے بھی کافی ہوجائے گی اور اس صورت میں گھر کے دیگر صاحبِ نصاب افراد قربانی نہ کرنے کی اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے، کیوں کہ اس کے لیے صحیح اور صریح دلیل ہونی چاہیے جو کہ موجود نہیں۔

4۔اس حدیث میں ''مَنْ کَانَ لَهُ سَعَةٌ'' کے الفاظ سے اور دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک پر اس کی ذاتی ملکیت کی بنیاد پر قربانی واجب ہوتی ہے، جیسا کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور حج ہے،اس لیے اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ جس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال موجود ہو اس کے ذمے قربانی واجب ہو گی اور جس کے پاس نصاب نہیں اس پر قربانی واجب نہیں، یہ ایک عام شرعی اصول ہے،اس لیے جس طرح یہ دیگر مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے اسی طرح یہی اصول گھر کے افراد پر بھی لاگو ہو گا کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے کافی نہیں۔

5۔ایک لطیف بات یہ ہے کہ اگر گھر کے سربراہ کی اپنی قربانی سب گھر کی طرف سے کافی ہوتی تو حدیث کی اس وعید کا مصداق صرف وہی گھر ہو گا جس میں گھر کے سربراہ سمیت گھر کا کوئی بھی فرد قربانی نہ کرے، لیکن جہاں گھر کے سربراہ نے قربانی کی اور سب کی نیت کرلی تو اس طرح وہ مکمل گھر اس وعید سے محفوظ ہو گیا حالاں کہ انھوں نے صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہیں کی، ظاہر ہے کہ یہ مطلب اور فرق کیسے مراد لیا جا سکتا ہے جبکہ حدیث میں عموم ہے، کوئی استثنا نہیں؟؟

6۔اس حدیث میں ''وُسعت'' کی قید سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قربانی ہر ایک پر واجب نہیں بلکہ وُسعت اور استطاعت والے شخص ہی پر واجب ہے،اور صاحبِ وسعت سے مراد صاحبِ نصاب ہونا ہے۔

دوسری وجہ:

نماز، زکوٰۃ، حج، سجدہ تلاوت سمیت دیگر فرائض اور واجبات جس طرح ہر ایک کے ذمے ذاتی حیثیت سے لازم ہوتے ہیں، کسی شخص کے ایسے ذاتی اعمال دوسروں کی طرف سے کافی نہیں ہوتے تو اسی طرح قربانی بھی ہر ایک کے ذمے ذاتی حیثیت سے واجب ہوتی ہے، کسی کی ذاتی قربانی دوسروں کی طرف سے کافی نہیں ہو جاتی۔

تیسری وجہ:

گھر کے سربراہ کے اپنے ایک حصے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہو جانے کی بات اُن روایات

کے بھی خلاف ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک بکری یا دنبہ صرف ایک ہی شخص کی طرف سے کافی ہو سکتا ہے، اس میں شرکت جائز نہیں، یہ روایات سے اخذ شدہ عام اصول ہے، اس لیے یہی اصول گھر کے افراد پر بھی لاگو ہوگا کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے کافی نہیں۔

چوتھی وجہ:

یہ حضرات جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس میں چوں کہ دنبے کا ذکر ہے اس لیے اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر گھر کے سربراہ کی ایک بکری یا دنبے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہے تو پھر کسی بڑے جانور میں گھر کے سربراہ کے ایک حصے کی قربانی بھی سب کی طرف سے کافی ہو گی، تو جب ایک ہی بڑے جانور میں سات افراد اس طرح شریک ہوں کہ اُن میں سے ایک یا زیادہ افراد گھر کے سربراہ کے طور پر شریک ہو جائیں اور گھر کے دیگر افراد کی بھی نیت کر لیں تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں شرکاء کی تعداد سات سے زیادہ ہو جائے گی جو کہ خود روایات کے خلاف ہے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٣٢٤٨- عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ.

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

٩٨٨٤- عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ فِي الأَضَاحِيِّ.

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٣٦- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً، وَأَنَا مُوسِرٌ بِهَا، وَلَا أَجِدُهَا فَأَشْتَرِيَهَا، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَبْتَاعَ سَبْعَ شِيَاهٍ فَيَذْبَحُهُنَّ.

زیرِ بحث مسئلے سے متعلق ایک حدیث اور اس کا صحیح مطلب:

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ گھر کے افراد میں سے جو جو افراد صاحبِ نصاب ہوں تو ہر ایک کے ذمے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہے، گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے ہرگز کافی نہیں۔

اس مسئلہ سے متعلق بعض حضرات جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ ماقبل میں ذکر ہوچکی ہے کہ مسند احمد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ و سفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک مینڈھا اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا مینڈھا اپنی اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے قربان کرتے۔

٢٥٨٤٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوأَيْنِ قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ.

حدیث کا صحیح مطلب:

اس حدیث میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے اہل و عیال کی طرف سے جو قربانی فرماتے تھے وہ گھر والوں کی واجب قربانی ہی ہوتی تھی، بلکہ اس حدیث کا درست مطلب یہی ہے کہ قربانی تو حضور اقدس ﷺ ہی کی جانب سے ہوا کرتی تھی البتہ اس کے ثواب میں اپنے گھر والوں کو بھی شریک فرمالیا کرتے تھے کہ ان کو بھی ایصالِ ثواب کردیا کرتے، اور یہ صورت بالکل جائز ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب مراد لینے کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اس صورت میں اس کا دیگر دلائل اور شرعی اصول سے ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا جن کی تفصیل ماقبل میں بیان ہوچکی، دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنی امت کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے، تو اس سے واضح طور پر

معلوم ہو جاتا ہے کہ امت کی طرف سے قربانی کرنے کا مقصد سوائے ثواب پہنچانے کے اور کیا ہو سکتا ہے؟؟ تو اسی طرح ازواج مطہرات کی جانب سے کی جانے والی قربانی کا مقصد بھی یہی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنے سے متعلق چند مزید روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذبح (یعنی قربانی) کے دن دو سینگوں والے خصی دنبے ذبح کرنے چاہے تو ان کو قبلہ رخ کیا اور پھر یہ دعا پڑھی:

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

پھر فرمایا کہ: "اے اللہ! یہ قربانی تیری طرف سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لیے ہے، تو اس کو محمد اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے ذبح فرمایا۔

- سنن ابی داود میں ہے:

٢٧٩٧- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ، فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: «إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِى فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ، بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ»، ثُمَّ ذَبَحَ.

2۔ مسند احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے دنبہ اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور یوں فرمایا کہ: "بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اے اللہ! یہ قربانی میری جانب سے ہے اور میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔"

١٤٨٣٧- عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو: أَخْبَرَنِي مَوْلَايَ الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عِيدَ الْأَضْحَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ فَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي».

کیاان روایات کی رو سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ چوں کہ حضور اقدس ﷺ نے امت کی طرف سے بھی قربانی فرمادی ہے جس کے نتیجے میں سب کی طرف سے واجب قربانی ادا ہو گئی، اس لیے اب امت میں سے کسی کو بھی قربانی کرنے کی ضرورت نہیں، ظاہر ہے کہ یہ بات ہر گز درست نہیں کیوں کہ ایک تو یہ شرعی دلائل کے بھی خلاف ہے، دوم یہ کہ پھر تو قربانی سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات کالعدم اور بے معنیٰ قرار پائیں گی اور قربانی جیسی عظیم عبادت معطّل ہو کر رہ جائے گی، معاذ اللہ۔ اس لیے جب امت کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں ایصالِ ثواب ہی کا معنیٰ مراد لیا جاتا ہے تو گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں بھی ایصالِ ثواب ہی مراد لیا جائے گا، جیسا کہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قَالَ ابْن بطال فِي «الْمَغَازِي» للْبُخَارِيّ: عَن بُرَيْدَة: أَن النَّبِي ﷺ كَانَ بعث عليًّا إِلَى الْيمن قبل حجَّة الْوَدَاع ليقْبض الْخمس، فَقدم من سعايته، فَقَالَ النَّبِي ﷺ: «بِمَا أَهللت يَا عَليّ؟» قَالَ: بِمَا أهل بِهِ رَسُول الله ﷺ. قَالَ: «فاهدِ وامكث حَرَامًا كَمَا كنت»، قَالَ: فأهدى لَهُ عَليّ هَديا، قَالَ: فَهَذَا تَفْسِير قَوْله: «وأشركه فِي الْهَدْي» أَن الْهَدْي الَّذِي أهداه عَليّ عَن النَّبِي ﷺ وَجعل لَهُ ثَوَابه فَيحْتَمل أَن يفرده بِثَوَاب ذَلِك الْهَدْي، كُله فَهُوَ شريك لَهُ فِي هَدْيه؛ لِأَنَّهُ أهداه عَنهُ تَطَوّعا من مَاله، وَيحْتَمل أَن يشركهُ فِي ثَوَاب هدي وَاحِد يكون بَينهمَا، كَمَا ضحى ﷺ عَنهُ وَعَن أهل بَيته بكبش، وَعَمن لم يضح من أمته وأشركهم فِي ثَوَابه، وَيجوز الِاشْتِرَاك فِي هدي التَّطَوُّع.

(بابُ الاشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ والْبُدْنِ)

اس بحث کی تفصیل ’’اعلاء السنن‘‘ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قربانی واجب ہونے سے متعلق چند غلط فہمیاں

عوام میں قربانی واجب ہونے سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں عام ہیں جن کے بارے میں لوگ سوالات کرتے رہتے ہیں، ذیل میں ایسی متعدد غلط فہمیاں اور ان کی مختصر تردید ذکر کی جاتی ہے:

1۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی میں ایک بار قربانی کرلینا کافی ہے، ایک بار قربانی کرلینے کے بعد صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود بھی قربانی واجب نہیں ہوتی، حالاں کہ یہ واضح غلطی ہے، صحیح مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص قربانی کے تین دنوں یعنی 10، 11 اور 12 ذوالحجہ میں جس جس سال صاحبِ نصاب ہو اور اس میں قربانی کی شرائط پائی جائیں تو اس پر اس سال قربانی واجب ہوگی اگرچہ اس نے پہلے قربانی کی ہو۔

2۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ قربانی صرف شادی شدہ افراد پر واجب ہوتی ہے، یہ بات غلط ہے، حقیقت یہ کہ قربانی ہر عاقل بالغ مقیم صاحبِ نصاب مسلمان پر واجب ہوتی ہے چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

3۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ زندگی میں سات قربانیاں کرلیں تو یہ کافی ہیں، اس کے بعد مزید قربانی کرنے کا حکم لاگو نہیں ہوتا۔ یہ واضح غلط فہمی ہے۔ اس کی تردید نمبر 1 کے تحت ذکر ہوچکی۔

4۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ عورت پر قربانی واجب نہیں ہوتی۔ یہ بھی غلطی ہے، عورت میں قربانی کی شرائط پائی جائیں تو قربانی واجب ہوجاتی ہے۔

5۔ بعض گھرانوں میں قربانی کے نصاب کا حساب لگانے کے لیے متعدد افراد کی ملکیت کو جمع کرکے شمار کرتے ہیں، حالاں کہ درست مسئلہ یہ ہے کہ ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے قربانی واجب ہوتی ہے یعنی ہر ایک کی ملکیت میں جس قدر مال موجود ہے صرف اسی کا قربانی کے نصاب میں حساب لگایا جائے گا اور جو مال ملکیت میں نہیں ہے اس کا حساب نہیں لگایا جائے گا۔ گویا کہ میاں بیوی، والدین اولاد میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ اعتبار ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمّے قربانی واجب ہوگی، اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمّے قربانی واجب ہوگی۔ یہی حکم بہنوں اور

بھائیوں کا بھی ہے۔اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھیے کہ قربانی واجب ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال آجائے تو صرف اسی کے ذمّے قربانی واجب ہے بس!!

6۔ بہت سے لوگ گھر کے سربراہ کی قربانی پورے گھر کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ یہ غلطی ہے کیوں کہ گھر میں جتنے بھی افراد صاحبِ نصاب ہوں سب کے ذمے الگ الگ قربانی واجب ہے۔ جیسا کہ نمبر 5 میں ذکر ہو چکا۔

7۔ بعض خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ ہماری طرف سے قربانی کی ادائیگی شوہر کی ذمہ داری ہے، حالاں کہ یہ درست نہیں، بلکہ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ صاحبِ نصاب خواتین کی قربانی انھی کے ذمے واجب ہے، شوہر کے ذمے نہیں، البتہ اگر شوہر ان کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو یہ بھی درست ہے، لیکن اگر شوہر نہ کرنا چاہے تو خواتین کے ذمے اپنی قربانی کرنا واجب ہے۔

8۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ قربانی اس شخص پر واجب ہوتی ہو جو کہ کماتا ہو اور برسرِ روزگار ہو، حالاں کہ قربانی واجب ہونے کا کمانے یا روزگار کرنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق صاحبِ نصاب ہونے اور قربانی کی شرائط پائی جانے کے ساتھ ہے۔

9۔ بعض گھرانوں میں یہ رواج ہوتا ہے کہ وہ گھر کے صاحبِ نصاب افراد کی طرف سے سال بہ سال باری باری قربانی کرتے ہیں۔ حالاں کہ گھر میں جتنے بھی افراد صاحبِ نصاب ہوں ان میں سے ہر ایک کی طرف سے الگ الگ قربانی کرنا واجب ہے۔اس صورت میں یہ باری باری کا سلسلہ کافی نہیں۔

10۔ بعض صاحبِ نصاب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے بچیوں کی شادیاں ہو جائیں تو اس کے بعد قربانی کریں گے۔ یہ عذر قابلِ قبول نہیں۔

11۔ بعض صاحبِ نصاب لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم پر قربانی کیسے واجب ہے حالاں کہ ہماری ملکیت میں موجود مال پر سال نہیں گزرا۔ صحیح مسئلہ یہ کہ قربانی کے نصاب کا سال گزرنے سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ قربانی واجب ہونے کے لیے قربانی کے تین دنوں میں صاحبِ نصاب ہونا کافی ہے۔

قُربانی
کے جانوروں سے متعلق احکام

فہرست:

- کون کون سے جانوروں کی قربانی جائز ہے؟
- قربانی کے جانوروں کی عمریں۔
- چھ ماہ کے دنبے، مینڈھے اور بھیڑ سے متعلق وضاحت۔
- جانوروں کی عمروں میں اسلامی سال کا اعتبار۔
- قربانی کے جانوروں میں کم از کم دو دانت ہونے کی شرعی حیثیت۔

کون کون سے جانوروں کی قربانی جائز ہے؟

قربانی چونکہ ایک مخصوص عبادت کا نام ہے، اس لیے ہر حلال جانور کی قربانی جائز نہیں بلکہ اس کے لیے چند مخصوص جانور مقرر ہیں، صرف انہی کی قربانی جائز ہے، اور وہ جانور درج ذیل ہیں:

- اونٹ، اونٹنی۔
- گائے، بیل، بھینس، بھینسا۔
- بکرا، بکری۔
- دنبہ، مینڈھا، بھیڑ۔

(فتاویٰ قاضی خان، بدائع الصنائع، رد المحتار، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

وضاحت:

شریعت کا اصول یہ ہے کہ جانور حلال اور حرام ہونے میں اپنی ماں کے تابع ہوا کرتا ہے، اگر ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہوگا اگرچہ وہ کسی حرام جانور کے مشابہہ ہی کیوں نہ ہو، اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہوگا اگرچہ وہ کسی حلال جانور کے مشابہہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے اگر ان مذکورہ قربانی کے جانوروں میں سے کوئی مادہ جانور کسی حرام جانور سے حاملہ ہوئی ہو تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ حلال ہوگا اور اس کی قربانی بھی جائز ہوگی۔ (بدائع، رد المحتار، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

- البحر الرائق میں ہے:

قال رَحِمَهُ اللّٰهُ: (وَالْأُضْحِيَّةُ من الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ)؛ لِأَنَّ جَوَازَ التَّضْحِيَةِ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ عُرِفَتْ شَرْعًا بِالنَّصِّ على خِلَافِ الْقِيَاسِ فَيُقْتَصَرُ على ما وَرَدَ، وَتَجُوزُ بِالْجَامُوسِ؛ لِأَنَّهُ نَوْعٌ من الْبَقَرِ، بِخِلَافِ بَقَرِ الْوَحْشِ حَيْثُ لَا تَجُوزُ الْأُضْحِيَّةُ بِهِ؛ لِأَنَّ جَوَازَهَا عُرِفَ بِالشَّرْعِ، وفي الْبَقَرِ الْأَهْلِيِّ دُونَ الْوَحْشِيِّ، وَالْقِيَاسُ مُمْتَنِعٌ، وفي الْمُتَوَلِّدِ منها تُعْتَبَرُ الْأُمُّ، وَكَذَا في حَقِّ الْمَحَلِّ تُعْتَبَرُ الْأُمُّ اهـ (كتاب الأضحية)

قربانی کے جانوروں کی عمریں:

- اونٹ، اونٹنی: کم از کم پانچ سال۔
- گائے، بیل، بھینس، بھینسا: کم از کم دو سال۔
- بکرا، بکری، دنبہ، بھیڑ، مینڈھا: کم از کم ایک سال۔

اگر قربانی کے جانور کی عمر مذکورہ بالا عمر سے کم ہو بھلے ایک دن ہی سہی تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ (بدائع الصنائع، رد المحتار، جواہر الفقہ، اعلاء السنن)

چھ ماہ کے دنبے، مینڈھے اور بھیڑ سے متعلق وضاحت:

دنبہ، بھیڑ اور مینڈھا اگر سال سے کم ہو اور کم از کم چھ ماہ یا اس سے زیادہ کا ہو لیکن اس قدر صحت مند اور بڑا ہو کہ ایک سال کا معلوم ہوتا ہو اور اس میں اور سال کی عمر والے دنبوں میں فرق نہ ہو سکے تو اس کی قربانی تب بھی جائز ہے۔ یاد رہے کہ یہ حکم بکری اور بکرے کے لیے نہیں ہے۔
(مجمع الانہر، فتح القدیر، اعلاء السنن، تکملۃ فتح الملہم، فتاویٰ رحیمیہ، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل از حضرت مفتی عبد الرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم)

جانوروں کی عمروں میں اسلامی سال کا اعتبار:

جانوروں کی ان عمروں میں اصل اعتبار اسلامی یعنی چاند کے سال کا ہے نہ کہ شمسی سال کا، اس لیے چاند کے اعتبار سے عمر پوری ہونا ضروری ہے بھلے شمسی سال کے اعتبار سے ان کی عمر کم ہو۔
(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

مسئلہ: اگر کسی جانور کی عمر قربانی کے ایام میں پوری ہو رہی ہو تو عمر پوری ہو جانے کے بعد ہی اس کی قربانی جائز ہے، اسی طرح اگر کسی جانور کی عمر قربانی کے تیسرے دن پوری ہو رہی ہو تو تیسرے دن ہی اس کی قربانی جائز ہو گی، اس سے پہلے نہیں۔ (ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم، فتاویٰ رحیمیہ)

قربانی کے جانوروں میں کم از کم دو دانت ہونے کی شرعی حیثیت:

مذکورہ بالا قربانی کے جانور جب اپنی ان مطلوبہ عمروں کو پہنچ جاتے ہیں تو عموماً ان کے دو دانت نکل آتے ہیں، جو کہ اس بات کی علامت ہوا کرتے ہیں کہ جانور کی مطلوبہ عمر پوری ہوچکی ہے، لیکن اس میں یہ بات یاد رہے کہ اصل اعتبار عمر کا ہے نہ کہ دانتوں کا، اگر کسی جانور کی عمر پوری ہوچکی ہو لیکن اس کے دو دانت ابھی تک نہیں نکلے ہوں تو ایسے جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔ اگر کسی جانور کے دانت پورے نہ ہوں لیکن بیوپاری کا کہنا ہو کہ عمر پوری ہوچکی ہے اگرچہ دانت نہیں نکلے ہیں اور جانور کی ظاہری حالت بھی یہی بتلا رہی ہو کہ عمر پوری ہوچکی ہے تو ایسی صورت میں بیوپاری کی بات پر اعتماد کرنے کی گنجائش ہے، لیکن بعض اہلِ علم کے نزدیک جب تک بیوپاری قابلِ اعتماد نہ ہو تو صرف اس کی بات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اس لیے اس معاملے میں مناسب یہی ہے کہ کسی ماہر کی رائے لے لی جائے یا بصورتِ دیگر کسی ایسے جانور کا انتخاب کیا جائے جس میں شک وشبہ نہ ہو۔ (جواہر الفقہ، فتاویٰ رحیمیہ ودیگر کتب)

- صحیح مسلم میں ہے:

٥١٩٤- عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لا تَذْبَحُوا إِلا مُسِنَّةً إِلا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ». (باب سِنِّ الأُضْحِيَةِ)

- سنن ابی داود میں ہے:

٢٨٠١- عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهُ: مُجَاشِعٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ فَعَزَّتِ الْغَنَمُ فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «إِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّي مِمَّا يُوَفِّي مِنْهُ الثَّنِيُّ».

- سنن الترمذی میں ہے:

١٤٩٩- عَنْ أَبِي كِبَاشٍ قَالَ: جَلَبْتُ غَنَمًا جُذْعَانًا إِلَى المَدِينَةِ فَكَسَدَتْ عَلَيَّ، فَلَقِيتُ أَبَا هُرَيْرَةَ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «نِعْمَ الْأُضْحِيَّةُ الجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ»، قَالَ: فَانْتَهَبَهُ النَّاسُ. وَفِي البَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأُمِّ بِلَالٍ ابْنَةِ هِلَالٍ عَنْ أَبِيهَا، وَجَابِرٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَرَجُلٍ

مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ رُوِيَ هَذَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَوْقُوفًا. وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ الجَذَعَ مِنَ الضَّأْنِ يُجْزِئُ فِي الأُضْحِيَّةِ.

١٥٠٠- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى أَصْحَابِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُودٌ أَوْ جَدْيٌ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «ضَحِّ بِهِ أَنْتَ». هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَالَ وَكِيعٌ: الجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ يَكُونُ ابْنَ سِتَّةٍ أَوْ سَبْعَةِ أَشْهُرٍ.

- **فتاویٰ قاضی خان میں ہے:**

ويشترط الكامل فلا يجوز الناقص، سواء كان النقصان من حيث السن أو من حيث الذات، فلا يجوز من الإبل والبقر والمعز إلا الثني، والثني من الإبل: ما أتى عليه خمس سنين وطعن في السنة السادسة، يقال له: سديس وبازل عام. والثني من البقر: ما أتى عليه سنتان وطعن في الثالثة. والثني من الغنم والمعز: ما تمت له سنة وطعن في الثانية. ويجوز من الإبل والبقر والمعز الثنيان، ولا يجوز الجذعان إلا الجذع العظيم من الضأن، وهو عند الفقهاء الذي أتى عليه أكثر السنة ستة أشهر وشئ من الشهر السابع، فيجوز إذا كان عظيما سمينا بحيث لو رآه إنسان يحسبه ثنيا. (فصل فيما يجوز في الضحايا وما لا يجوز)

- **مجمع الانہر میں ہے:**

(وَإِنَّمَا يُجْزِئُ فِيهَا) أَيْ فِي الْأُضْحِيَّةِ (الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ) الْجَذَعُ: شَاةٌ تَمَّتْ لَهَا سِتَّةُ أَشْهُرٍ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ إِذَا كَانَتْ عَظِيمَةً لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِن الضَّأْنِ»، وَعِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ: مَا تَمَّتْ لَهُ سَنَةٌ، وَذَكَرَ الزَّعْفَرَانِيُّ أَنَّهُ ابْنُ سَبْعَةِ أَشْهُرٍ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ: مِن الْمَعْزِ لِسَنَةٍ، وَمِن الضَّأْنِ لِثَمَانِيَةِ أَشْهُرٍ. (وَالثَّنِيُّ فَصَاعِدًا مِن الْجَمِيعِ) وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ مِن الْإِبِلِ، وَحَوْلَيْنِ مِن الْبَقَرِ وَالْجَامُوسِ، وَحَوْلٍ مِن الشَّاةِ وَالْمَعْزِ؛ لِأَنَّهُ عُرِفَ بِالنَّصِّ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ فَيَقْتَصِرُ عَلَيْهَا. وَالْمَوْلُودُ بَيْنَ الْأَهْلِيِّ وَالْوَحْشِيِّ يَتْبَعُ الْأُمَّ؛ لِأَنَّهَا هِيَ الْأَصْلُ فِي التَّبَعِيَّةِ فَيَجُوزُ بِالْبَغْلِ الَّذِي أُمُّهُ بَقَرَةٌ، وَبِالظَّبْيِ الَّذِي أُمُّهُ شَاةٌ.

قربانی

میں شرکت سے متعلق چنداہم مسائل

فہرست

قربانی

کے جانوروں میں کتنے افراد شریک ہو سکتے ہیں؟

فہرست:

- قربانی کے جانوروں میں کتنے افراد شریک ہو سکتے ہیں؟
- کیا قربانی کے شرکاء کا طاق ہونا ضروری ہے؟
- کیا بڑے جانور میں سات حصے بنانا ضروری ہے؟
- قربانی کے بڑے جانور میں شرکاء کے حصوں سے متعلق ایک اہم مسئلہ۔
- بڑے جانور میں کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہونے کی وضاحت۔

قربانی کے جانوروں میں کتنے افراد شریک ہو سکتے ہیں؟

1۔ قربانی کے بڑے جانور یعنی اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل، بھینس، بھینسا میں ایک سے لے کر سات تک افراد شریک ہو سکتے ہیں، چاہے جفت افراد ہوں یا طاق، لیکن سات سے زیادہ افراد کی شرکت جائز نہیں۔
(ردالمحتار، بدائع الصنائع، فتاویٰ عالمگیری، جواہر الفقہ، اعلاء السنن)

2۔ قربانی کے چھوٹے جانور یعنی بکرا، بکری، دنبہ، بھیڑ، مینڈھا میں سے ہر ایک میں صرف ایک آدمی ہی کی قربانی جائز ہے، اس میں ایک سے زیادہ افراد کی شرکت جائز نہیں۔ (ردالمحتار، اعلاء السنن)

کیا قربانی کے شرکاء کا طاق ہونا ضروری ہے؟

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کے جانور میں صرف طاق یعنی ایک، تین، پانچ یا سات افراد ہی شریک ہو سکتے ہیں، جفت افراد نہیں، حالاں کہ یہ واضح غلطی ہے، کیوں کہ اوپر مذکور مسئلے سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ قربانی کے جانور میں جفت یعنی دو، چار یا چھ افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

کیا بڑے جانور میں سات حصے بنانا ضروری ہے؟

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ قربانی کے بڑے جانور میں اگر سات سے کم افراد شریک ہوں تب بھی سات حصے ہی بنانے ضروری ہیں، واضح رہے کہ یہ غلط فہمی ہے، صحیح مسئلہ یہ ہے کہ جتنے افراد شریک ہوں ان کے مطابق حصے بنانا بالکل درست ہے، جیسے دو افراد شریک ہوں تو دو حصے بنا دیے جائیں، پانچ شریک ہوں تو پانچ حصے بنا دیے جائیں، البتہ اگر سات سے کم شُرکاء جانور کے سات حصے ہی بنانا چاہیں تب بھی جائز ہے، جس کی تفصیل آگے ذکر کی جارہی ہے۔

قربانی کے بڑے جانور میں شرکاء کے حصوں سے متعلق ایک اہم مسئلہ:

قربانی کے بڑے جانور میں جتنے بھی افراد شریک ہوں اس میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو، جیسے کسی بڑے جانور میں سات افراد اس طرح شریک ہوں کہ پانچ افراد کا ایک ایک حصہ ہو، ایک کا ڈیڑھ حصہ ہو اور ایک کا آدھا حصہ ہو، اس صورت میں چونکہ ایک کا حصہ آدھا ہے جو کہ ساتویں حصے سے کم ہے، اس لیے کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔ (الدر المختار مع رد المحتار، فتاویٰ عثمانی)

سادہ الفاظ میں یوں کہیے کہ بڑے جانور کو سات برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو ان میں سے ایک حصے کو ساتواں حصہ کہتے ہیں۔

بڑے جانور میں کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہونے کی وضاحت:

ماقبل میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ قربانی کے بڑے جانور میں سات سے زیادہ افراد کی شرکت جائز نہیں، اس سے یہ اہم بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ قربانی کے جانور میں جتنے بھی افراد شریک ہوں اس میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ جس طرح سات سے زیادہ افراد کی شرکت جائز نہیں، اسی طرح یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ اگر افراد سات یا سات سے کم ہوں لیکن حصوں کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ شرکاء میں سے بعض یا سب کا حصہ ساتویں حصے سے کم آرہا ہو تب بھی شرکت اور قربانی جائز نہیں۔ اس بات کو مثالوں سے سمجھنے کی کوشش کیجیے:

1۔ کسی بڑے جانور میں آٹھ افراد برابر کے شریک ہوں تو ظاہر ہے کہ ہر ایک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو گیا، تو یہ جائز نہیں۔

2۔ کسی بڑے جانور میں آٹھ افراد اس طرح شریک ہوں کہ چھ افراد کا تو پورا پورا حصہ ہو جبکہ باقی دو افراد ایک ہی حصے میں شریک ہوں تو ایسی صورت میں چوں کہ ساتویں فرد کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو گیا اس لیے یہ صورت بھی جائز نہیں، گویا کہ قربانی کے بڑے جانور میں آٹھ افراد کی شرکت کی کوئی بھی صورت جائز نہیں۔

3۔ کسی بڑے جانور میں سات سے کم افراد اس طرح شریک ہوں کہ بعض یا سب کا حصہ ایک سے زیادہ ہو، یعنی ہر ایک کے پاس ایک ایک مکمل حصہ ہو اور باقی حصہ کسر میں ہو، تو یہ بھی جائز ہے کیوں کہ ہر ایک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہے، جیسے ایک جانور میں چار افراد اس طرح شریک ہوں کہ دو افراد کا ایک ایک حصہ ہو، جبکہ باقی دو افراد کے ڈھائی ڈھائی حصے ہوں تو یہ بھی جائز ہے کیوں کہ کسی کا بھی حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں۔

4۔ کسی جانور میں سات افراد اس طرح شریک ہوں کہ پانچ افراد کا ایک ایک حصہ ہو، ایک کا ڈیڑھ حصہ ہو اور ایک کا آدھا حصہ ہو، اس صورت میں چونکہ ایک کا حصہ صرف آدھا ہے جو کہ ساتویں حصے سے کم ہے، اس لیے کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہو گی۔

5۔ ایک جانور میں دو افراد اس طرح شریک ہوں کہ دونوں کے ساڑھے تین ساڑھے تین حصے ہوں تو یہ بھی جائز ہے کیوں کہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں۔

(الدر المختار مع رد المحتار، فتاویٰ عثمانی، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

احادیث مبارکہ اور فقہی عبارات

- صحیح مسلم میں ہے:

٣٢٤٨- عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ.

- المعجم الكبير للطبرانی میں ہے:

٩٨٨٤- عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ فِي الأَضَاحِيِّ.

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٣٦- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً، وَأَنَا مُوسِرٌ بِهَا، وَلَا أَجِدُهَا

فَأَشْتَرِيَهَا، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَبْتَاعَ سَبْعَ شِيَاهٍ فَيَذْبَحَهُنَّ.

- ***فتاویٰ ہندیہ*** **میں ہے:**

وَأَمَّا قَدْرُهُ فَلَا تَجُوزُ الشَّاةُ وَالْمَعْزُ إِلَّا عن وَاحِدٍ وَإِنْ كانت عَظِيمَةً سَمِينَةً تُسَاوِي شَاتَيْنِ مِمَّا يَجُوزُ أَنْ يُضَحِّيَ بِهِمَا، وَلَا يَجُوزُ بَعِيرٌ وَاحِدٌ وَلَا بَقَرَةٌ وَاحِدَةٌ عن أَكْثَرَ من سَبْعَةٍ، وَيَجُوزُ ذلك عن سَبْعَةٍ وَأَقَلَّ من ذلك، وَهَذَا قَوْلُ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ. (الْبَابُ الْخَامِسُ في بَيَانِ مَحَلِّ إقَامَةِ الْوَاجِبِ)

يَجِبُ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ الشَّاةَ لَا تُجْزِئُ إلَّا عن وَاحِدٍ وَإِنْ كانت عَظِيمَةً، وَالْبَقَرُ وَالْبَعِيرُ يُجْزِي عن سَبْعَةٍ إذَا كَانُوا يُرِيدُونَ بِهِ وَجْهَ اللهِ تَعَالَى، وَالتَّقْدِيرُ بِالسَّبْعِ يَمْنَعُ الزِّيَادَةَ وَلَا يَمْنَعُ النُّقْصَانَ كَذَا في «الْخُلَاصَةِ». (الْبَابُ الثَّامِنُ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالشَّرِكَةِ في الضَّحَايَا)

- ***الدر المختار*** **میں ہے:**

وَلَوْ لِأَحَدِهِمْ أَقَلُّ مِنْ سُبْعٍ لَمْ يُجْزِ عَنْ أَحَدٍ، وَتُجْزِي عَمَّا دُونَ سَبْعَةٍ بِالْأَوْلَى...

- ***رد المحتار*** **میں ہے:**

(قَوْلُهُ وَتُجْزِي عَمَّا دُونَ سَبْعَةٍ) الْأَوْلَى عَمَّنْ لِأَنَّ مَا لِمَا لَا يَعْقِلُ، وَأَطْلَقَهُ فَشَمِلَ مَا إذَا اتَّفَقَتْ الْأَنْصِبَاءُ قَدْرًا أَوْ لَا لَكِنْ بَعْدَ أَنْ لَا يَنْقُصَ عَنْ السَّبْعِ، وَلَوْ اشْتَرَكَ سَبْعَةٌ فِي خَمْسِ بَقَرَاتٍ أَوْ أَكْثَرَ صَحَّ لِأَنَّ لِكُلٍّ مِنْهُمْ فِي بَقَرَةٍ سُبُعُهَا لَا ثَمَانِيَةٌ فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ أَوْ أَكْثَرَ، لِأَنَّ كُلَّ بَقَرَةٍ عَلَى ثَمَانِيَةِ أَسْهُمٍ فَلِكُلٍّ مِنْهُمْ أَقَلُّ مِنْ السَّبْعِ.

- ***بدائع الصنائع*** **میں ہے:**

وَلَا شَكَّ في جَوَازِ بَدَنَةٍ أو بَقَرَةٍ عن أَقَلَّ من سَبْعَةٍ بِأَن اشترك اثْنَانِ أو ثَلَاثَةٌ أو أَرْبَعَةٌ أو خَمْسَةٌ أو سِتَّةٌ في بَدَنَةٍ أو بَقَرَةٍ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا جَازَ السُّبْعُ فَالزِّيَادَةُ أَوْلَى وَسَوَاءٌ اتَّفَقَتْ الانصباء في الْقَدْرِ أو اخْتَلَفَتْ بِأَنْ يَكُونَ لِأَحَدِهِمْ النِّصْفُ وَلِلْآخَرِ الثُّلُثُ وَلِآخَرَ السُّدُسُ بَعْدَ أَنْ لَا يَنْقُصَ عن السُّبْعِ. وَلَوْ اشْتَرَكَ سَبْعَةٌ في خَمْسِ بَقَرَاتٍ أو في أَكْثَرَ فَذَبَحُوهَا أَجْزَأَهُمْ لِأَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ منهم في كل بَقَرَةٍ سُبُعَهَا وَلَوْ ضَحَّوْا بِبَقَرَةٍ وَاحِدَةٍ أَجْزَأَهُمْ فَالْأَكْثَرُ أَوْلَى. وَلَوْ اشْتَرَكَ ثَمَانِيَةٌ في سَبْعِ بَقَرَاتٍ لم يُجْزِهِمْ لِأَنَّ كُلَّ بَقَرَةٍ بَيْنَهُمْ على ثَمَانِيَةِ أَسْهُمٍ فَيَكُونُ لِكُلِّ وَاحِدٍ منهم أَنْقَصُ من السُّبْعِ، وَكَذَلِكَ إذَا

كَانُوا عَشَرَةً أو أَكْثَرَ فَهُوَ على هذا، وَلَوْ اشْتَرَكَ ثَمَانِيَةٌ في ثَمَانِيَةٍ من الْبَقَرِ فَضَحَّوْا بها لم تُجْزِهِمْ لِأَنَّ كُلَّ بَقَرَةٍ تَكُونُ بَيْنَهُمْ على ثَمَانِيَةِ أَسْهُمٍ وَكَذَلِكَ إذَا كان الْبَقَرُ أَكْثَرَ لم تُجْزِهِمْ وَلَا رِوَايَةَ في هذه الْفُصُولِ وَإِنَّمَا قِيلَ: إنه لَا يَجُوزُ بِالْقِيَاسِ، وَلَوْ اشْتَرَكَ سَبْعَةٌ في سَبْعِ شِيَاهٍ بَيْنَهُمْ فَضَحَّوْا بها الْقِيَاسُ أَنْ لَا تُجْزِئَهُمْ لِأَنَّ كُلَّ شَاةٍ تَكُونُ بَيْنَهُمْ على سَبْعَةِ أَسْهُمٍ وفي الِاسْتِحْسَانِ يجزيهم، وَكَذَلِكَ لو اشْتَرَى اثْنَانِ شَاتَيْنِ لِلتَّضْحِيَةِ فَضَحَّيَا بِهِمَا. (فَصْلٌ وَأَمَّا مَحَلُّ إقَامَةِ الْوَاجِبِ)

قربانی میں نیت سے متعلق احکام

فہرست:

قربانی میں نیت کیا ہونی چاہیے؟

قربانی ایک اہم ترین عبادت ہے جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اس لیے یہ عبادت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سمجھتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب ہی کے لیے ادا کرنی چاہیے تاکہ قربانی درست ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول بھی ہوسکے۔ اس کے علاوہ نام ونمود یا محض گوشت حاصل کرنے اور اس جیسی دیگر مذموم اور نامناسب نیتوں سے بالکلیہ اجتناب کرنا چاہیے۔

قربانی میں محض گوشت کی نیت کرنے کا حکم:

قربانی کے بڑے جانور میں شریک ہونے والے تمام افراد کی نیت قربانی اور ثواب ہی کی ہونی چاہیے، اگر کسی کی نیت محض گوشت حاصل کرنے کی ہو تو شُرکاء میں سے کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی۔ واضح رہے کہ عقیقے، ولیمے، دَمِ تمتُّع اور دَمِ قِران کی نیت بھی در حقیقت ثواب اور قُربت ہی کی نیت ہے، اس لیے ان نیتوں کے ساتھ قربانی کے جانور میں شرکت کرنا درست ہے، جس کی تفصیل آگے ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

(الدر المختار مع رد المحتار، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل از حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم)

- بدائع الصنائع میں ہے:

وَلَوْ كان أَحَدُ الشُّرَكَاءِ ذِمِّيًّا كِتَابِيًّا أو غير كِتَابِيٍّ وهو يُرِيدُ اللَّحْمَ أو أَرَادَ الْقُرْبَةَ في دِينِهِ لم يُجْزِهِمْ عِنْدَنَا؛ لِأَنَّ الْكَافِرَ تَتَحَقَّقُ منه الْقُرْبَةُ، فَكَانَتْ نِيَّتُهُ مُلْحَقَةً بِالْعَدَمِ فَكَانَ مُرِيدًا لِلَّحْمِ، وَالْمُسْلِمُ لو أَرَادَ اللَّحْمَ لَا يَجُوزُ عِنْدَنَا فَالْكَافِرُ أَوْلَى.

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَإِنْ كان كُلُّ وَاحِدٍ منهم صَبِيًّا أو كان شَرِيكُ السَّبْعِ من يُرِيدُ اللَّحْمَ أو كان نَصْرَانِيًّا وَنَحْوَ ذلك لَا يَجُوزُ لِلْآخَرَيْنِ أَيْضًا كَذَا في «السِّرَاجِيَّةِ»، وَلَوْ كان أَحَدُ الشُّرَكَاءِ ذِمِّيًّا كِتَابِيًّا أو غير كِتَابِيٍّ وهو يُرِيدُ اللَّحْمَ أو يُرِيدُ الْقُرْبَةَ في دِينِهِ لم يُجْزِئْهُمْ عِنْدَنَا؛ لِأَنَّ الْكَافِرَ لَا يَتَحَقَّقُ منه الْقُرْبَةُ فَكَانَتْ نِيَّتُهُ مُلْحَقَةً بِالْعَدَمِ فَكَأَنْ يُرِيدَ اللَّحْمَ، وَالْمُسْلِمُ لو أَرَادَ اللَّحْمَ لَا يَجُوزُ عِنْدَنَا.

قربانی کے جانور میں متعدد نیتوں کے ساتھ شرکت کا حکم:

قربانی کے چھوٹے جانور یعنی بکرا، بکری، بھیڑ، مینڈھا اور دنبہ میں چوں کہ ایک ہی حصے کی قربانی جائز ہے اس لیے ان میں تو صرف ایک ہی نیت درست ہے، جیسے اگر صرف واجب قربانی کی نیت ہو تو اس کے ساتھ عقیقے کی نیت درست نہیں۔ جبکہ بڑے جانور یعنی بیل، گائے، بھینس، بھینسا، اونٹ اور اونٹنی میں چوں کہ ایک سے لے کر سات تک حصے جائز ہیں اس لیے ان میں مختلف حصوں میں ثواب اور قُربت کی مختلف نیتیں بھی درست ہیں۔ البتہ یہ واضح رہے کہ ایک ہی حصے میں ایک ہی نیت معتبر ہو گی جیسے اگر ایک حصے میں صرف واجب قربانی کی نیت ہو تو اسی میں عقیقے کی نیت درست نہیں۔ مزید تفصیل درج ذیل ہے۔

قربانی کے جانور میں عقیقے کی نیت سے شرکت کرنے کا حکم:

1۔ قربانی کے بڑے جانور میں بعض افراد واجب قربانی کی نیت سے شریک ہوں اور بعض عقیقے کی نیت سے یعنی بعض حصے قربانی کے ہوں اور بعض عقیقے کے تو یہ بھی جائز ہے۔

2۔ البتہ یہ جائز نہیں کہ ایک ہی حصے میں قربانی کی بھی نیت کی جائے اور عقیقے کی بھی، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ ایک ہی جانور کو مکمل طور پر قربانی کی نیت سے بھی ذبح کیا جائے اور عقیقے کی نیت سے بھی، بلکہ قربانی اور عقیقے کا حصہ الگ الگ ہونا چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، فتاویٰ عثمانی ودیگر کتب)

قربانی کے بڑے جانور میں نفلی قربانی کی نیت سے شرکت کرنے کا حکم:

قربانی کے بڑے جانور میں بعض افراد نفلی قربانی کی نیت سے شریک ہوں اور بعض واجب قربانی کی نیت سے یعنی بعض حصے واجب قربانی کے ہوں اور بعض نفلی قربانی کے تو یہ بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ عثمانی)

قربانی کے بڑے جانور میں ولیمے کی نیت سے شرکت کرنے کا حکم:

قربانی کے بڑے جانور میں بعض افراد واجب یا نفلی قربانی کی نیت سے شریک ہوں اور بعض ولیمے کی

نیت سے یعنی بعض حصے قربانی کے ہوں اور بعض ولیمے کے تو متعدد اہلِ علم کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔

(امداد الاحکام)

- ردالمحتار میں ہے:

قَدْ عُلِمَ أَنَّ الشَّرْطَ قَصْدُ الْقُرْبَةِ مِنَ الْكُلِّ، وَشَمِلَ مَا لَوْ كَانَ أَحَدُهُمْ مُرِيدًا لِلْأُضْحِيَّةِ عَنْ عَامِهِ وَأَصْحَابُهُ عَنِ الْمَاضِي تَجُوزُ الْأُضْحِيَّةَ عَنْهُ، وَنِيَّةُ أَصْحَابِهِ بَاطِلَةٌ، وَصَارُوا مُتَطَوِّعِينَ، وَعَلَيْهِمُ التَّصَدُّقُ بِلَحْمِهَا وَعَلَى الْوَاحِدِ أَيْضًا؛ لِأَنَّ نَصِيبَهُ شَائِعٌ كَمَا فِي «الْخَانِيَّةِ»، وَظَاهِرُهُ عَدَمُ جَوَازِ الْأَكْلِ مِنْهَا، تَأَمَّلْ، وَشَمِلَ مَا لَوْ كَانَتِ الْقُرْبَةُ وَاجِبَةً عَلَى الْكُلِّ أَوِ الْبَعْضِ اتَّفَقَتْ جِهَاتُهَا أَوْ لَا: كَأُضْحِيَّةٍ وَإِحْصَارٍ وَجَزَاءِ صَيْدٍ وَحَلْقٍ وَمُتْعَةٍ وَقِرَانٍ خِلَافًا لِزُفَرَ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الْكُلِّ الْقُرْبَةُ، وَكَذَا لَوْ أَرَادَ بَعْضُهُمُ الْعَقِيقَةَ عَنْ وَلَدٍ قَدْ وُلِدَ لَهُ مِنْ قِبَلُ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ جِهَةُ التَّقَرُّبِ بِالشُّكْرِ عَلَى نِعْمَةِ الْوَلَدِ، ذَكَرَهُ مُحَمَّدٌ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَلِيمَةَ. وَيَنْبَغِي أَنْ تَجُوزَ؛ لِأَنَّهَا تُقَامُ شُكْرًا لِلّٰهِ تَعَالَى عَلَى نِعْمَةِ النِّكَاحِ وَوَرَدَتْ بِهَا السُّنَّةُ، فَإِذَا قَصَدَ بِهَا الشُّكْرَ أَوْ إِقَامَةَ السُّنَّةِ فَقَدْ أَرَادَ الْقُرْبَةَ. وَرُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ كُرِهَ الِاشْتِرَاكُ عِنْدَ اخْتِلَافِ الْجِهَةِ، وَأَنَّهُ قَالَ: لَوْ كَانَ مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ، وَهَكَذَا قَالَ أَبُو يُوسُفَ، «بَدَائِعُ». (كتاب الأضحية)

قربانی میں ایصالِ ثواب کی نیت سے متعلق احکام :

مسئلہ 1:

کسی دوسرے مسلمان کے ایصالِ ثواب کے لیے قربانی کرنا یا اپنی قربانی کا ثواب دوسرے مسلمان تک پہنچانا درست ہے چاہے وہ زندہ ہو یا فوت شدہ۔

فائدہ: واضح رہے کہ ایصالِ ثواب کی غرض سے کی جانے والی قربانی در حقیقت اسی قربانی کرنے والے ہی کی نفلی قربانی ہوتی ہے جس کا ثواب وہ دوسروں تک پہنچاتا ہے البتہ اس کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آتی۔

مسئلہ 2:

واضح رہے کہ اپنی نفلی یا واجب قربانی کا ایصالِ ثواب کرنا درست ہے، البتہ بعض اہلِ علم کے نزدیک واجب قربانی کا ایصالِ ثواب درست نہیں، اس لیے اگر وسعت ہو تو احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اپنی واجب قربانی کے علاوہ نفلی قربانی کر کے اس کا ایصالِ ثواب کیا جائے، لیکن اگر الگ سے نفلی قربانی کی وسعت نہ ہو تو بعض دیگر اہلِ علم کے قول کے مطابق اپنی واجب قربانی کے ایصالِ ثواب کی بھی گنجائش ہے، اسی کی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی واجب قربانی کرنے کے بعد اس کے گوشت کو ایصالِ ثواب کی نیت سے صدقہ کر دیا جائے، اس طرح بھی دوسرے مسلمان کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔

مسئلہ 3:

جس طرح کسی ایک مسلمان شخص کو قربانی کا ثواب پہنچانا درست ہے اسی طرح ایک سے زائد مسلمان افراد کو ثواب پہنچانا بھی درست ہے۔ ایسی صورت میں اس کا ثواب ہر مسلمان کو پورا پورا پہنچتا ہے اور قربانی کرنے والے کے ثواب میں کوئی بھی کمی نہیں آتی۔

فائدہ:

ایک امتی کے لیے بڑی سعادت اور خوش نصیبی کی بات ہے کہ وہ اپنے آقا سرکارِ دو عالم حبیبِ خدا ﷺ کی طرف سے یعنی ان کے ایصالِ ثواب کے لیے بھی قربانی کا اہتمام کرے، اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام،

حضرات صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کرام، ائمہ مجتہدین، علمائے امت، بزرگانِ دین، حضرات اکابر، مشائخ عظام، اساتذہ کرام اور والدین اور دیگر عزیز واقارب کی طرف سے بھی قربانی کا اہتمام کرنا چاہیے، اس کی بڑی برکتیں اور فوائد ہیں۔

- ہدایہ میں ہے:

الْأَصْلُ فِي هَذَا الْبَابِ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا أَوْ صَدَقَةً أَوْ غَيْرَهَا عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ؛ لِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَحَدَهُمَا عَنْ نَفْسِهِ وَالْآخَرَ عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِوَحْدَانِيَّةِ اللهِ تَعَالَى وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، جَعَلَ تَضْحِيَةَ إِحْدَى الشَّاتَيْنِ لِأُمَّتِهِ. (باب الحج عن الغير)

- ردالمحتار میں ہے:

صَرَّحَ عُلَمَاؤُنَا فِي «بَابِ الْحَجِّ عَنِ الْغَيْرِ» بِأَنَّ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا أَوْ صَدَقَةً أَوْ غَيْرَهَا كَذَا فِي «الْهِدَايَةِ»، بَلْ فِي زَكَاةِ «التَّتَارْخَانِيَّة» عَن «الْمُحِيطِ»: الْأَفْضَلُ لِمَنْ يَتَصَدَّقُ نَفْلًا أَنْ يَنْوِيَ لِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ؛ لِأَنَّهَا تَصِلُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ اه هُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ..... وَأَمَّا عِنْدَنَا فَالْوَاصِلُ إِلَيْهِ نَفْسُ الثَّوَابِ. وَفِي «الْبَحْرِ»: مَنْ صَامَ أَوْ صَلَّى أَوْ تَصَدَّقَ وَجَعَلَ ثَوَابَهُ لِغَيْرِهِ مِن الْأَمْوَاتِ وَالْأَحْيَاءِ جَازَ، وَيَصِلُ ثَوَابُهَا إِلَيْهِمْ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ كَذَا فِي «الْبَدَائِعِ»، ثُمَّ قَالَ: وَبِهَذَا عُلِمَ أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الْمَجْعُولُ لَهُ مَيِّتًا أَوْ حَيًّا. وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَنْوِيَ بِهِ عِنْدَ الْفِعْلِ لِلْغَيْرِ أَوْ يَفْعَلَهُ لِنَفْسِهِ ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ يَجْعَلُ ثَوَابَهُ لِغَيْرِهِ؛ لِإِطْلَاقِ كَلَامِهِمْ، وَأَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ الْفَرْضِ وَالنَّفَلِ. اه. وَفِي «جَامِعِ الْفَتَاوَى»: وَقِيلَ: لَا يَجُوزُ فِي الْفَرَائِضِ اه. ..... قُلْت: لَكِنْ سُئِلَ ابْنُ حَجَرٍ الْمَكِّيُّ عَمَّا لَوْ قَرَأَ لِأَهْلِ الْمَقْبَرَةِ الْفَاتِحَةَ هَلْ يُقْسَمُ الثَّوَابُ بَيْنَهُمْ أَوْ يَصِلُ لِكُلٍّ مِنْهُمْ مِثْلُ ثَوَابِ ذَلِكَ كَامِلًا؟ فَأَجَابَ بِأَنَّهُ أَفْتَى جَمْعٌ بِالثَّانِي، وَهُوَ اللَّائِقُ بِسَعَةِ الْفَضْلِ. (مَطْلَبٌ فِي الْقِرَاءَةِ لِلْمَيِّتِ وَإِهْدَاءُ ثَوَابِهَا لَهُ)

- ردالمحتار میں ہے:

قُلْت: وَقَوْلُ عُلَمَائِنَا لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ يَدْخُلُ فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ فَإِنَّهُ أَحَقُّ بِذَلِكَ حَيْثُ

أَنْقَذَنَا مِنَ الضَّلَالَةِ، فَفِي ذَلِكَ نَوْعُ شُكْرٍ وَإِسْدَاءُ جَمِيلٍ لَهُ، وَالْكَامِلُ قَابِلٌ لِزِيَادَةِ الْكَمَالِ. وَمَا اسْتَدَلَّ بِهِ بَعْضُ الْمَانِعِينَ مِنْ أَنَّهُ تَحْصِيلُ الْحَاصِلِ؛ لِأَنَّ جَمِيعَ أَعْمَالِ أُمَّتِهِ فِي مِيزَانِهِ. يُجَابُ عَنْهُ بِأَنَّهُ لَا مَانِعَ مِنْ ذَلِكَ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى أَخْبَرَنَا بِأَنَّهُ صَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أَمَرَنَا بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ، بِأَنْ نَقُولَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَاللهُ أَعْلَمُ. (مطلب في زيارة القبور)

- **المحیط البرہانی میں ہے:**

في «فتاوى أبي الليث»: وسئل أبو نصر عمن ضحى وتصدق بلحمه عن أبويه فيجوز.
(كتاب الأضحية)

- **البحر الرائق میں ہے:**

وَظَاهِرُ إطْلَاقِهِمْ يَقْتَضِي أَنَّهُ لَا فَرْقَ بين الْفَرْضِ وَالنَّفَلِ فإذا صلى فَرِيضَةً وَجَعَلَ ثَوَابَهَا لِغَيْرِهِ فإنه يَصِحُّ لَكِنْ لَا يَعُودُ الْفَرْضُ في ذِمَّتِهِ؛ لِأَنَّ عَدَمَ الثَّوَابِ لَا يَسْتَلْزِمُ عَدَمَ السُّقُوطِ عن ذِمَّتِهِ، ولم أره مَنْقُولًا. (باب الحج عن الغير)

مسئلہ 4:

قربانی کے بڑے جانور میں ایصالِ ثواب کی نیت کرتے وقت یہ بھی درست ہے کہ اس میں بعض حصے واجب قربانی کے ہوں اور بعض حصے نفلی قربانی کے طور پر ایصالِ ثواب کی نیت سے رکھے جائیں۔

مسئلہ 5:

قربانی کے ایک چھوٹے جانور میں ایک سے زائد افراد شریک ہو کر ایصالِ ثواب کی نیت کریں تو یہ جائز نہیں، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ قربانی کے بڑے جانور کے ایک حصے میں متعدد افراد ایصالِ ثواب کی نیت سے شریک ہو جائیں۔ اس کی ایک وضاحت طلب صورت درج ذیل ہے۔

مسئلہ 6:

اگر بڑے جانور میں سات سے کم افراد قربانی کی نیت سے شریک ہوں اور کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو تو باقی ماندہ ساتویں حصے میں سب یا بعض شرکاء کا ایصالِ ثواب کی نیت سے شریک ہونا متعدد اہلِ

علم کے نزدیک جائز نہیں، اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہیے، جیسے ایک بڑے جانور میں قربانی کی نیت سے چھ افراد اس طرح شریک ہوں کہ ہر ایک نے اپنے لیے ایک ایک مکمل حصہ رکھا، پھر ساتویں حصے میں سب نے مل کر مشترکہ طور پر ایصالِ ثواب کی نیت کی تو ان کی اصل قربانی تو درست ہو گی لیکن یہ ساتویں حصے میں ایصالِ ثواب کی مشترکہ نیت احتیاط کے خلاف ہے، کیوں کہ جب ساتویں حصے میں سب یا بعض افراد شریک ہوں گے تو ہر ایک کا حصہ کسر میں آئے گا اور یہ کسر حصہ بھی مستقل طور پر ہے کہ ہر شریک نے صرف اسی کسر حصے میں ایصالِ ثواب کی نیت کر رکھی ہے، اور کسر حصے کی قربانی مستقل طور پر مشروع نہیں، البتہ یہ کسی پورے حصے کے تابع بن سکتا ہے لیکن یہاں تابع اس لیے نہیں کہ ایصالِ ثواب کی نیت سے ہر شریک کا صرف یہی کسر والا حصہ ہے، بطورِ مثال سمجھیے کہ ایک بڑے جانور میں چھ افراد اس طرح شریک ہو جائیں کہ چار افراد کا ایک ایک حصہ قربانی کا ہو اور باقی دو افراد کا ایک ایک حصہ ایصالِ ثواب کا ہو اور باقی ماندہ ساتویں حصے میں یہی دو افراد مشترکہ طور پر ایصالِ ثواب کی نیت کر لیں، اس طرح ان دونوں کے ڈیڑھ ڈیڑھ حصے ایصالِ ثواب کے ہو جائیں تو یہ جائز ہے کیوں کہ ان دونوں کا یہ آدھا آدھا حصہ در حقیقت ان کے ایک ایک مکمل حصے کے تابع ہے جو کہ جائز ہے۔

اور جب ایصالِ ثواب کی نیت سے کسر حصے کی قربانی مستقل طور پر مشروع نہیں تو اس میں ایصال ثواب کی نیت کرنا متعدد اہل علم کے نزدیک درست نہیں، کیوں کہ ایصالِ ثواب کے لیے مستقل قربت پر مبنی حصہ ہونا چاہیے۔ اس لیے اس کا حل یہ ہے کہ اس حصے میں کوئی ایک شریک ہی ایصالِ ثواب کی نیت کرے۔

مسئلہ 7:

جس بڑے جانور میں سات افراد قربانی کی نیت سے شریک ہوں اور اس جانور کے ساتویں حصے میں ایک سے زائد افراد مل کر ایصالِ ثواب کی نیت کریں تو یہ جائز نہیں، کیوں کہ اس صورت میں باقی چھ حصوں میں سات افراد شریک ہوں گے جس کی وجہ سے شریک ہونے والے افراد میں سے ہر ایک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو جاتا ہے جو کہ جائز نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی، غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

حضور اقدس ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنا:

حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کے ایصالِ ثواب کے لیے قربانی فرمائی، ذیل میں اس حوالے سے چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ وسفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک مینڈھا اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا مینڈھا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربان کرتے۔

- مسند احمد میں ہے:

۲۵۸۴۳- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوأَيْنِ قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ.

2۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذبح (یعنی قربانی) کے دن دو سینگوں والے خصی دنبے ذبح کرنے چاہے تو ان کو قبلہ رخ کیا اور پھر یہ کلمات کہے:

إِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

پھر فرمایا کہ: ”اے اللہ! یہ قربانی تیری طرف سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لیے ہے، تو اس کو محمد اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے انھیں ذبح فرمایا۔

- سنن ابی داود میں ہے:

۲۷۹۷- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ، فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: «إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِى فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ

أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ، بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ»، ثُمَّ ذَبَحَ.

3۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے دنبہ ذبح کیا اور یوں فرمایا کہ: ”بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اے اللہ! یہ قربانی میری جانب سے ہے اور میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔“

- مسند احمد میں ہے:

١٤٨٣٧- عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو: أَخْبَرَنِي مَوْلَايَ الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عِيدَ الْأَضْحَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ فَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي».

ان احادیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کے ایصالِ ثواب کے لیے قربانی فرمائی، اور بعض روایات میں امت کے اُن افراد کی صراحت کر کے قربانی فرمائی جو وسعت نہ ہونے کی وجہ سے قربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ کس قدر خوش نصیب ہے یہ امتِ محمدیہ کہ سرکارِ دو عالَم حضور اقدس ﷺ ان کی طرف سے بھی قربانی کا اہتمام فرماتے تھے!!

2۔ مذکورہ حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو قربانی کے ثواب میں شریک فرما لیتے یعنی ان کے لیے بھی ایصالِ ثواب فرماتے۔

3۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کر کے کسی زندہ یا فوت شدہ مسلمان کو اس کا ثواب پہنچانا یا کسی زندہ یا فوت شدہ مسلمان کے ایصالِ ثواب کے لیے قربانی کرنا بھی درست ہے۔

- عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قَالَ ابْن بطال فِي «الْمَغَازِي» للْبُخَارِيّ: عَن بُرَيْدَة: أَن النَّبِي ﷺ كَانَ بعث عليًّا إِلَى الْيمن قبل حجَّة الْوَدَاع ليقْبض الْخمس، فَقدم من سعايته، فَقَالَ النَّبِي ﷺ: «بِمَا أَهلَلْت يَا عَليّ؟» قَالَ: بِمَا أهل بِهِ

رَسُول الله ﷺ. قَالَ: «فاهدِ وامكث حَرَامًا كَمَا كنت»، قَالَ: فأهدى لَهُ عَليّ هَديا، قَالَ: فَهَذَا تَفْسِير قَوْله: «وأشركه فِي الْهَدْي» أَن الْهَدْي الَّذِي أهداه عَليّ عَن النَّبِي ﷺ وَجعل لَهُ ثَوَابه فَيحْتَمل أَن يفرده بِثَوَاب ذَلِك الْهَدْي، كُله فَهُوَ شريك لَهُ فِي هَدْيه؛ لِأَنَّهُ أهداه عَنهُ تَطَوّعا من مَاله، وَيحْتَمل أَن يشركهُ فِي ثَوَاب هدي وَاحِد يكون بَينهمَا، كَمَا ضحى ﷺ عَنهُ وَعَن أهل بَيته بكبش، وَعَمن لم يضح من أمته وأشركهم فِي ثَوَابه، وَيجوز الِاشْتِرَاك فِي هدي التَّطَوُّع. (بابُ الاشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ والْبُدْنِ)

حضور اقدس ﷺ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قربانی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو مینڈھوں کی قربانی کی، ایک نبی کریم ﷺ کی طرف سے اور ایک اپنی طرف سے، اور فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کروں، اس لیے میں اس معمول کو کبھی ترک نہیں کروں گا۔

- مستدرک حاکم میں ہے:

٧٥٥٦- فَمِنْهَا مَا حَدَّثَنَا الشَّيْخُ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ: أَنْبَأَ بِشْرُ بْنُ مُوسَى الْأَسَدِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي الْحَسْنَاءِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ حَنَشٍ قَالَ: ضَحَّى عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِكَبْشَيْنِ: كَبْشٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وكبشٍ عَنْ نَفْسِهِ، وَقَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ، فَأَنَا أُضَحِّي أَبَدًا.
هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.
التعليق من تلخيص الذهبي: صحيح.

- سنن الترمذی میں ہے:

١٤٩٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ المُحَارِبِيُّ الكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي الحَسْنَاءِ، عَنْ الحَكَمِ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ، فَقِيلَ لَهُ: فَقَالَ: أَمَرَنِي بِهِ -يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ- فَلَا أَدَعُهُ أَبَدًا.

اس حدیث سے بھی فوت شدہ مسلمان کے ایصالِ ثواب کے لیے قربانی کرنا ثابت ہوتا ہے۔

ایصالِ ثواب کے لیے کی گئی قربانی کے گوشت کا حکم:

واضح رہے کہ کسی زندہ یا فوت شدہ مسلمان کے ایصالِ ثواب کے لیے جو قربانی کی جاتی ہے وہ نفلی قربانی کہلاتی ہے، اس کا حکم عام قربانی کے گوشت کی طرح ہے کہ اس کا سارا کا سارا گوشت خود رکھنا بھی جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اس کے تین حصے کیے جائیں: ایک حصہ اپنے لیے، ایک حصہ اپنے رشتہ داروں کے لیے جبکہ ایک حصہ غریبوں کے لیے۔

البتہ اگر میت نے اپنے مال یعنی ترکہ میں سے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کا گوشت سارا کا سارا صدقہ کرنا ضروری ہے۔

- ردالمحتار میں ہے:

مَنْ ضَحَّى عَنِ الْمَيِّتِ يَصْنَعُ كَمَا يَصْنَعُ فِي أُضْحِيَّةِ نَفْسِهِ مِنَ التَّصَدُّقِ وَالْأَكْلِ وَالْأَجْرُ لِلْمَيِّتِ وَالْمِلْكُ لِلذَّابِحِ. قَالَ الصَّدْرُ: وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ إنْ بِأَمْرِ الْمَيِّتِ لَا يَأْكُلْ مِنْهَا وَإِلَّا يَأْكُلُ، بَزَّازِيَّةٌ.
(كتاب الأضحية)

ذیل میں ایصالِ ثواب سے متعلق چند اصولی اور عمومی باتیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ مزید راہنمائی ہو سکے۔

ایصالِ ثواب سے متعلق ایک اہم شرعی اصول:

ایصالِ ثواب کے لیے نہ تو کوئی عمل خاص ہے، نہ کوئی چیز خاص ہے، نہ کوئی دن خاص ہے اور نہ ہی کوئی مہینہ خاص ہے، بلکہ سال بھر میں کسی بھی دن کسی بھی نیک عمل کا ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔ البتہ فرائض وواجبات کے ایصالِ ثواب کے بارے میں دو آرا ہیں، بعض اہلِ علم منع فرماتے ہیں جبکہ بعض درست قرار دیتے ہیں، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ یہ اختلاف ذکر کرکے فرماتے ہیں کہ ”میرے نزدیک احتیاط اسی میں ہے کہ فرض کا ثواب کسی کو نہ بخشے۔“ (امداد الفتاویٰ)

ہر ایک کو پورا پورا ثواب ملتا ہے!

اگر کسی نیکی کا ایصالِ ثواب ایک سے زائد یا تمام زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کو کیا جائے تو ایسی صورت میں اس نیکی کا ثواب ہر مسلمان کو پورا پورا پہنچتا ہے اور ایصالِ ثواب کرنے والے کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آتی۔

ایصالِ ثواب کی قبولیت کے لیے دو اہم اصول:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کی قبولیت کے لیے دو بنیادی اصول درج ذیل ہیں:

- ایصالِ ثواب اخلاص کے ساتھ ہو کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے، اس میں ریاکاری اور نام و نمود کا جذبہ نہ ہو۔
- ایصالِ ثواب شریعت کی تعلیمات کے مطابق کیا جائے، اس کے لیے خود ساختہ طریقے ایجاد نہ کیے جائیں۔

ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہ پائی گئی تو وہ ایصالِ ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت نہیں پا سکتا، جس کے نتیجے میں نہ تو اس عمل کرنے والے کو ثواب مل سکتا ہے اور نہ ہی یہ کسی دوسرے کو بھیجا جا سکتا ہے، بلکہ ایسا کرنے والا گناہ گار ٹھہرتا ہے۔

قربانی
میں شرکت کے چند متفرق مسائل

فہرست:

قربانی کے شُرکاء کے عقیدے سے متعلق اہم مسئلہ:

1۔قربانی کے جانور میں شریک ہونے والے تمام شُرکاء کا مسلمان ہونا ضروری ہے، اگر کوئی ایک شریک بھی ان میں سے مسلمان نہ ہو تو کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی۔واضح رہے کہ مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تمام ضروریاتِ دین کو تسلیم کیا جائے، ان میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔اس کی تفصیل عقائد کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

2۔ایسے شدید گمراہ افراد کو بھی قربانی میں ہرگز شریک نہ کیا جائے جن کا اسلام سے تعلق مشکوک ہو یا جن کے کفر اور اسلام کا معاملہ واضح نہ ہو۔

3۔آج کفر والحاد اور گمراہی کا دور دورہ ہے اس لیے کوشش یہی ہونی چاہیے کہ تمام شُرکاء صحیح العقیدہ مسلمان ہوں تاکہ قربانی کی یہ عظیم عبادت بخوبی ادا کی جاسکے۔(الدر المختار مع رد المحتار، فتاویٰ عالمگیری)

- بدائع الصنائع میں ہے:

وَلَوْ كان أَحَدُ الشُّرَكَاءِ ذِمِّيًّا كِتَابِيًّا أو غير كِتَابِيٍّ وهو يُرِيدُ اللَّحْمَ أو أَرَادَ الْقُرْبَةَ في دِينِهِ لم يُجْزِهِمْ عِنْدَنَا؛ لِأَنَّ الْكَافِرَ تَتَحَقَّقُ منه الْقُرْبَةُ فَكَانَتْ نِيَّتُهُ مُلْحَقَةً بِالْعَدَمِ فَكَانَ مُرِيدًا لِلَّحْمِ، وَالْمُسْلِمُ لو أَرَادَ اللَّحْمَ لَا يَجُوزُ عِنْدَنَا فَالْكَافِرُ أَوْلَى.

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَإِنْ كان كُلُّ وَاحِدٍ منهم صَبِيًّا أو كان شَرِيكُ السَّبْعِ من يُرِيدُ اللَّحْمَ أو كان نَصْرَانِيًّا وَنَحْوَ ذلك لَا يَجُوزُ لِلْآخَرَيْنِ أَيْضًا كَذَا في السِّرَاجِيَّةِ، وَلَوْ كان أَحَدُ الشُّرَكَاءِ ذِمِّيًّا كِتَابِيًّا أو غير كِتَابِيٍّ وهو يُرِيدُ اللَّحْمَ أو يُرِيدُ الْقُرْبَةَ في دِينِهِ لم يُجْزِئْهُمْ عِنْدَنَا؛ لِأَنَّ الْكَافِرَ لَا يَتَحَقَّقُ منه الْقُرْبَةُ فَكَانَتْ نِيَّتُهُ مُلْحَقَةً بِالْعَدَمِ فَكَأَنْ يُرِيدَ اللَّحْمَ، وَالْمُسْلِمُ لو أَرَادَ اللَّحْمَ لَا يَجُوزُ عِنْدَنَا.

قربانی کے شُرکاء کا مال حلال ہونا ضروری ہے:

1۔قربانی کے جانور میں شریک ہونے والے تمام افراد کا مال حلال ہونا ضروری ہے، اگر کسی شریک کا مال حرام ہو

اوراس کے باوجود بھی اس کو شریک کیا گیا تو متعدد اہلِ علم کے نزدیک تمام شُرکاء میں سے کسی بھی شریک کی قربانی ادا نہیں ہوگی۔

2۔ اگر کسی شریک کا اکثر مال حلال ہو اور یہ علم نہ ہو کہ وہ حلال رقم دے رہا ہے یا حرام تو ایسی صورت میں اس کو شریک کرنا درست ہے۔

3۔ جس شریک کے مال سے متعلق حرام ہونے کا علم نہ ہو تو اس کی تحقیق ضروری نہیں۔

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد کسی کو شریک کرنے کا حکم:

کسی صاحبِ نصاب شخص نے اپنے لیے قربانی کا بڑا جانور خریدا، پھر اس میں کسی اور کو شریک کرنے کا ارادہ ہوا تو یہ جائز تو ہے البتہ بہتر نہیں، بلکہ بہتر یہی ہے کہ پہلے سے شریک کرنے کی نیت ہونی چاہیے، لیکن اگر غیر صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کی نیت سے بڑا جانور خریدا اور خریدتے وقت کسی کو شریک کرنے کی نیت نہیں تھی تو اب اس کے لیے کسی اور کو شریک کرنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری، بزازیہ، مجمع الانہر، فتاویٰ محمودیہ)

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَلَوِ اشْتَرَى بَقَرَةً يُرِيدُ أَنْ يُضَحِّيَ بها ثُمَّ أَشْرَكَ فيها سِتَّةً يُكْرَهُ وَيُجْزِيهِمْ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ سَبْعِ شِيَاهٍ حُكْمًا، إلَّا أَنْ يُرِيدَ حين اشْتَرَاهَا أَنْ يُشْرِكَهُمْ فيها فَلَا يُكْرَهُ، وَإِنْ فَعَلَ ذلك قبل أَنْ يَشْتَرِيَهَا كان أَحْسَنَ وَهَذَا إذَا كان مُوسِرًا وَإِنْ كان فَقِيرًا مُعْسِرًا فَقَدْ أَوْجَبَ بِالشِّرَاءِ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُشْرِكَ فيها.
(شَرَائِطُ جَوَازِ إقَامَةِ الْوَاجِبِ)

- البحر الرائق میں ہے:

وَلَوِ اشْتَرَى بَقَرَةً يُرِيدُ أَنْ يُضَحِّيَ، ثُمَّ اشْتَرَكَ فِيهَا مَعَهُ سِتَّةٌ أَجْزَأَهُ اسْتِحْسَانًا، وَالْقِيَاسُ لَا يُجْزِئُ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ؛ لِأَنَّهُ أَعَدَّهَا قُرْبَةً فَيَمْتَنِعُ بَيْعُهَا، وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ قَدْ يَجِدُ بَقَرَةً سَمِينَةً وَقَدْ لَا يَظْفَرُ بِالشُّرَكَاءِ وَقْتَ الشِّرَاءِ فَيَشْتَرِيهَا، ثُمَّ يَطْلُبُ الشُّرَكَاءَ وَلَوْ لَمْ يَجُزْ ذَلِكَ لَحَرَّجُوا وَهُوَ مَدْفُوعٌ شَرْعًا، وَالْأَحْسَنُ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ قَبْلَ الشِّرَاءِ.

قربانی کے شُرکاء کے لیے چند اہم ہدایات

1۔ قربانی میں شریک ہونے والے تمام حضرات قربانی کے تمام مراحل میں باہمی اتحاد، اتفاق، محبت، اعلیٰ اخلاق، ایثار اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں اور ہر قسم کے تنازعات سے اجتناب کریں۔

2۔ قربانی میں شریک ہونے والے تمام حضرات قربانی کے تمام مراحل میں ہر کام باہمی رضامندی سے طے کریں، اور اپنی ذاتی رائے پر بے جا اصرار اور ضد کرنے سے بالکلیہ اجتناب کریں۔

3۔ قربانی میں شریک ہونے والے تمام حضرات قربانی کے تمام مراحل میں شریعت کی مکمل پاسداری کی بھرپور کوشش کریں، اور اس کے مقابلے میں اپنی قومی، قبائلی یا ذاتی رائے پر اصرار کرنے سے کلی اجتناب کریں کیوں کہ قربانی عبادت ہے اور عبادت تبھی قبول ہوسکتی ہے جب وہ شریعت کے مطابق انجام دی جائے۔ بعض لوگ شریعت کے مقابلے میں اپنی آبائی، علاقائی یا ذاتی رائے پر اصرار کرتے ہیں، جو کہ ناجائز ہے، ایسے حضرات دیگر شُرکاء کے لیے بھی پریشانی کا باعث بنتے ہیں، اس لیے اگر شریعت کی پاسداری کو اہمیت نہ دینے والے حضرات سمجھانے کے باوجود بھی بات نہ مانیں تو ان کے ساتھ قربانی میں شرکت سے اجتناب کیا جائے۔

4۔ بعض لوگ محض رشتہ داری یا تعلقات کی رعایت میں یا لوگوں کے طعن و ملامت کے خوف کی وجہ سے حرام مال والے حضرات کو بھی قربانی میں شریک کرلیتے ہیں جو کہ ناجائز ہے جس کا حکم ماقبل میں بیان ہوچکا۔

5۔ قربانی کے تمام شرکاء قربانی کے تمام مراحل میں اپنی نیت خالص رکھیں کہ قربانی صرف اللہ ہی کی رضا کے لیے کی جارہی ہے، کیوں کہ اگر کسی ایک شریک کی نیت اللہ کی رضا کی خاطر قربانی کرنے کی نہ ہو بلکہ محض گوشت حاصل کرنے کی نیت ہو تو ایسی صورت میں کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

6۔ قربانی میں شریک ہونے والے تمام حضرات قربانی کے تمام مراحل میں کام کاج اور خدمت سے جی نہ چُرائیں بلکہ ایک دوسرے سے بڑھ کر خدمت سرانجام دینے کی کوشش کریں اور اس کو اپنے لیے سعادت سمجھیں، کیوں کہ خدمت سے جی چُرانے کی صورت میں ایک تو خدمت کے اجر و ثواب سے محرومی ہاتھ آتی ہے

اور پھر باہمی رنجشیں بھی جنم لیتی ہیں، جس کا نقصان واضح ہے۔

7۔ قربانی میں شریک ہونے والے تمام حضرات قربانی کے تمام مراحل میں مالی معاملات بالکل صاف شفاف رکھیں اوران میں سستی، غفلت، دھوکہ، خیانت اور دیگر ہر قسم کی غیر شرعی اور غیر اخلاقی باتوں سے خصوصی اجتناب کریں، کیوں کہ یہ باتیں تو ویسے بھی بُری اور ناجائز ہیں لیکن قربانی جیسی عبادت کے معاملے میں تو ان کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے۔

قربانی کے جانور سے نفع اُٹھانے کا حکم

قربانی کے جانور سے نفع اٹھانے کا حکم:

قربانی کرنے سے پہلے قربانی کے جانور کا دودھ، اون اور گوبر وغیرہ اپنے استعمال میں لانا، جانور پر سواری کرنا یا اس سے کوئی اور نفع اٹھانا درج ذیل صورتوں میں جائز ہے:

1۔ جانور گھر کا پالتو ہو۔

2۔ جانور خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ کی ہو۔

3۔ جانور قربانی کی نیت سے خریدا ہو لیکن وہ باہر چل پھر کر چارہ نہیں کھاتا ہو بلکہ مالک اس کو چارہ کھلاتا ہو، جیسا کہ آجکل عموماً شہروں میں ہوتا ہے۔

ان تین صورتوں میں جانور کے دودھ، اُون اور گوبر وغیرہ سے نفع اٹھانا اور ان کو اپنے استعمال میں لانا یا جانور سے کوئی اور جائز نفع اٹھانا جائز ہے۔

لیکن اگر جانور قربانی کی نیت سے خریدا ہو اور وہ باہر چل پھر کر چرنے پر گزارہ کرتا ہو تو اس کے دودھ، اون وغیرہ سے نفع اٹھانا درست نہیں، اس لیے ایسی صورت میں قربانی کے جانور کی اُون کاٹنا درست نہیں، لیکن اگر کسی نے اون کاٹ لی تو اسے کسی مستحقِ زکوٰۃ کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور کا دودھ بھی نہ نکالا جائے، البتہ اگر دودھ نہ نکالنے سے جانور کو تکلیف کا سامنا ہو تو اس کے تھنوں پر ٹھنڈے پانی کی چھینٹے مار کر دودھ خشک کر دیا جائے، لیکن اگر اس سے بھی تکلیف کم نہ ہو تو دودھ نکال کر کسی مستحقِ زکوٰۃ کو صدقہ کر دیا جائے۔ اگر کسی نے یہ دودھ اپنے استعمال میں لے آیا تو اس کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔

(احسن الفتاویٰ)

مسئلہ:

قربانی کے جانور کی قربانی کر لینے کے بعد اس کے تھنوں میں موجود دودھ کو اپنے استعمال میں لانا درست ہے، اسی طرح اس کی اون کو کاٹ کر اپنے استعمال میں لانا بھی درست ہے، لیکن اس دودھ اور اون کو فروخت کرنا درست نہیں، اگر کسی نے یہ فروخت کر لیے تو ان کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔

- **فتاویٰ ہندیہ میں ہے:**

الْبَابُ السَّادِسُ في بَيَانِ ما يُسْتَحَبُّ في الْأُضْحِيَّةِ وَالِانْتِفَاعِ بها:

..... وَلَوِ اشْتَرَى شَاةً لِلْأُضْحِيَّةِ يُكْرَهُ أَنْ يَحْلِبَهَا أو يَجُزَّ صُوفَهَا فَيَنْتَفِعَ بِهِ؛ لِأَنَّهُ عَيَّنَهَا لِلْقُرْبَةِ فَلَا يَحِلُّ له الِانْتِفَاعُ بِجُزْءٍ من أَجْزَائِهَا قبل إقَامَةِ الْقُرْبَةِ بها كما لَا يَحِلُّ له الِانْتِفَاعُ بِلَحْمِهَا إذَا ذَبَحَهَا قبل وَقْتِهَا، وَمِنَ الْمَشَايِخِ من قال: هذا في الشَّاةِ الْمَنْذُورِ بها بِعَيْنِهَا من الْمُعْسِرِ وَالْمُوسِرِ وفي الشَّاةِ الْمُشْتَرَاةِ لِلْأُضْحِيَّةِ من الْمُعْسِرِ، فَأَمَّا الْمُشْتَرَاةُ من الْمُوسِرِ لِلْأُضْحِيَّةِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَحْلُبَهَا وَيَجُزَّ صُوفَهَا، كَذَا في «الْبَدَائِعِ»، وَالصَّحِيحُ أَنَّ الْمُوسِرَ وَالْمُعْسِرَ في حَلْبِهَا وَجَزِّ صُوفِهَا سَوَاءٌ، هَكَذَا في «الْغِيَاثِيَّةِ». وَلَوْ حَلَبَ اللَّبَنَ من الْأُضْحِيَّةِ قبل الذَّبْحِ أو جَزَّ صُوفَهَا يَتَصَدَّقُ بِهِ وَلَا يَنْتَفِعُ بِهِ، كَذَا في «الظَّهِيرِيَّةِ»، وإذا ذَبَحَهَا في وَقْتِهَا جَازَ له أَنْ يَحْلِبَ لَبَنَهَا وَيَجُزَّ صُوفَهَا وَيَنْتَفِعَ بِهِ؛ لِأَنَّ الْقُرْبَةَ أُقِيمَتْ بِالذَّبْحِ، وَالِانْتِفَاعُ بَعْدَ إقَامَةِ الْقُرْبَةِ مُطْلَقٌ كَالْأَكْلِ، كَذَا في «الْمُحِيطِ»، وَإِنْ كان في ضَرْعِهَا لَبَنٌ وَيُخَافُ يَنْضَحُ ضَرْعَهَا بِالْمَاءِ الْبَارِدِ، فَإِنْ تَقَلَّصَ وَإِلَّا حَلَبَ وَتَصَدَّقَ، وَيُكْرَهُ رُكُوبُهَا وَاسْتِعْمَالُهَا كما في الْهَدْيِ، فَإِنْ فَعَلَ فَنَقَصَهَا فَعَلَيْهِ التَّصَدُّقُ بِمَا نَقَصَ، وَإِنْ آجَرَهَا تَصَدَّقَ بِأَجْرِهَا، وَلَوِ اشْتَرَى بَقَرَةً حَلُوبَةً وَأَوْجَبَهَا أُضْحِيَّةً فَاكْتَسَبَ مَالًا من لَبَنِهَا يَتَصَدَّقُ بِمِثْلِ ما اكْتَسَبَ وَيَتَصَدَّقُ بِرَوْثِهَا، فَإِنْ كان يَعْلِفُهَا فما اكْتَسَبَ من لَبَنِهَا أو انْتَفَعَ من رَوْثِهَا فَهُوَ له، وَلَا يَتَصَدَّقُ بِشَيْءٍ، كَذَا في «مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ».

قُربانی
کے جانور کی خریداری سے متعلق احکام

قربانی کے لیے نیت کی درستی کی اہمیت:

قربانی کا جانور خریدنے کے لیے جانے سے پہلے اپنی نیت درست کرلینی چاہیے کہ یہ عظیم عبادت محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کی خاطر سرانجام دی جارہی ہے۔ اس میں ہر قسم کی ریاکاری اور نام ونمود سے اجتناب کرنا چاہیے۔ مہنگے سے مہنگا جانور لانے سے بعض لوگوں کا مقصد ریاکاری بھی ہوا کرتا ہے، جس کی وجہ سے یہ عبادت گناہ کا سبب بن جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ ایسی نام ونمود والی عبادت اللہ کی بارگاہ میں کہاں قبول ہوتی ہے!!

- تفسير الرازي:

الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ (سورة الملك: ٢)

اَلْمَسْأَلَةُ السَّادِسَةُ: ذَكَرُوا فِي تَفْسِيرِ ﴿**أَحْسَنُ عَمَلًا**﴾ وُجُوْهًا: أَحَدُهَا: أَنْ يَكُونَ أَخْلَصَ الْأَعْمَالِ وَأَصْوَبَهَا؛ لِأَنَّ الْعَمَلَ إِذَا كَانَ خَالِصًا غَيْرَ صَوَابٍ: لَمْ يُقْبَلْ، وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ صَوَابًا غَيْرَ خَالِصٍ، فَالْخَالِصُ أَنْ يَكُونَ لِوَجْهِ اللهِ، وَالصَّوَابُ أَنْ يَكُونَ عَلَى السُّنَّةِ.

قربانی کرتے ہوئے دل کی رضامندی:

قربانی کی یہ عبادت بوجھ سمجھ کر بے دلی کے ساتھ ادا کرنے کی بجائے خوشی خوشی ادا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہورہی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”قربانی والے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدمی کا کوئی بھی عمل قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کُھروں کو لے کر آئے گا (جو کہ میزانِ عمل میں اجر وثواب میں اضافے کا ذریعہ بنیں گے)، اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کے ہاں قبولیت کے مقام کو پالیتا ہے، اس لیے تم خوشی خوشی قربانی کیا کرو۔“

- سنن الترمذی میں ہے:

١٤٩٣- عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ القِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا.

قربانی کا جانور خریدنے کے لیے حلال مال کی اہمیت:

قربانی کا جانور حلال مال سے خریدنا چاہیے، کیوں کہ حرام مال کی قربانی جائز بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی صورت قبول بھی نہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”بغیر پاکی کے نماز قبول نہیں ہوتی، اور حرام مال کا صدقہ قبول نہیں ہوتا۔“

- سنن الترمذی میں ہے:

1۔عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ.

- العرف الشذی میں ہے:

قوله: (ولا صدقة من غلول الخ) الغلول في اللغة: سرقة الإبل، وفي اصطلاح الفقهاء: سرقة مال الغنيمة، ثم اتسع فيه فأطلق على كل مال خبيث.

قربانی کا جانور خریدنے کے لیے جاتے وقت شرعی احکام کی پاسداری کی ضرورت:

قربانی کا جانور خریدنے کے لیے بھی جب جانا ہو تو قدم قدم پر دیگر شرعی احکامات کی پابندی کے ساتھ ساتھ نماز کا بھی خصوصی خیال رکھنا چاہیے، آجکل اس میں بڑی ہی غفلت کی جارہی ہے کہ:

- بعض لوگ نمازوں کا اہتمام نہیں کرتے۔
- بعض لوگ اس سفر میں بھی میوزک چلالیتے ہیں۔

- بعض لوگ جانور خریدنے کے لیے جاتے ہوئے اپنے ساتھ بے پردہ خواتین بھی لے جاتے ہیں، یا خواتین بے پردگی کی حالت میں جانور خریدنے چلی جاتی ہیں۔ ان دونوں باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔
یہ کام تو ویسے بھی ناجائز ہیں، لیکن کیا یہ ناجائز امور کسی عبادت کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں؟؟

جانور خریدنے کے تمام مراحل میں قربانی کے عبادت ہونے کا تصور:

قربانی کا جانور خریدنے کے تمام مراحل میں یہ تصور مدّنظر رکھنا چاہیے کہ قربانی ایک عظیم عبادت ہے، اس لیے قدم قدم پر عبادت کی ادائیگی ہی کا جذبہ دل ودماغ میں بیدار رہنا چاہیے، اس کے بہت سے فوائد ہیں، یہ تصور اور جذبہ قربانی کو شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سرانجام دینے میں بہت ہی مفید ہے۔

منڈی جانے سے پہلے قربانی کے جانور سے متعلق مسائل سیکھنے کی ضرورت:

منڈی جانے سے پہلے جانور خریدنے سے متعلق اہم مسائل سیکھ لینا ضروری ہے، تاکہ جانور خریدنے میں ہر قسم کی غلطی سے بچا جاسکے، اور ساتھ میں بہتر یہ ہے کہ کسی مستند مفتی صاحب کا فون نمبر بھی اپنے پاس رکھا جائے تاکہ ضرورت پیش آنے پر ان سے رابطہ کیا جاسکے، آجکل بہت سے لوگ جانور خریدنے سے متعلق احکام نہیں سیکھتے، جس کی وجہ سے انھیں جانور خریدنے میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا وہ ایسا جانور خرید لیتے ہیں جس کی قربانی جائز ہی نہیں ہوتی۔

قربانی کے شرکاء کی تعیین اور رضامندی:

قربانی کا جانور خریدنے کے لیے جانے سے پہلے قربانی کے جانور کے شرکاء کی تعیین کرلینی چاہیے کہ جانور میں کتنے افراد شریک ہیں، اسی طرح اگر کسی کو بعد میں شریک کرنا ہے تو اس کی بھی نیت کرلی جائے۔ اسی طرح جانور خریدنے کے تمام مراحل شرکاء کی رضامندی سے طے کرلیے جائیں تاکہ بعد میں کسی بھی قسم کا تنازع نہ بنے۔

منڈی جانے کے لیے بہتر وقت:

اگر کوئی عذر نہ ہو تو خرید و فروخت کے لیے صبح ہی صبح چلے جانا بہتر ہے اور یہی بہترین اور بابرکت وقت ہے، متعدد احادیث میں صبح کے وقت کو بابرکت قرار دیا گیا ہے۔

منڈی جانے کی دعا:

1۔ منڈی چوں کہ بازار ہے اس لیے وہاں پہنچنے کے بعد یہ دعا پڑھ لینی چاہیے:

بِسْمِ اللهِ، اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ السُّوْقِ وَشَرِّ مَا فِيهَا، وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُصِيْبَ فِيْهَا يَمِيْنًا فَاجِرَةً، أَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً.

(عمل اليوم والليلة لابن السني حديث: ١٨١)

ترجمہ:

اللہ کے نام سے (بازار میں داخل ہوتا ہوں)۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس بازار اور اس کی چیزوں کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور برائی سے پناہ مانگتا ہوں، اور اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس میں جھوٹی قسم کھاؤں یا گھاٹے کا سودا کروں۔

2۔ منڈی میں یہ دعا پڑھے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ، وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (سنن الترمذی حدیث: 3428)

اس دعا کے پڑھنے سے دس لاکھ نیکیاں ملتی ہیں، دس لاکھ گناہ معاف ہوتے ہیں، اور اس کے دس لاکھ درجے بلند ہوتے ہیں۔

- سنن الترمذی میں ہے:

٣٤٢٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَزْهَرُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَاسِعٍ قَالَ: قَدِمْتُ مَكَّةَ فَلَقِيَنِي أَخِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ دَخَلَ السُّوقَ، فَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ، وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، كَتَبَ اللهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ، وَمَحَا عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ، وَرَفَعَ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ دَرَجَةٍ.

جانور خریدنے کی دعا:

جب جانور خرید لیا جائے تو اس پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا ثابت ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ.

ترجمہ:

اے اللہ! اس (جانور) اور اس کی فطرت میں جو تو نے خیر رکھا ہے اس کا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور اس (جانور) کے اور اس کی فطرت کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

- سنن ابی داود میں ہے:

٢١٦٢- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ -يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ- عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً أَوِ اشْتَرَى خَادِمًا فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَإِذَا اشْتَرَى بَعِيرًا فَلْيَأْخُذْ بِذِرْوَةِ سَنَامِهِ وَلْيَقُلْ مِثْلَ ذَلِكَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ أَبُو سَعِيدٍ: «ثُمَّ لِيَأْخُذْ بِنَاصِيَتِهَا وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ» فِي الْمَرْأَةِ وَالْخَادِمِ.

جانور کی خرید و فروخت میں شرعی احکام کی پاسداری:

منڈی میں خریداری کرتے وقت خرید و فروخت کے شرعی احکام کی پاسداری کرنی چاہیے، جس کے لیے کسی مستند عالم یا مفتی سے خریداری کے بنیادی احکام سیکھ لیے جائیں، تاکہ قربانی کی اس عظیم الشان عبادت میں کسی غیر شرعی معاملے کے ارتکاب کرنے سے حفاظت ہو سکے۔

خریداری کے وقت امانت، دیانت اور سچائی کا مظاہرہ:

خریداری کرتے وقت جھوٹ بولنے، جھوٹی قسم کھانے اور دھوکہ دینے سے اجتناب کرنا عام حالات میں بھی بہت ضروری ہے، البتہ قربانی کا جانور چوں کہ ایک عظیم عبادت کی ادائیگی کے لیے خریدا جاتا ہے اس لیے اس میں تو ان گناہوں سے بچنے کا خوب سے خوب اہتمام ہونا چاہیے۔ بعض لوگ ان چیزوں سے بچنے کی پروا ہی نہیں کرتے، جو کہ مؤمن کی شان ہرگز نہیں۔ اس لیے معاملہ کرتے وقت مکمل دیانت داری، امانت داری اور سچائی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

دوسرے کے سودے پر سودا کرنے کی ممانعت:

جہاں یہ معلوم ہو کہ دیگر حضرات کسی جانور کا سودا کر رہے ہیں تو وہاں زیادہ قیمت بتا کر سودا اپنی طرف پھیر لینے سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح جب ان کا سودا طے ہو جائے تو زیادہ دام دے کر ان کا سودا خراب کرنے سے بھی شریعت نے منع فرمایا ہے، اس لیے جہاں یہ معلوم ہو کہ کچھ لوگ کسی جانور کا سودا کر رہے ہیں تو انھیں تسلی سے سودا کر لینے دیا جائے اور خود وہاں سے ذرا دور انتظار کیا جائے۔ البتہ جہاں نیلامی ہو رہی ہو تو وہاں چوں کہ مقصود ہی بولی ہوتی ہے اس لیے اس صورت میں بولی میں حصہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (اسلام اور جدید معاشی مسائل)

ادھار، قسطوں کے ذریعے یا قرض لے کر جانور خریدنے کا حکم:

شرعی طریقے سے ادھار یا قسطوں کے ذریعے خریدے گئے جانور کی قربانی بھی جائز ہے، اسی طرح قرض لے کر خریدے گئے جانور کی قربانی بھی جائز ہے، البتہ جس شخص پر قربانی واجب نہیں ہے تو اس کے لیے یہ اچھا نہیں ہے کہ وہ قرض لے کر قربانی کرے، کیوں کہ بلاوجہ قرض لینا پسندیدہ نہیں، لیکن قربانی بالکل درست شمار ہوگی۔ (ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل احکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم و دیگر کتب)

وزن کے ذریعے جانور کی خرید وفروخت کا حکم:

آجکل زندہ جانور کی خرید وفروخت وزن کے ذریعے بھی کی جاتی ہے، جس کی رائج صورت یہ ہے کہ فی کلو کے حساب سے قیمت طے کی جاتی ہے، پھر جانور کو وزن کرکے کلو کے حساب سے بننے والی مجموعی قیمت پر خرید وفروخت کا معاملہ طے پاتا ہے، سو یہ صورت بالکل جائز ہے۔

(فتاویٰ عثمانی، قربانی کے احکام ومسائل از مفتی اعظم مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ)

جانور خریدتے وقت جانور سے متعلق دلی اطمینان کی ضرورت:

جانور خریدتے وقت جانور کو ہر اعتبار سے دیکھ لیا جائے۔ آنکھ، کان، سینگ، زبان، دانت، ناک، دم، پاؤں، تھن وغیرہ دیکھ لیے جائیں، اور اسی طرح عمر سے متعلق بھی اطمینان کرلیا جائے تاکہ ہر قسم کی غلطی سے بچا جاسکے۔

جانور اپنے مقام تک لانے میں احتیاط کی ضرورت:

جانور خریدنے کے بعد اپنے مقام تک لانے کے لیے اس کے مناسب سواری کا انتظام کرنا چاہیے، اسی طرح گاڑی میں جانور سوار کرتے وقت اور اتارتے وقت احتیاط سے کام لینا چاہیے تاکہ اس سے جانور کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور ایسا کوئی عیب لاحق نہ ہو جس کی وجہ سے قربانی ہی جائز نہ رہے، اور نہ ہی کسی اور کو نقصان پہنچے، ان تمام باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

قربانی کے جانور کی خریداری کے لیے کسی کو وکیل بنانے کا حکم:

1۔ قربانی کے جانور کی خریداری کے لیے کسی دوسرے کو وکیل بنانا درست ہے، بعض احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔

2۔ جس شخص کو قربانی کا جانور خریدنے کے لیے وکیل بنایا جائے تو اس کو جانور سے متعلق ضروری اوصاف

بتلادیے جائیں، اسی طرح قیمت کی حد بھی بیان کردی جائے تاکہ بعد میں کسی بھی قسم کا تنازع نہ بنے۔

3۔ جانور کی خریداری کا وکیل اگر اس وکالت کی اجرت لینا چاہے اور موکل اور وکیل باہمی رضامندی سے کوئی اجرت طے کرلیں تو یہ بالکل جائز ہے۔ البتہ اجرت طے کیے بغیر وکیل کے لیے جائز نہیں کہ وہ موکل کی اجازت کے بغیر کوئی اجرت یا رقم اپنے لیے رکھ لے۔

بغیر خریدے ملکیت میں آنے والے جانور کی قربانی کرنے کا حکم:

قربانی کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ خود ہی جانور خریدا جائے یا خود ہی اس کی قیمت ادا کی جائے، بلکہ اگر جانور کسی بھی جائز طریقے سے اس کی ملکیت میں آگیا تو اس کی قربانی جائز ہے، جیسے کسی دوسرے شخص نے اس کو جانور ہدیہ کردیا، یا کسی دوسرے شخص نے اپنی طرف سے اس کے خریدے گئے جانور کی قیمت ادا کردی اور جانور اس کے حوالے کردیا، یا کوئی جانور میراث میں اس کے حصے میں آگیا تو ان تمام صورتوں میں اس جانور کی قربانی کرنا درست ہے۔

- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع:

وَلَوْ وُهِبَ لِرَجُلٍ شَاةٌ فَضَحَّى بها الْمَوْهُوبُ له أَجْزَأَتْهُ عن الْأُضْحِيَّةَ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهَا بِالْهِبَةِ وَالْقَبْضِ، فَصَارَ كما لو مَلَكَهَا بِالشِّرَاءِ. (فَصْلٌ: شَرَائِط جَوَازِ إقَامَةِ الْوَاجِبِ)

قربانی

کے جانوروں کے عُیُوب سے متعلق تفصیلی احکام

قربانی کے جانور میں کونسا عیب معتبر ہے؟

قربانی ایک عبادت ہے، اور اس کے عبادت ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے ایسے جانور کا انتخاب کیا جائے جو ہر عیب سے پاک ہو، تاکہ یہ عبادت حسن خوبی کے ساتھ ادا کی جاسکے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ بعض چیزیں بظاہر تو عیب نظر آتی ہیں لیکن شریعت کی نظر میں وہ اُن عیوب میں داخل نہیں ہوتیں جن کی وجہ سے کسی جانور کی قربانی جائز ہی نہ ہو، اس لیے قربانی کے جانوروں کے عیوب سے متعلق دو اصولی باتیں اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہییے:

1۔ شریعت کی نظر میں ہر وہ عیب قربانی کے جائز ہونے میں رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے جانور کی منفعت یا جمال مکمل طور پر فوت ہوجائے، ایسے عیب کی وجہ سے قربانی جائز نہیں رہتی، اور جو عیب اس سے کم درجے کا ہو اس کی وجہ سے جانور کی قربانی ناجائز نہیں ہوتی۔

2۔ عیبِ قلیل یعنی معمولی عیب قربانی کے درست ہونے میں رکاوٹ نہیں بنتا، جبکہ عیبِ کثیر کے ہوتے ہوئے قربانی درست نہیں ہوتی۔

ویسے تو کوشش یہی کرنی چاہیے کہ اخلاص کے ساتھ قربانی کے لیے ایسے جانور کا انتخاب کیا جائے جو ہر قسم کے عیب سے پاک اور عمدہ سے عمدہ ہو، یہی افضل اور بہتر طریقہ ہے اور یہی عبادت کے لائق بات ہے، لیکن چوں کہ بالکل صحیح سالم اور ہر قسم کے عیب سے پاک جانور ہر شخص کو عموماً میسر نہیں آتا یا قربانی کرنے سے پہلے ہی بہت سے جانوروں کو معمولی عیب لاحق ہو ہی جاتا ہے اس لیے اس میں بڑی سہولت ہے کہ شریعت نے ہر عیب کو معتبر قرار نہیں دیا، بلکہ معمولی عیوب کے ہوتے ہوئے بھی قربانی درست قرار دی ہے، جن کی تفصیل آگے ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

جانوروں کے عیوب کی تفصیلات بیان کرنے سے پہلے بطورِ تمہید ایک اہم بات کی وضاحت درج ذیل ہے جو کہ خصوصاً اہلِ علم کے لیے مفید ہے۔

جانوروں کے عیوب سے متعلق حضراتِ فقہاء کرام کے اقوال کی بنیاد

عیب کی اقسام:

جانوروں میں پائے جانے والے عیب کی دو قسمیں ہیں:

1۔ عیبِ قلیل، یعنی معمولی عیب، جس کو عیبِ یسیر بھی کہتے ہیں۔

2۔ عیبِ کثیر، جس کو عیبِ فاحش بھی کہتے ہیں۔

اس بات پر تو جمہور حضرات فقہاء کرام متفق ہیں کہ عیبِ قلیل قربانی کے درست ہونے میں رکاوٹ نہیں بنتا، جبکہ عیبِ کثیر کے ہوتے ہوئے قربانی درست نہیں ہوتی۔ البتہ عیبِ قلیل اور عیبِ کثیر کی تعریف اور ان کے مابین حدِّ فاصل کی تعیین میں اختلاف ہے، اسی اختلاف کا نتیجہ ہے کہ قربانی کے جانور کے کان، ناک اور دُم جیسے اعضا میں سے اگر کچھ حصہ کٹا ہوا ہو یا کسی آنکھ کی بینائی کمزور ہو تو اس کے مانع ہونے اور نہ ہونے میں مختلف آرا سامنے آتی ہیں، یہی وہ بنیاد ہے جس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض حضرات پریشانی کا شکار ہو کر کچھ فیصلہ نہیں کر پاتے، اس لیے اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ اختلاف کو سمجھنے اور راجح قول کی تعیین میں آسانی رہے۔

حضراتِ فقہاء کرام کے اقوال کا خلاصہ:

قربانی کے جانور کے کان، ناک اور دُم جیسے اعضا میں سے اگر کچھ حصہ کٹا ہوا ہو یا آنکھ کی بینائی متاثر ہو تو اس کے مانع ہونے اور نہ ہونے میں مختلف آرا ہیں:

1۔ ثلث یعنی تہائی تک عیبِ قلیل کے زمرے میں آتا ہے جبکہ ثلث سے زیادہ عیبِ کثیر ہے۔ (اس کو جواہر الفقہ میں اختیار کیا گیا ہے۔)

2۔ ثلث یعنی تہائی سے کم عیبِ قلیل کے زمرے میں آتا ہے جبکہ ثلث اور اس سے زیادہ عیبِ کثیر کے زمرے میں آتا ہے۔

(اس قول کو اِن کتب میں اختیار کیا گیا ہے: بہشتی زیور، فتاویٰ رحیمیہ، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل واحکام از حضرت

مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب، قربانی کے احکام ومسائل از مفتی اعظم مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ، قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا۔)

3۔ نصف (یعنی آدھے) سے کم عیبِ قلیل ہے جبکہ نصف اور اس سے زیادہ عیبِ کثیر ہے۔

(اس قول کو احسن الفتاویٰ اور دیگر بعض کتب میں اختیار کیا گیا ہے۔)

ان میں سے پہلا قول ظاہر الروایہ ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں اس کو صحیح قرار دیتے ہوئے اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے، اور اسی قول کو مختصر الوقایہ اور الاصلاح میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔

- فتاوی شامی میں ہے:

والأولى هي ظاهر الرواية، وصححها في «الخانية» حيث قال: والصحيح أنه الثلث وما دونه قليل، وما زاد عليه كثير، وعليه الفتوى. ومشى عليها في «مختصر الوقاية» و«الإصلاح».

- فتاویٰ قاضی خان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

فصل في العيوب ما يمنع الأضحية وما لا يمنع:

لا يجوز في الهدايا والضحايا العمياء والعوراء وإن كانت بيضاء بعض العين الواحدة أو ذاهبة بعض العين الواحدة أو بعض أذنها الواحدة أو بعض ذنبها، فإن كان البياض أو الذهاب أكثر من النصف لا يجوز عند الكل، وإن كان أقل من الثلث جاز عندهم، وإن كان قدر الثلث يجوز في ظاهر الرواية، وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا يجوز ..... وإن كان الذاهب من العين أو غيرها أكثر من الثلث وأقل من النصف في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى لا يجوز وهو قول زفر رحمه الله تعالى، وجاز في قول أبي يوسف و محمد رحمهما الله تعالى، وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه قال: ذكرت قولي لأبي حنيفة فقال: قولي مثل قولك. وقال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالى: إن كانت الأضحية مقطوعة الأذن الواحدة أكثر من الثلث لا يجوز في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ويجوز في قول أبي يوسف و محمد رحمهما الله تعالى إذا كان الباقي أكثر من النصف ..... وإن ذهب بعض ضرعها فهو على الخلاف الذي ذكرنا في الأذن والعين والألية: إذاكان الذاهب أكثر من الثلث وأقل من النصف لا يجوز في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله

تعالى، وعند أبي يوسف ومحمد رحمه الله تعالى: إذا كان الذاهب أقل من النصف جاز، وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى فيه روايتان، والصحيح: أن الثلث وما دونه قليل، وما زاد عليه كثير، وعليه الفتوى.

جبکہ ان میں سے تیسرا قول حضراتِ صاحبین یعنی امام محمد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ بھی ہے، اور بعض حضرات کی تصریح کے مطابق اس قول کی طرف امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا رجوع بھی ثابت ہے کہ نصف سے کم عیبِ قلیل ہے، جبکہ نصف اور نصف سے زیادہ عیبِ کثیر ہے۔ اسی کو کنز، ہدایہ، ملتقیٰ، درمختار وغیرہ میں اختیار کیا گیا ہے۔

خلاصہ:

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرات فقہاء کرام کا یہ اختلاف در حقیقت عیبِ قلیل اور عیبِ کثیر کی تعریف کے اختلاف پر مبنی ہے۔ ان میں سے دوسرا قول احتیاط پر مبنی ہے، اور تیسرا قول وسعت اور گنجائش پر مبنی ہے، جبکہ پہلا قول متوسط یعنی درمیانہ ہے۔ بندہ نے آئندہ ذکر کیے جانے والے متعدد مسائل میں پہلے قول ہی کو اختیار کیا ہے، البتہ اسی کے ساتھ ایک تنبیہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

تنبیہ: جامعہ دار العلوم کراچی کے ایک فتوے میں تفصیل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

”مذکورہ بالا تفصیل کو مد نظر رکھتے ہوئے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ قربانی کا جانور خریدتے وقت ایسا جانور خریدنے سے اجتناب کیا جائے جس کا کان یا دُم تہائی تک کٹی ہوئی ہو، تاہم اگر کسی نے ایسے جانور کی قربانی کی جس کے مذکورہ اعضا ایک تہائی یا اس سے زیادہ کٹے ہوئے ہوں مگر نصف سے کم ہوں تو صاحبین رحمہا اللہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اس کی قربانی درست ہو جائے گی۔“ (فتویٰ نمبر: 1/1935)

اس فتوے میں جو گنجائش دی گئی ہے بعد میں ذکر ہونے والے مسائل میں اس کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے تو امت کے لیے بڑی سہولت رہے گی۔

اس اہم تفصیل کے بعد قربانی کے جانور کے عیوب سے متعلق شرعی احکام تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں۔

جسم سے متعلق عیوب:

جو جانور اس قدر کمزور ہو کہ ہڈیوں میں گودا ہی نہ رہا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر کمزور تو ہو لیکن ہڈیوں میں گودا موجود ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل اور مسائل)

خارشی جانور کی قربانی:

اگر کسی جانور کے جسم میں خارش ہو اور خارش اس قدر ہو کہ اس کی وجہ سے جانور بہت دبلا پتلا ہو گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، کیوں کہ یہ واضح اور کثیر عیب ہے، البتہ جو خارشی جانور فربہ اور موٹا تازہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، کیوں کہ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ خارش کا یہ مرض عیبِ کثیر تک نہیں پہنچا ہے۔

(بدائع الصنائع، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

کانوں سے متعلق عیوب:

1۔ جس جانور کے پیدائشی طور پر ایک یا دونوں ہی کان نہ ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری، جواہر الفقہ، فتاویٰ رحیمیہ)

2۔ جس جانور کے کان تو ہوں لیکن پیدائشی طور پر ہی چھوٹے ہوں تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

(بدائع الصنائع، ردالمحتار، فتاویٰ رحیمیہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

3۔ جس جانور کا کان ایک تہائی سے زیادہ کٹا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر تہائی یا اس سے کم کٹا ہو تو قربانی جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، جواہر الفقہ)

4۔ جس جانور کا ایک کان یا دونوں کان لمبائی میں چرے ہوئے ہوں یا سامنے کی طرف سے پھٹ گئے ہوں یا ان میں سوراخ ہوں یا پیچھے کی طرف سے پھٹے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے مگر بہتر نہیں ہے۔

(قربانی کے فضائل و مسائل از حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم)

سینگوں سے متعلق عیوب:

جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں، یا سینگ چھوٹے ہوں، یا سینگ ٹوٹ چکے ہوں لیکن جڑ سے نہ ٹوٹے ہوں؛ تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے، البتہ اگر جڑ ہی سے اکھڑ جائیں تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔
(فتاویٰ عالمگیری، امداد الفتاویٰ، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ رحیمیہ، احسن الفتاویٰ، تکملۃ فتح الملہم، جواہر الفقہ)

آنکھوں سے متعلق عیوب:

1۔ جو جانور اندھا ہو یا بالکل کانا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ (البحر الرائق، رد المحتار)

2۔ جس جانور کی بینائی ایک تہائی سے زیادہ چلی گئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر ایک تہائی یا اس سے کم بینائی کمزور ہو تو جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)

وضاحت:

جانور کی بینائی کی مقدار معلوم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جانور کو کچھ وقت تک بھوکا رکھ کر پہلے عیب دار آنکھ پر کچھ باندھ کر دور سے چارہ دکھاتے ہوئے قریب لائیں، جہاں سے جانور کو نظر آئے وہاں نشان لگادیں، پھر صحیح آنکھ کو باندھ کر یہی عمل دہرائیں، پھر دونوں کے فاصلوں کی نسبت معلوم کریں، اگر فرق نصف یا اس سے زائد ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ نصف یا اس سے زائد بینائی متاثر ہے اور اگر فرق تہائی سے زائد ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ تہائی سے زائد بینائی متاثر ہے۔
(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

3۔ بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے۔(رد المحتار، فتاویٰ عالمگیری)

ناک سے متعلق عیوب:

جس جانور کی ناک کٹ چکی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر نکیل ڈالنے کے لیے اس میں سوراخ کیا گیا ہو تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ (فتاویٰ عالمگیری، الدر المختار، بدائع الصنائع، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

دانتوں سے متعلق عیوب:

1۔ جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں، یا اکثر دانت گر جانے کی وجہ سے وہ چارہ نہ کھا سکتا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

2۔ جس جانور کے کچھ دانت گر چکے ہوں لیکن وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

وضاحت:

بعض حضرات اکابر نے یہ فرمایا ہے کہ چوں کہ دانتوں سے مقصود چارہ کھانا ہے، اس لیے اگر کسی جانور کے دانت نہ ہوں لیکن وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔(فتاویٰ ہندیہ)

زبان سے متعلق عیوب:

جس جانور کی زبان ایک تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ بعض حضرات کے نزدیک اگر بکری کی زبان کٹی ہو لیکن وہ چارہ کھا سکتی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔(ردالمحتار)

پاؤں سے متعلق عیوب:

1۔ جو جانور اس قدر لنگڑا ہو کہ چلنے کے قابل ہی نہ ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر یہ لنگڑا پن معمولی سا ہو اور چلنے پھرنے میں رکاوٹ نہ بنتا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست ہے۔

2۔ جس جانور کا کوئی پاؤں اس قدر زخمی ہو کہ اس کے سہارے چل ہی نہ سکتا ہو اور چلتے ہوئے اس کو زمین سے لگاتا ہی نہ ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر چلتے ہوئے وہ پاؤں زمین سے لگا کے چلتا ہو جس کی وجہ سے اس کو سہارا مل جاتا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔(ردالمحتار، البحر الرائق، فتاویٰ محمودیہ، احسن الفتاویٰ، فتاویٰ عثمانی)

دُم سے متعلق عیوب:

1۔ جس جانور کی پیدائشی دم ہی نہ ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ جس جانور کی دم پیدائشی طور پر ہی چھوٹی ہو

تو اس کی قربانی جائز ہے۔(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

2۔ جس جانور کی دم ایک تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر ایک تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو قربانی جائز ہے۔(فتاویٰ قاضی خان، جواہر الفقہ)

3۔ جس دنبے کی چکتی ایک تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، لیکن اگر ایک تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو قربانی جائز ہے۔ البتہ دنبے کی چکتی کے نیچے جو چھوٹی سی دم ہوتی ہے اگر وہ پوری بھی کٹ جائے تو اس کی قربانی جائز ہے۔(فتاویٰ قاضی خان)

تھنوں سے متعلق عیوب:

1۔ اونٹنی، گائے اور بھینس کے دو تھن کٹ گئے ہوں، یا دو تھنوں کی گھنڈیاں کٹ چکی ہوں، یا کسی مرض کی وجہ سے دو تھن خشک ہو چکے ہوں؛ تو ان تمام صورتوں میں ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

2۔ بکری اور بھیڑ کا ایک تھن کٹ گیا ہو، یا ایک تھن کا سِرا کٹ گیا ہو، یا کسی مرض کی وجہ سے ایک تھن خشک ہو گیا ہو؛ تو ان تمام صورتوں میں اس کی قربانی جائز نہیں۔

3۔ اگر کسی جانور کے تھنوں میں کبھی دودھ آتا ہو اور کبھی نہ آتا ہو تو یہ عیب نہیں، اس لیے ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔(فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ محمودیہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

گابھن جانور کی قربانی کا حکم:

گابھن (یعنی حاملہ) جانور کی قربانی جائز ہے، ذبح کرنے کے بعد اگر بچہ زندہ نکل آئے تو اس کو بھی ذبح کر دیا جائے، لیکن اگر مردہ نکلے تو اس کا کھانا حلال نہیں، البتہ گابھن جانور کی ولادت کا زمانہ قریب ہی ہو تو اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، امداد الاحکام، فتاویٰ رحیمیہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

فائدہ:

حلال جانور کے مردہ جنین کے حرام ہونے سے متعلق مدلل تحریر کتاب کے آخر میں موجود ہے۔

مسئلہ:

جو جانور زیادہ عمر ہو جانے کی وجہ سے حاملہ نہ ہو سکتی ہو یا جس جانور کا حمل نہ ٹھہرتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، اسی طرح بانجھ جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔ (ردالمحتار، امدادالفتاویٰ)

ذبح کے وقت جانور میں عیب پیدا ہو جانے کا حکم:

جس جانور میں ذبح کرتے وقت کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اس سے کچھ اثر نہیں پڑتا۔
(ردالمحتار، مجمع الانہر، فتاویٰ محمودیہ)

خصی جانور کی قربانی کا حکم:

1۔ خصی جانور کی قربانی بالکل جائز بلکہ افضل ہے۔(اعلاءالسنن، جواہر الفقہ، محمودیہ، تکملۃ فتح الملہم)
2۔ جس جانور کا ایک کپورہ یعنی خصیہ نہ ہو تو اس کی بھی قربانی جائز ہے۔

جو جانور جفتی پر قادر نہ ہو اس کی قربانی کا حکم:

جو جانور عمر رسیدہ ہونے یا آلہ تناسل کٹ جانے یا کسی اور وجہ سے جفتی پر قادر نہ ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔(ردالمحتار)

قربانی کا جانور

گم ہو جانے یا اس میں کوئی عیب پیدا ہو جانے کا حکم

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد چوری یا گم ہو جانے یا ہلاک ہو جانے کا حکم:

1۔ اگر کسی صاحبِ نصاب شخص سے قربانی کا جانور چوری یا گم ہو جائے یا ہلاک ہو جائے اور وہ اس کے باوجود بھی صاحبِ نصاب ہو تو اس کے ذمّے دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے، اس صورت میں اگر اس نے دوسرا جانور خرید لیا، پھر وہ پہلا گم شدہ یا چوری شدہ جانور بھی مل گیا تو اس کے ذمے ایک ہی جانور کی قربانی واجب ہے، البتہ اگر وہ دونوں ہی جانوروں کی قربانی کرنا چاہے تو یہ مستحب اور بہتر ہے۔

2۔ اگر کسی غیر صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا، پھر اس سے قربانی کا جانور چوری یا گم ہو گیا یا ہلاک ہو گیا تو اس کے ذمے دوسری قربانی واجب نہیں۔ لیکن اگر اس نے اس کے بعد دوسرا جانور قربانی کے لیے خریدا، پھر قربانی کے ایام میں وہ پہلا گم شدہ یا چوری شدہ جانور بھی مل گیا تو اس کے ذمے دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہے اور اگر قربانی کے تین دن کے بعد وہ جانور ملا تو اس کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب پیدا ہو جانے کا حکم:

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد جانور میں ایسا کوئی عیب پیدا ہو گیا کہ جس کی وجہ سے اس جانور کی قربانی جائز نہ رہی تو اگر وہ شخص اس کے باوجود بھی صاحبِ نصاب ہے تو اس کے ذمے دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے، لیکن اگر وہ صاحبِ نصاب نہیں ہے تو اسی عیب دار جانور کی قربانی کر لے۔

(قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل اور مسائل از حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم)

- الدر المختار:

ضَلَّتْ أَوْ سُرِقَتْ فَاشْتَرَى أُخْرَى ثُمَّ وَجَدَهَا فَالْأَفْضَلُ ذَبْحُهُمَا، وَإِنْ ذَبَحَ الْأُولَى جَازَ، وَكَذَا الثَّانِيَةُ لَوْ قِيمَتُهَا كَالْأُولَى أَوْ أَكْثَرُ، وَإِنْ أَقَلَّ ضَمِنَ الزَّائِدَ وَيَتَصَدَّقُ بِهِ بِلَا فَرْقٍ بَيْنَ غَنِيٍّ وَفَقِيرٍ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إنْ وَجَبَتْ عَنْ يَسَارٍ فَكَذَا الْجَوَابُ، وَإِنْ عَنْ إعْسَارٍ ذَبَحَهُمَا، «يَنَابِيعُ».

- ردالمحتار:

(قَوْلُهُ: ثُمَّ وَجَدَهَا) أَيِ الضَّالَّةَ أَوْ الْمَسْرُوقَةَ بِمَعْنَى وَصَلَتْ إلَى يَدِهِ، وَهَذَا إذَا وَجَدَ فِي أَيَّامِ

النَّحْرِ. (قَوْلُهُ: وَقَالَ بَعْضُهُمْ إلَخْ) اقْتَصَرَ عَلَيْهِ فِي «الْبَدَائِعِ». وَقَالَ السَّائِحَانِيُّ: وَبِهِ جَزَمَ الشُّمُنِّيُّ كَمَا سَيَذْكُرُهُ الشَّارِحُ، وَهُوَ الْمُوَافِقُ لِلْقَوَاعِدِ اه.

- **بنایہ شرح ہدایہ للعینی:**

ولو ضلت أو سرقت فاشترى أخرى، ثم ظهرت الأولى في أيام النحر على الموسر ذبح إحداهما، وعلى الفقير ذبحهما.

(ولو ضلت) أي ذهبت المشتراة للضحية، (أو سرقت فاشترى أخرى) أي شاة أخرى، (ثم ظهرت الأولى) وهي التي ضلت أو سرقت، (في أيام النحر على الموسر ذبح إحداهما) أي أحد الشاتين؛ لعدم التعيين لشرائه، (وعلى الفقير ذبحهما) أي ذبح الشاتين التي ضلت والتي عوضت عنها؛ لتعيينها بشرائه، وتعويضه بالشراء أيضا، هذا على ظاهر الرواية، لا على رواية الزعفراني، واختيار شمس الأئمة، واختار في «فتاوى الظهيرية» ظاهر الرواية.

- **تحفۃ الفقہاء:**

وَلَو اشْترى سليمَة للأضحية أَو أوجب على نَفسه ذبح شَاة بِعَينهَا ثمَّ ظهر بهَا عيب يمْنَع عَن الْجَوَاز يَوْم النَّحْر فَإِنَّهُ لَا يجوز؛ لِأَن الْعبْرَة لوقت الذّبْح، لَكِن إِذا اعترضت آفَة عِنْد الذّبْح بِإِصَابَة السكين عينهَا وَنَحْو ذَلِك فَلَا بَأْس بِهِ؛ لِأَنَّهُ من ضرورات الذّبْح، وَهَذَا فِي حق الْمُوسر؛ لِأَنَّهُ وَجب عَلَيْهِ أضْحِية كَامِلَة بِإِيجَاب الله تَعَالَى، فَأَما إِذا كَانَ مُعسرا اشْتَرَاهَا للأضحية أَو أوجبهَا بِعَينهَا ثمَّ اعترضت آفَة مَانِعَة عَن الْجَوَاز يجوز لَهُ أَن يُضحي بهَا؛ لِأَنَّهَا مُعينَة فِي حَقه ففوات بَعْضهَا كفوات كلهَا حَتَّى لَا يجب عَلَيْهِ شَيْء لكَونهَا معينة.

قربانی

میں وکالت سے متعلق بنیادی احکام

فہرست:

قربانی میں وکالت سے متعلق بنیادی احکام

قربانی کے جانور کی خریداری کے لیے کسی کو وکیل بنانے کا حکم:

1۔ قربانی کے جانور کی خریداری کے لیے کسی دوسرے کو وکیل بنانا درست ہے، بعض احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو ایک دینار عطا فرمایا تاکہ وہ اس کے بدلے ایک بکری خرید کر لائے، تو حضرت عروہ نے اس ایک دینار کے بدلے دو بکریاں خریدیں، پھر ان میں سے ایک بکری ایک دینار کے عوض فروخت کردی، چنانچہ وہ ایک بکری اور ایک دینار لے کر حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی، اور (اسی دعا کا اثر تھا کہ) وہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تو اس میں بھی ان کو نفع حاصل ہوجاتا۔ (جیسا کہ ہمارے ہاں محاورہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مٹی بھی سونا بن جاتی ہے۔)

- صحیح بخاری میں ہے:

٣٦٤٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا شَبِيبُ بْنُ غَرْقَدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَيَّ يُحَدِّثُونَ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ دِينَارًا يَشْتَرِي لَهُ بِهِ شَاةً فَاشْتَرَى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ وَجَاءَهُ بِدِينَارٍ وَشَاةٍ فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيهِ.

یہی واقعہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی منقول ہے، جس میں ایک تو اس بات کی صراحت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے انھیں قربانی کا جانور خریدنے بھیجا تھا، اور دوم یہ کہ اس حدیث کے آخر میں یہ بات مذکور ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس دینار کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

- جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٣٧٤٤٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ يَشْتَرِي لَهُ أُضْحِيَّةً بِدِينَارٍ، فَاشْتَرَاهَا، ثُمَّ بَاعَهَا بِدِينَارَيْنِ، فَاشْتَرَى شَاةً بِدِينَارٍ، وَجَاءَهُ بِدِينَارٍ، فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَرَكَةِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِالدِّينَارِ.

2۔ قربانی کا جانور خریدنے کے لیے جس شخص کو وکیل بنایا جائے تو اس کے معتبر اور قابلِ اعتماد ہونے سے متعلق اطمینان کر لیا جائے۔
3۔ جس شخص کو قربانی کا جانور خریدنے کے لیے وکیل بنایا جائے تو اس کو جانور سے متعلق ضروری اوصاف بتلا دیے جائیں، اسی طرح قیمت کی حد بھی بیان کر دی جائے تاکہ ایک تو جانور خریدنے میں شریعت کے مطلوبہ اوصاف و شرائط کی رعایت ہو سکے، دوم یہ کہ بعد میں موکل اور وکیل کا باہمی کسی بھی قسم کا تنازع نہ بنے۔
4۔ جانور کی خریداری کا وکیل اگر اس وکالت کی اجرت لینا چاہے اور موکل اور وکیل باہمی رضامندی سے کوئی اجرت طے کر لیں تو یہ بالکل جائز ہے۔ البتہ اجرت طے کیے بغیر وکیل کے لیے جائز نہیں کہ وہ موکل کی اجازت کے بغیر کوئی اجرت یا رقم اپنے لیے رکھ لے۔

قربانی کرنے کی وکالت اور نیابت:

کسی دوسرے شخص کو قربانی کرنے کا وکیل اور نائب بنانا درست ہے کہ وہ وکیل قربانی کے ایام میں موکل کی طرف سے قربانی کر لے یعنی قربانی کا جانور ذبح کر لے، البتہ اس حوالے سے درج ذیل امور کی رعایت رکھنا اہم اور مفید ہے:
1۔ جس شخص یا ادارے کو قربانی کرنے کا وکیل یا نائب بنایا جائے تو اس کے بارے میں یہ اطمینان کر لیا جائے کہ وہ معتبر اور قابلِ اعتماد ہو کہ وہ واقعتاً شریعت کے احکام کی روشنی میں قربانی کرے گا۔ اس لیے جو ادارہ یا شخص قابلِ اعتماد نہ ہو تو اس کو ہر گز قربانی کرنے کا وکیل نہ بنایا جائے۔ آجکل آن لائن یا وقف قربانی کے نام پر جو سلسلہ چل نکلا ہے اس میں بھی خوب احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔
2۔ جس شخص یا ادارے کو قربانی کرنے کا وکیل یا نائب بنایا جائے تو اس کے ساتھ قربانی کے تمام مراحل سے متعلق معاملات وضاحت کے ساتھ طے کر لینے چاہییں اور کسی بھی پہلو میں ابہام باقی نہ رکھا جائے تاکہ بعد میں کسی بھی قسم کا تنازع پیش نہ آئے۔

- فتاویٰ ہندیہ:

وَمِنْهَا: أَنَّهُ تَجْرِي فيها النِّيَابَةُ فَيَجُوزُ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يُضَحِّيَ بِنَفْسِهِ أو بِغَيْرِهِ بِإِذْنِهِ؛ لِأَنَّهَا قُرْبَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالْمَالِ فَتَجْرِي فيها النِّيَابَةُ، سَوَاءٌ كان الْمَأْذُونُ مُسْلِمًا أو كِتَابِيًّا. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

اجتماعی قربانی سے متعلق چند بنیادی باتیں:

1۔آجکل بہت سے حضرات اپنی سہولت کی غرض سے اجتماعی قربانی میں حصہ لیتے ہیں تو شرعی اعتبار سے اس میں حصہ لینا درست ہے، البتہ اس میں بھی اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ اجتماعی قربانی کرنے والی انتظامیہ قابلِ اعتماد ہو جو کہ شریعت کے مطابق قربانی کے تمام امور سرانجام دیتی ہو۔

2۔اجتماعی قربانی کی انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ ہر جانور میں شرکاء کی تعیین کرنے کا بھرپور اہتمام کرے تاکہ تمام افراد کے لیے جانور متعین ہو جائیں اور بعد میں کسی بھی قسم کے تنازع کی نوبت نہ آئے۔

3۔اجتماعی قربانی کی انتظامیہ کو چاہیے کہ جس شریک کا حصہ جس جانور میں متعین ہو جائے تو اس کو اسی جانور کے حصے کا گوشت دیا جائے۔

4۔قربانی کے شرکاء کو شریک کرتے وقت جو قیمت لی جائے اس میں قربانی کے تمام مراحل کے مناسب اخراجات شامل کرنا درست ہے، البتہ اس کی صراحت کر دی جائے تاکہ بعد میں کسی قسم کا تنازع نہ بنے۔

5۔اجتماعی قربانی کی انتظامیہ چوں کہ وکیل ہوتی ہے اس لیے قربانی کے تمام مراحل کے اخراجات میں سے جو رقم بچ جائے تو وہ موکل حضرات کو واپس کرنی ضروری ہے، البتہ اگر ان کی طرف سے وہ رقم خاص مصرف یا عمومی مصارف میں صرف کرنے کی اجازت ہو یا وہ انتظامیہ ہی کو ہدیہ کرنا چاہیں تو اسی کے مطابق عمل کر لیا جائے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے جامعہ دار العلوم کراچی کا فتویٰ: 8/2090، مؤرخہ: 9/ 11/ 1440ھ۔

کسی دوسرے ملک، شہر یا گاؤں میں قربانی کرنے کا حکم:

اگر کوئی شخص اپنی قربانی کسی اور گاؤں، شہر یا ملک میں کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ جس دن اس کی قربانی کا جانور ذبح ہو رہا ہو اس دن دونوں جگہوں میں قربانی کے تین دنوں میں سے کوئی دن ہو، اگر قربانی کرنے والے شخص کے ہاں قربانی کا دن نہ ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں قربانی کا دن ہو تو ایسی صورت میں یہ قربانی درست نہیں ہوگی۔

اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے کسی دوسرے شہر یا ملک میں کسی کو اپنی قربانی کرنے کا وکیل بنایا کہ قربانی کے ایام میں میری طرف سے قربانی کر لیں، تو اگر وکیل کے ہاں قربانی کے ایام شروع ہو چکے ہوں لیکن موکل کے ہاں قربانی کے ایام کا آغاز نہ ہوا ہو تو ایسی صورت میں موکل کی جانب سے قربانی درست نہیں ہوگی۔ اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ موکل کے ہاں قربانی کے ایام ختم ہو چکے ہوں اور وکیل کے ہاں باقی ہوں تو ایسی صورت میں موکل کی قربانی درست ہونے میں حضرات اہلِ علم کی دو آرا ہیں، وسعت اور گنجائش کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی صورت میں اگر کسی وکیل نے موکل کی طرف سے قربانی کر لی تو قربانی ادا ہو جائے گی۔

حاصل یہ کہ احتیاط پر مبنی صورت یہی ہے کہ عید کے ایسے دن قربانی کا جانور ذبح کیا جائے جس میں دونوں جگہ قربانی کے تین دنوں میں سے کوئی دن ہو۔ (فتاویٰ عثمانی، فتویٰ جامعہ دار العلوم کراچی نمبر: 1023/1)

قُربانی

کے ایام اور ان سے متعلقہ احکام

فہرست:

- قربانی کے ایام مخصوص ہیں۔
- قربانی کے ایام۔
- قربانی کے افضل ایام۔
- قربانی کے ایام میں رات کو قربانی کرنے کا حکم۔
- قربانی کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟
- قربانی کے ایام میں قربانی نہ کرنے کا حکم۔
- قضا قربانی کی ادائیگی کا حکم۔
- کسی دوسرے ملک، شہر یا گاؤں میں قربانی کرنے کا حکم۔

قربانی کے ایام مخصوص ہیں:

قربانی کے مخصوص ایام ہیں کہ ان ایام سے نہ تو پہلے قربانی کرنا درست ہے اور نہ ہی ان کے بعد، اس لیے قربانی کے انھی مخصوص ایام میں قربانی کا جانور ذبح کرنا ضروری ہے۔

ذیل میں قربانی کے ایام اور ان سے متعلقہ احکام ذکر کیے جاتے ہیں۔

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

الْأُضْحِيَّة وَهِيَ في الشَّرْعِ اسْمٌ لِحَيَوَانٍ مَخْصُوصٍ بِسِنٍّ مَخْصُوصٍ يُذْبَحُ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ في يَوْمٍ مَخْصُوصٍ عِنْدَ وُجُودِ شَرَائِطِهَا وَسَبَبِهَا، كَذَا في «التَّبْيِينِ»، وَأَمَّا رُكْنُهَا فَذَبْحُ ما يَجُوزُ ذَبْحُهُ في الْأُضْحِيَّةِ بِنِيَّةِ الْأُضْحِيَّةِ في أَيَّامِهَا؛ لِأَنَّ رُكْنَ الشَّيْءِ ما يَقُومُ بِهِ ذلك الشَّيْءُ، وَالْأُضْحِيَّةُ إنَّمَا تَقُومُ بهذا الْفِعْلِ فَكَانَ رُكْنًا، كَذَا في «النِّهَايَةِ». (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

قربانی کے ایام:

1۔ قربانی کے تین دن ہیں: 10، 11 اور 12 ذوالحجہ یعنی عید الاضحیٰ کا پہلا، دوسرا اور تیسرا دن۔ اس لیے انھی تین دنوں میں سے کسی ایک دن میں قربانی کرنا ضروری ہے۔ (اعلاء السنن، البحر الرائق، رد المحتار، فتاویٰ محمودیہ)

- موطأ امام مالک رحمہ اللہ میں ہے:

١٧٧٤- مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: الْأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْأَضْحَى.

- السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے:

١٩٧٣٠- أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْمِهْرَجَانِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمُزَكِّى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْعَبْدِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ: الأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الأَضْحَى.

١٩٧٣١- قَالَ: وَحَدَّثَنَا مَالِكٌ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يَقُولُ: الأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الأَضْحَى.

١٩٧٣٢- أَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ نُجَيْدٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: الذَّبْحُ بَعْدَ النَّحْرِ يَوْمَانِ.

قربانی کے افضل ایام:

قربانی مذکورہ تین دنوں میں سے کسی بھی دن کی جاسکتی ہے البتہ پہلا دن افضل ہے، پھر دوسرا دن اور پھر تیسرا دن۔ لیکن تیسرے دن یعنی 12 ذوالحجہ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد پھر قربانی جائز نہیں۔
(البحر الرائق، رد المحتار، فتاویٰ محمودیہ، بہشتی زیور)

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَقْتُ الْأُضْحِيَّةِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ: الْعَاشِرُ وَالْحَادِيَ عَشَرَ وَالثَّانِيَ عَشَرَ، أَوَّلُهَا أَفْضَلُهَا، وَآخِرُهَا أَدْوَنُهَا، وَيَجُوزُ فِي نَهَارِهَا وَلَيْلِهَا بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ من يَوْمِ النَّحْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ من الْيَوْمِ الثَّانِي عَشَرَ إِلَّا أَنَّهُ يُكْرَهُ الذَّبْحُ فِي اللَّيْلِ. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

قربانی کے ایام میں رات کو قربانی کرنے کا حکم:

قربانی کا جانور ان تین دنوں میں دن کو بھی ذبح کرنا جائز ہے اور رات کو بھی، لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر قرار نہیں دیا گیا ہے، البتہ اگر روشنی کا مناسب انتظام ہو اور جانور کے ذبح کرنے میں بھی کوئی دشواری نہ ہو تو رات کو ذبح کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (اعلاء السنن، رد المحتار، بہشتی زیور و دیگر کتب)

- بدائع الصنائع میں ہے:

وَأَمَّا ما يُسْتَحَبُّ من الذَّكَاةِ وما يُكْرَهُ منها فَمِنْهَا أَنَّ الْمُسْتَحَبَّ أَنْ يَكُونَ الذَّبْحُ بِالنَّهَارِ وَيُكْرَهُ بِاللَّيْلِ، وَالْأَصْلُ فيه ما رُوِيَ عن رسول اللهِ ﷺ أَنَّهُ نهى عن الْأَضْحَى لَيْلًا وَعَن الْحَصَادِ لَيْلًا، وهو كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ، وَمَعْنَى الْكَرَاهَةِ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ لِوُجُوهٍ: أحدها: أَنَّ اللَّيْلَ وَقْتُ أَمْنٍ وَسُكُونٍ وَرَاحَةٍ فَإِيصَالُ الْأَلَمِ في وَقْتِ الرَّاحَةِ يَكُونُ أَشَدَّ، وَالثَّانِي: أَنَّهُ لَا يَأْمَنُ من

أَنْ يخطئ فَيَقْطَعُ يَدَهُ، وَلِهَذَا كُرِهَ الْحَصَادُ بِاللَّيْلِ، وَالثَّالِثُ: أَنَّ الْعُرُوقَ الْمَشْرُوطَةَ فِي الذَّبْحِ لَا تَتَبَيَّنُ فِي اللَّيْلِ فَرُبَّمَا لَا يَسْتَوْفِي قَطْعَهَا.

قربانی کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

1۔ قربانی کا وقت دس ذوالحجہ یعنی عیدالاضحیٰ کے پہلے دن کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، اس لیے دس ذو الحجہ کی صبح صادق سے پہلے قربانی درست نہیں۔

2۔ شہر اور اسی طرح وہ بڑے گاؤں اور دیہات جو شہر کے حکم میں ہوتے ہیں، جہاں عید کی نماز واجب ہوتی ہے وہاں عید کی نماز کے بعد ہی قربانی جائز ہے، اس سے پہلے جائز نہیں۔ اس لیے اگر کسی نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کرلی تو قربانی ادا نہیں ہوگی، ایسی صورت میں دوبارہ قربانی کرنا واجب ہے۔ واضح رہے کہ شہر اور اُس بڑے گاؤں میں جہاں کہیں بھی عید کی نماز ادا ہو جائے تو اس کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ البتہ وہ چھوٹے گاؤں اور دیہات جہاں عید کی نماز ادا کرنا جائز نہیں وہاں دس ذوالحجہ کی صبح صادق کے بعد قربانی کرنا درست ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد ہی قربانی کی جائے۔ (اعلاء السنن، البحر، رد المحتار، الاختیار، بہشتی زیور، جواہر الفقہ)

3۔ شہر میں کسی بھی ایک جگہ عید کی نماز ادا ہو جائے تو اس کے بعد قربانی کرنا درست ہے اگرچہ قربانی کرنے والے نے خود عید کی نماز ادا نہ کی ہو۔ اسی طرح اگر قربانی کے بعض شرکاء نے عید کی نماز ادا کرلی جبکہ دیگر نے ادا نہیں کی تو ایسی صورت میں بھی قربانی کرنا جائز ہے کیوں کہ جب بعض نے عید کی نماز ادا کرلی تو قربانی کے صحیح ہونے کے لیے یہ کافی ہے۔

4۔ اگر شہر میں کسی بھی ایک جگہ عید کی نماز ادا ہو چکی ہو البتہ وہاں خطبہ باقی ہو اور کوئی شخص خطبہ ختم ہونے سے پہلے ہی قربانی کا جانور ذبح کرلے تو قربانی تو ادا ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا بہتر نہیں ہے، اس لیے اس کو قربانی کرنے کے لیے خطبہ ختم ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔

5۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے علاقے یا محلے میں عید کے پہلے دن عید کی نماز ادا نہ کی جاسکتی ہو جبکہ اسی شہر میں کسی

بھی ایک جگہ عید کی نماز ادا کی جاچکی ہو تو اُس علاقے اور محلے والوں کے لیے اس کے بعد قربانی کرنا جائز ہے کیوں کہ قربانی صحیح ہونے کے لیے شہر میں کسی ایک جگہ عید کی نماز ادا ہو جانا کافی ہے۔ لیکن اگر عذر کی وجہ سے پورے شہر میں کسی بھی جگہ عید کے پہلے دن عید کی نماز ادا نہ کی جاسکتی ہو تو ایسی صورت میں عید کے پہلے دن دوپہر کو سورج کے زوال کے بعد قربانی کرنا درست ہے کیوں کہ عید کی نماز کا وقت زوال تک رہتا ہے، اس لیے زوال ہوتے ہی جب پہلے دن عید کی نماز کا وقت ختم ہو گیا تو ایسی صورت میں اس کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔ اور اس صورتحال میں جب عید کے پہلے دن عذر کی وجہ سے نماز ادا نہ ہونے کی وجہ سے عید کی نماز عید کے دوسرے یا تیسرے دن تک منتقل ہو گئی تو اب عید کے دوسرے یا تیسرے دن قربانی کرنے کے لیے عید کی نماز کی ادائیگی یا زوال ہونے کا انتظار کرنا ضروری نہیں، بلکہ پہلے دن زوال کے بعد سے لے کر عید کے تیسرے دن یعنی 12 ذوالحجہ کے سورج غروب ہونے سے پہلے تک کسی بھی وقت قربانی کرنا درست شمار ہو گا۔

6۔ اگر عید کی نماز کی ادائیگی کے بعد قربانی کرلی، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ عید کی نماز درست نہ تھی تو ایسی صورت میں قربانی درست شمار ہو گی، دوبارہ قربانی کرنے کی ضرورت نہیں۔

7۔ مذکورہ مسئلے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اصل اعتبار قربانی کا جانور ذبح کرنے کی جگہ کا ہے، اس لیے اگر موکل یعنی جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے وہ شہر میں ہو اور اس کا وکیل اس کی طرف سے ایسے گاؤں میں قربانی کر رہا ہو جہاں عید کی نماز واجب نہ ہو تو ایسی صورت میں وکیل کے لیے جائز ہے کہ وہ موکل کی قربانی صبح صادق کے بعد ہی کرلے، اسی طرح ایسی صورت میں اگر موکل گاؤں میں ہے اور وکیل شہر میں ہے تو وکیل کے لیے ضروری ہے کہ وہ عید کی نماز کے بعد ہی موکل کی قربانی کرے۔

احادیث وفقہی عبارات

- **صحیح بخاری میں ہے:**

٥٥٦٢- حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ: سَمِعْتُ جُنْدَبَ بْنَ سُفْيَانَ الْبَجَلِيَّ قَالَ: شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ.

- **موطاامام محمد میں ہے:**

٦٣٦- أَخْبَرَنَا مَالِكٌ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ أَنَّ عُوَيْمر بْنَ أَشقَر ذَبَحَ أُضْحِيَتَهُ قَبْلَ أَنْ يغدوَ يَوْمَ الأَضْحَى، وأنَّه ذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَعُودَ بأضحيةٍ أُخْرَى.

قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهَذَا نَأْخُذُ، إِذَا كَانَ الرَّجُلُ فِي مصرٍ يُصَلَّى العيدُ فِيهِ، فَذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يصلِّيَ الإِمَامُ فَإِنَّمَا هِيَ شاةُ لَحْمٍ، وَلا يُجْزِئُ مِنَ الأُضْحِيَةِ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ فِي مصرٍ وَكَانَ فِي بَادِيَةٍ أَوْ نَحْوِهَا مِنَ الْقُرَى النَّائِيَةِ عَنِ الْمِصْرِ فَإِذَا ذَبَحَ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَحِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ أَجْزَأَهُ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ.

- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع:

وَأَمَّا الذي يَرْجِعُ إلَى وَقْتِ التَّضْحِيَةِ فَهُوَ أنها لَا تَجُوزُ قبل دُخُولِ الْوَقْتِ؛ لِأَنَّ الْوَقْتَ كما هو شَرْطُ الْوُجُوبِ فَهُوَ شَرْطُ جَوَازِ إقَامَةِ الْوَاجِبِ كَوَقْتِ الصَّلَاةِ فَلَا يَجُوزُ لأحد أَنْ يُضَحِّيَ قبل طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي من الْيَوْمِ الْأَوَّلِ من أَيَّامِ النَّحْرِ، وَيَجُوزُ بَعْدَ طُلُوعِهِ، سواء كان من أَهْلِ الْمِصْرِ أو من أَهْلِ الْقُرَى، غير أَنَّ لِلْجَوَازِ في حَقِّ أَهْلِ الْمِصْرِ شَرْطًا زَائِدًا وهو أَنْ يَكُونَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدِ لَا يَجُوزُ تَقْدِيمُهَا عليه عِنْدَنَا. وقال الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: إذَا مَضَى من الْوَقْتِ مِقْدَارُ ما صلى فيه رسول اللهِ ﷺ صَلَاةَ الْعِيدِ جَازَتِ الْأُضْحِيَّةُ وَإِنْ لم يُصَلِّ الْإِمَامُ. وَالصَّحِيحُ قَوْلُنَا لِمَا رَوَيْنَا عن رسول اللهِ ﷺ أَنَّهُ قال: «من ذَبَحَ قبل الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ أُضْحِيَّتَهُ». وَرُوِيَ عنه عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ قال: «أَوَّلُ نُسُكِنَا في يَوْمِنَا هذا الصَّلَاةُ ثُمَّ الذَّبْحُ». وروى

عنه عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ قال في حديث الْبَرَاءِ بن عَازِبٍ رضي اللهُ عنه: «من كان مِنْكُمْ ذَبَحَ قبل الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا هِيَ غُدْوَةٌ أَطْعَمَهُ اللهُ تَعَالَى، إِنَّمَا الذَّبْحُ بَعْدَ الصَّلَاةِ». فَقَدْ رَتَّبَ النبي عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الذَّبْحَ على الصَّلَاةِ. وَلَيْسَ لِأَهْلِ الْقُرَى صَلَاةُ الْعِيدِ فَلَا يَثْبُتُ التَّرْتِيبُ في حَقِّهِمْ. وَإِنْ أَخَّرَ الْإِمَامُ صَلَاةَ الْعِيدِ فَلَيْسَ لِلرَّجُلِ أَنْ يَذْبَحَ أُضْحِيَّتَهُ حتى يَتَنَصَّفَ النَّهَارُ، فَإِنِ اشْتَغَلَ الْإِمَامُ فلم يُصَلِّ الْعِيدَ أو تَرَكَ ذلك مُتَعَمِّدًا حتى زَالَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ حَلَّ الذَّبْحُ بِغَيْرِ صَلَاةٍ في الْأَيَّامِ كُلِّهَا؛ لِأَنَّهُ لَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ فَاتَ وَقْتُ الصَّلَاةِ، وَإِنَّمَا يَخْرُجُ الْإِمَامُ في الْيَوْمِ الثَّانِي وَالثَّالِثِ على وَجْهِ الْقَضَاءِ، وَالتَّرْتِيبُ شَرْطٌ في الْأَدَاءِ لَا في الْقَضَاءِ، كَذَا ذَكَرَهُ الْقُدُورِيُّ رَحِمَهُ اللهُ. وَإِنْ كان يُصَلِّي في الْمِصْرِ في مَوْضِعَيْنِ بِأَنْ كان الْإِمَامُ قد خَلَّفَ من يُصَلِّي بِضَعَفَةِ الناس في الْجَامِعِ، وَخَرَجَ هو بِالْآخَرِينَ إلَى الْمُصَلَّى وهو الْجَبَّانَةُ ذَكَرَ الْكَرْخِيُّ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّهُ إذَا صلى أَهْلُ أَحَدِ المسجدين أَيُّهُمَا كان جَازَ ذَبْحُ الْأَضَاحِيِّ، وَذَكَرَ في الْأَصْلِ إذَا صلى أَهْلُ أحد المسجدين فَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ ذَبْحُ الْأُضْحِيَّةِ، وفي الِاسْتِحْسَانِ يَجُوزُ. (كِتَابُ التَّضْحِيَةِ)

- الدر المختار:

(وَأَوَّلُ وَقْتِهَا) (بَعْدَ الصَّلَاةِ إنْ ذَبَحَ فِي مِصْرٍ) أَيْ بَعْدَ أَسْبَقِ صَلَاةِ عِيدٍ وَلَوْ قَبْلَ الْخُطْبَةِ لَكِنْ بَعْدَهَا أَحَبُّ، وَبَعْدَ مُضِيِّ وَقْتِهَا لَوْ لَمْ يُصَلُّوا لِعُذْرٍ، وَيَجُوزُ فِي الْغَدِ وَبَعْدَهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ؛ لِأَنَّ الصَّلَاةَ فِي الْغَدِ تَقَعُ قَضَاءً لَا أَدَاءً، زَيْلَعِيٌّ وَغَيْرُهُ. (وَبَعْدَ طُلُوعِ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ إنْ ذَبَحَ فِي غَيْرِهِ).

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَأَوَّلُ وَقْتِهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ إلَخْ) فِيهِ تَسَامُحٌ؛ إذِ التَّضْحِيَةُ لَا يَخْتَلِفُ وَقْتُهَا بِالْمِصْرِيِّ وَغَيْرِهِ بَلْ شَرْطُهَا، فَأَوَّلُ وَقْتِهَا فِي حَقِّ الْمِصْرِيِّ وَالْقَرَوِيِّ طُلُوعُ الْفَجْرِ، إلَّا أَنَّهُ شَرَطَ لِلْمِصْرِيِّ تَقْدِيمَ الصَّلَاةِ عَلَيْهَا، فَعَدَمُ الْجَوَازِ؛ لِفَقْدِ الشَّرْطِ لَا لِعَدَمِ الْوَقْتِ، كَمَا فِي «الْمَبْسُوطِ»، وَأُشِيرَ إلَيْهِ فِي «الْهِدَايَةِ» وَغَيْرِهَا، قُهُسْتَانِيٌّ، وَكَذَا ذَكَرَ ابْنُ الْكَمَالِ فِي مَنْهِيَّاتِ شَرْحِهِ أَنَّ هَذَا مِنَ

الْمَوَاضِعِ الَّتِي أَخْطَأَ فِيهَا تَاجُ الشَّرِيعَةِ وَلَمْ يَتَنَبَّهْ لَهُ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ. (قَوْلُهُ: بَعْدَ أَسْبَقِ صَلَاةِ عِيدٍ) وَلَوْ ضَحَّى بَعْدَمَا صَلَّى أَهْلُ الْمَسْجِدِ وَلَمْ يُصَلِّ أَهْلُ الْجَبَّانَةِ أَجْزَأَهُ اسْتِحْسَانًا؛ لِأَنَّهَا صَلَاةٌ مُعْتَبَرَةٌ، حَتَّى لَوِ اكْتَفَوْا بِهَا أَجْزَأَتْهُمْ، وَكَذَا عَكْسُهُ، «هِدَايَةٌ». وَلَوْ ضَحَّى بَعْدَمَا قَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لَا يَجُوزُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَجُوزُ وَيَكُونُ مُسِيئًا، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ، «خَانِيَّةٌ». (قَوْلُهُ: وَلَوْ قَبْلَ الْخُطْبَةِ) قَالَ فِي «الْمِنَحِ»: وَعَنِ الْحَسَنِ: لَوْ ضَحَّى قَبْلَ الْفَرَاغِ مِنَ الْخُطْبَةِ فَقَدْ أَسَاءَ. (قَوْلُهُ: وَبَعْدَ مُضِيِّ وَقْتِهَا) أَيْ وَقْتِ الصَّلَاةِ، وَهُوَ مَعْطُوفٌ عَلَى قَوْلِهِ: بَعْدَ الصَّلَاةِ، وَوَقْتُ الصَّلَاةِ مِن الِارْتِفَاعِ إِلَى الزَّوَالِ. (قَوْلُهُ: لِعُذْرٍ) أَيْ غَيْرِ الْفِتْنَةِ الْمَذْكُورَةِ بَعْدُ اهـ. أَقُولُ: وَلَمْ يَذْكُرِ الزَّيْلَعِيُّ لَفْظَ الْعُذْرِ مَعَ أَنَّهُ مُخَالِفٌ لِمَا سَيَذْكُرُهُ الشَّارِحُ عَنِ «الْيَنَابِيعِ». وَفِي «الْبَدَائِعِ»: وَإِنْ أَخَّرَ الْإِمَامُ صَلَاةَ الْعِيدِ فَلَا ذَبْحَ حَتَّى يَنْتَصِفَ النَّهَارُ، فَإِنِ اشْتَغَلَ الْإِمَامُ فَلَمْ يُصَلِّ أَوْ تَرَكَ عَمْدًا حَتَّى زَالَتْ فَقَدْ حَلَّ الذَّبْحُ بِغَيْرِ صَلَاةٍ فِي الْأَيَّامِ كُلِّهَا؛ لِأَنَّهُ بِالزَّوَالِ فَاتَ وَقْتُ الصَّلَاةِ، وَإِنَّمَا يَخْرُجُ الْإِمَامُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي وَالثَّالِثِ عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ، وَالتَّرْتِيبُ شَرْطٌ فِي الْأَدَاءِ لَا فِي الْقَضَاءِ، كَذَا ذَكَرَ الْقُدُورِيُّ اهـ. وَذَكَرَ نَحْوَهُ الزَّيْلَعِيُّ عَنِ «الْمُحِيطِ»، وَنَقَلَ قَبْلَهُ عَنْهُ أَيْضًا أَنَّهُ لَا تُجْزِيهِمْ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي قَبْلَ الزَّوَالِ إِلَّا إِذَا كَانُوا لَا يَرْجُونَ أَنْ يُصَلِّيَ الْإِمَامُ بِهِمْ. ..... (قَوْلُهُ: إِنْ ذَبَحَ فِي غَيْرِهِ) أَيْ غَيْرَ الْمِصْرِ شَامِلٌ لِأَهْلِ الْبَوَادِي، وَقَدْ قَالَ قَاضِي خَانْ: فَأَمَّا أَهْلُ السَّوَادِ وَالْقُرَى وَالرِّبَاطَاتِ عِنْدَنَا يَجُوزُ لَهُمْ التَّضْحِيَةُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، وَأَمَّا أَهْلُ الْبَوَادِي لَا يُضَحُّونَ إِلَّا بَعْدَ صَلَاةِ أَقْرَبِ الْأَئِمَّةِ إِلَيْهِمْ اهـ وَعَزَاهُ الْقُهُسْتَانِيُّ إِلَى النَّظْمِ وَغَيْرِهِ. وَذَكَرَ فِي «الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ» أَنَّهُ مُخَالِفٌ لِمَا فِي «التَّبْيِينِ» وَلِإِطْلَاقِ شَيْخِ الْإِسْلَامِ. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةَ)

- الدر المختار:

(تَبَيَّنَ أَنَّ الْإِمَامَ صَلَّى بِغَيْرِ طَهَارَةٍ) (تُعَادُ الصَّلَاةُ دُونَ الْأُضْحِيَّةَ)؛ لِأَنَّ مِنْ الْعُلَمَاءِ مَنْ قَالَ: لَا يُعِيدُ الصَّلَاةَ إِلَّا الْإِمَامُ وَحْدَهُ فَكَانَ لِلِاجْتِهَادِ فِيهِ مَسَاغًا، زَيْلَعِيٌّ. وَفِي «الْمُجْتَبَى»: إِنَّمَا تُعَادُ قَبْلَ التَّفَرُّقِ لَا بَعْدَهُ. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةَ)

• الفتاوى الهندية:

وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا من أَهْلِ السَّوَادِ دخل الْمِصْرَ لِصَلَاةِ الْأَضْحَى وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُضَحُّوا عنه جَازَ أَنْ يَذْبَحُوا عنه بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، قال مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى: أَنْظُرُ في هذا إلَى مَوْضِعِ الذَّبْحِ دُونَ الْمَذْبُوحِ عنه، كَذَا في الظَّهِيرِيَّةِ، وَعَنِ الْحَسَنِ بن زِيَادٍ بِخِلَافِ هذا، وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ ،وَبِهِ نَأْخُذُ، كَذَا في الْحَاوِي لِلْفَتَاوَى، وَلَوْ كان الرَّجُلُ بِالسَّوَادِ وَأَهْلُهُ بِالْمِصْرِ لم تَجُزِ التَّضْحِيَةُ عنه إلَّا بَعْدَ صَلَاةِ الْإِمَامِ، وَهَكَذَا رُوِيَ عن أبي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

قربانی کے ایام میں قربانی نہ کرنے کا حکم:

کسی صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کے مذکورہ تین دنوں میں قربانی نہیں کی یہاں تک کہ 12 ذوالحجہ کا سورج غروب ہوگیا تو ایسی صورت میں اب درمیانے درجے کے بکرے یا دُنبے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ایسی صورت میں بڑے جانور میں ساتویں حصے کی قربانی معتبر نہیں۔ اگر جانور خریدنے کے باوجود بھی قربانی کے ایام میں قربانی نہ کرسکا تو اب اسی جانور کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔

(اعلاء السنن، امداد الاحکام)

قضا قربانی کی ادائیگی کا حکم:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اگر کسی کے ذمے گزشتہ ایک سال یا ایک سے زائد سالوں کی قربانیوں کی قضا واجب ہو تو ایسی صورت میں ہر قربانی کے بدلے درمیانے درجے کے بکرے یا دُنبے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔

میّت کے ذمّے قضا قربانی رہ جانے کا حکم:

جو شخص (مرد یا عورت) انتقال کرجائے اور اس کے ذمے ایک سال یا ایک سے زائد سالوں کی قضا قربانیاں واجب رہ گئی ہوں یعنی اس نے صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود بھی قربانی ادا نہ کی ہو تو ایسی صورت

میں اس کی طرف سے اس قضا قربانی کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ ذیل میں اسی حوالے سے تفصیلی حکم ذکر کیا جاتا ہے، البتہ ابتدا میں بطورِ تمہید بعض مسائل ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ زیرِ بحث مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

1۔ کسی عاقل بالغ صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کے تین دنوں (یعنی ذوالحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخوں) میں قربانی نہیں کی یہاں تک کہ 12 ذوالحجہ کا سورج غروب ہوگیا تو یہ قربانی اس کے ذمے قضا رہ گئی، اب اس قضا قربانی کی ادائیگی کے لیے درمیانے درجے کے بکرے یا دنبے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ایسی صورت میں بڑے جانور میں ساتویں حصے کی قربانی معتبر نہیں ہوگی۔ اور اگر جانور خریدنے کے باوجود بھی قربانی کے ایام میں قربانی نہ کرسکا تو اب اسی جانور کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔

(اعلاء السنن، امداد الاحکام)

مذکورہ مسئلہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر کسی شخص کے ذمے گزشتہ ایک سال یا ایک سے زائد سالوں کی قربانیوں کی قضا واجب ہو تو ایسی صورت میں ہر قربانی کے بدلے درمیانے درجے کے بکرے یا دنبے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔

2۔ جس شخص کے ذمے گزشتہ ایک سال یا ایک سے زائد سالوں کی قضا قربانی واجب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ جلد سے جلد اس واجب کی ادائیگی کرکے اس سے سبکدوش ہوجائے، کیوں کہ جب موت کا وقت معلوم نہیں ہوتا تو اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان قضا قربانیوں کی ادائیگی میں بے جا تاخیر نہیں کرنی چاہیے، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور بندے کے ذمے یہ قضا قربانیاں باقی رہ جائیں، یوں بندہ گناہ گار ٹھہرے گا۔

3۔ مذکورہ تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ جس شخص کا اس حال میں انتقال ہوجائے کہ اس کے ذمے ایک یا ایک سے زائد سالوں کی قضا قربانیاں باقی ہوں تو ایسی صورت میں میت کی طرف سے ہر قربانی کے بدلے درمیانے درجے کے بکرے یا دنبے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے تاکہ اس کا ذمہ بری ہوسکے۔

قضا قربانی کی وصیت سے متعلق تفصیل:

1۔ جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے ایک یا ایک سے زائد سالوں کی قضا قربانیاں باقی ہوں اور اس نے وصیت کی ہو کہ میری ان قضا قربانیوں کی ادائیگی ادا کر دی جائے اور اس نے مال بھی چھوڑا ہو تو اس وصیت کو پورا کرنا ضروری ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ اگر میت پر کوئی قرضہ ہو تو سب سے پہلے میت کے مال میں سے قرضہ ادا کیا جائے، پھر اس کے بعد کل مال کے ایک تہائی حصے میں سے قضا قربانیوں کی یہ وصیت پوری کی جائے۔ اگر وہ ایک تہائی مال کم پڑ رہا ہو اور وہ وصیت اس میں پوری نہیں ہو پا رہی ہو تو اس وصیت کو پورا کرنے کے لیے ایک تہائی سے زیادہ مال خرچ کرنا ورثہ کے ذمے لازم نہیں، البتہ اگر عاقل بالغ ورثہ اپنی خوشی سے اپنے حصے میں سے یہ وصیت پوری کر دیں تو یہ جائز ہے اور یہ میت پر احسان ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے امید ہے کہ میت کا ذمہ بَری ہو جائے گا۔

قضا قربانی کی وصیت نہ کرنے یا ترکہ نہ چھوڑنے کا حکم:

اگر میت کے ذمے قضا قربانیاں ہوں اور اس نے ان کی ادائیگی کی وصیت بھی کی ہو لیکن اس نے مال نہیں چھوڑا ہو، یا مال تو چھوڑا ہو لیکن ان قضا قربانیوں کی ادائیگی کی وصیت ہی نہ کی ہو تو ان دونوں صورتوں میں میت کی ان قضا قربانیوں کی ادائیگی کرنا ورثہ کے ذمے واجب نہیں، البتہ اگر عاقل بالغ ورثہ میت پر احسان کرتے ہوئے اپنی رضامندی سے اپنے حصے میں سے یا اپنے مال میں سے اس کی قضا قربانیوں کی رقم ادا کر دیں تو یہ جائز ہے اور یہ میت پر احسان ہو گا، اور اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے امید ہے کہ اس کا ذمہ بَری ہو جائے گا۔

قضا قربانیوں کی رقم کس کو دینا جائز ہے؟

میت کی قضا قربانیوں کی رقم کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے کہ یہ رقم صرف اسی کو دینا جائز ہے جس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

قضا قربانی کی ادائیگی اور وصیّت کی فکر:

ہر عاقل بالغ صاحبِ نصاب مسلمان کو چاہیے کہ وہ عید الاضحیٰ کے ایام میں قربانی کی ادائیگی کی فکر کرے، اگر لاعلمی، غفلت یا کسی اور وجہ سے اس کے ذمے گذشتہ ایک سال یا ایک سے زائد سالوں کی قضا قربانیاں باقی رہ گئی ہوں تو جتنی جلدی ہوسکے ان کی رقم کی ادائیگی کی کوشش کرے تاکہ واجب ادا ہوجائے اور ذمہ بَری ہوجائے، اور عدمِ ادائیگی کی صورت میں وصیت بھی کرلے کہ میری موت کے بعد میری ان قضا قربانیوں کی رقم ادا کردی جائے کیوں کہ فوت ہونے سے پہلے ان کی وصیت کرنا واجب ہے۔

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَمِنْهَا أنها تُقْضَى إذَا فَاتَتْ عن وَقْتِهَا ثُمَّ قَضَاؤُهَا قد يَكُونُ بِالتَّصَدُّقِ بِعَيْنِ الشَّاةِ حَيَّةً وقد يَكُونُ بِالتَّصَدُّقِ بِقِيمَةِ الشَّاةِ فَإِنْ كان قد أَوْجَبَ التَّضْحِيَةَ على نَفْسِهِ بِشَاةٍ بِعَيْنِهَا فلم يُضَحِّهَا حتى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ فَيَتَصَدَّقُ بِعَيْنِهَا حَيَّةً سَوَاءٌ كان مُوسِرًا أو مُعْسِرًا وَكَذَا إذَا اشْتَرَى شَاةً لِيُضَحِّيَ بها فلم يُضَحِّ حتى مَضَى الْوَقْتُ. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

وَلَوْ لم يُضَحِّ حتى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ فَقَدْ فَاتَهُ الذَّبْحُ، فَإِنْ كان أَوْجَبَ على نَفْسِهِ شَاةً بِعَيْنِهَا بِأَنْ قال: لِلّٰهِ عَلَيَّ أَنْ أُضَحِّيَ بِهَذِهِ الشَّاةِ، سَوَاءٌ كان الْمُوجِبُ فَقِيرًا أو غَنِيًّا أو كان الْمُضَحِّي فَقِيرًا وقد اشْتَرَى شَاةً بِنِيَّةِ الْأُضْحِيَّةِ فلم يَفْعَلْ حتى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ تَصَدَّقَ بها حَيَّةً، وَإِنْ كان من لم يُضَحِّ غَنِيًّا ولم يُوجِبْ على نَفْسِهِ شَاةً بِعَيْنِهَا تَصَدَّقَ بِقِيمَةِ شَاةٍ اشْتَرَى أو لم يَشْتَرِي، كَذَا في الْعَتَّابِيَّةِ، يُعْتَبَرُ آخِرُ أَيَّامِ النَّحْرِ في الْفَقْرِ وَالْغِنَى وَالْمَوْتِ وَالْوِلَادَةِ، لو اشْتَرَى شَاةً لِلْأُضْحِيَّةِ عن نَفْسِهِ أو عن وَلَدِهِ فلم يُضَحِّ حتى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ كان عليه أَنْ يَتَصَدَّقَ بِتِلْكَ الشَّاةِ أو بِقِيمَتِهَا، وقال الْحَسَنُ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى: لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ، هَكَذَا في فَتَاوَى قَاضِي خَانْ، وَإِنْ كان أَوْجَبَ شَاةً بِعَيْنِهَا أو اشْتَرَى شَاةً لِيُضَحِّيَ بها فلم يَفْعَلْ حتى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ تَصَدَّقَ بها حَيَّةً وَلَا يَجُوزُ الْأَكْلُ منها. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع:

وَمَنْ وَجَبَتْ عليه الْأُضْحِيَّةُ فلم يُضَحِّ حتى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ ثُمَّ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ فَعَلَيْهِ أَنْ يُوصِيَ بِأَنْ يُتَصَدَّقَ عنه بِقِيمَةِ شَاةٍ من ثُلُثِ مَالِهِ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا مَضَى الْوَقْتُ فَقَدْ وَجَبَ عليه التَّصَدُّقُ بِقِيمَةِ شَاةٍ فَيَحْتَاجُ إلَى تخليص نَفْسِهِ عن عُهْدَةِ الْوَاجِبِ، وَالْوَصِيَّةُ طَرِيقُ التَّخْلِيصِ فَيَجِبُ عليه أَنْ يُوصِيَ كما في الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَغَيْرِ ذلك.

(كِتَابُ التَّضْحِيَةِ: فَصْلٌ وَأَمَّا كَيْفِيَّةُ الْوُجُوبِ فَأَنْوَاعٌ)

- الدر المختار:

(وَلَوْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلَوَاتٌ فَائِتَةٌ وَأَوْصَى بِالْكَفَّارَةِ يُعْطَى لِكُلِّ صَلَاةٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ) كَالْفِطْرَةِ (وَكَذَا حُكْمُ الْوِتْرِ) وَالصَّوْمِ. وَإِنَّمَا يُعْطِي (مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ) ...... (وَلَوْ قَضَاهَا وَرَثَتُهُ بِأَمْرِهِ لَمْ يَجُزْ)؛ لِأَنَّهَا عِبَادَةٌ بَدَنِيَّةٌ، (بِخِلَافِ الْحَجِّ)؛ لِأَنَّهُ يَقْبَلُ النِّيَابَةَ، وَلَوْ أَدَّى لِلْفَقِيرِ أَقَلَّ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ لَمْ يَجُزْ، وَلَوْ أَعْطَاهُ الْكُلَّ جَازَ، وَلَوْ فَدَى عَنْ صَلَاتِهِ فِي مَرَضِهِ لَا يَصِحُّ، بِخِلَافِ الصَّوْمِ.

- رد المحتار:

(قَوْلُهُ: وَعَلَيْهِ صَلَوَاتٌ فَائِتَةٌ إلَخْ) أَيْ بِأَنْ كَانَ يَقْدِرُ عَلَى أَدَائِهَا وَلَوْ بِالْإِيمَاءِ، فَيَلْزَمُهُ الْإِيصَاءُ بِهَا، وَإِلَّا فَلَا يَلْزَمُهُ وَإِنْ قَلَّتْ، بِأَنْ كَانَتْ دُونَ سِتِّ صَلَوَاتٍ؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاللهُ أَحَقُّ بِقَبُولِ الْعُذْرِ مِنْهُ». وَكَذَا حُكْمُ الصَّوْمِ فِي رَمَضَانَ إنْ أَفْطَرَ فِيهِ الْمُسَافِرُ وَالْمَرِيضُ وَمَاتَا قَبْلَ الْإِقَامَةِ وَالصِّحَّةِ، وَتَمَامُهُ فِي «الْإِمْدَادِ». ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّهُ إذَا أَوْصَى بِفِدْيَةِ الصَّوْمِ يُحْكَمُ بِالْجَوَازِ قَطْعًا؛ لِأَنَّهُ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ، وَأَمَّا إذَا لَمْ يُوصِ فَتَطَوَّعَ بِهَا الْوَارِثُ فَقَدْ قَالَ مُحَمَّدٌ فِي «الزِّيَادَاتِ»: إنَّهُ يُجْزِيهِ إنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى، فَعَلَّقَ الْإِجْزَاءَ بِالْمَشِيئَةِ؛ لِعَدَمِ النَّصِّ، وَكَذَا عَلَّقَهُ بِالْمَشِيئَةِ فِيمَا إذَا أَوْصَى بِفِدْيَةِ الصَّلَاةِ؛ لِأَنَّهُمْ أَلْحَقُوهَا بِالصَّوْمِ احْتِيَاطًا؛ لِاحْتِمَالِ كَوْنِ النَّصِّ فِيهِ مَعْلُولًا بِالْعَجْزِ فَتَشْمَلُ الْعِلَّةُ الصَّلَاةَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعْلُولًا تَكُونُ الْفِدْيَةُ بِرًّا مُبْتَدَأً يَصْلُحُ مَاحِيًا لِلسَّيِّئَاتِ فَكَانَ فِيهَا شُبْهَةٌ كَمَا إذَا لَمْ يُوصِ بِفِدْيَةِ الصَّوْمِ، فَلِذَا جَزَمَ مُحَمَّدٌ بِالْأَوَّلِ وَلَمْ يَجْزِمْ بِالْأَخِيرَيْنِ، فَعُلِمَ أَنَّهُ إذَا لَمْ يُوصِ بِفِدْيَةِ الصَّلَاةِ فَالشُّبْهَةُ أَقْوَى. وَاعْلَمْ أَيْضًا أَنَّ الْمَذْكُورَ فِيمَا رَأَيْته مِنْ كُتُبِ عُلَمَائِنَا فُرُوعًا وَأُصُولًا إذَا لَمْ يُوصِ بِفِدْيَةِ الصَّوْمِ يَجُوزُ أَنْ يَتَبَرَّعَ عَنْهُ وَلِيُّهُ. وَالْمُتَبَادِرُ مِن

التَّقْيِيدِ بِالْوَلِيِّ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ مِنْ مَالِ الْأَجْنَبِيِّ. وَنَظِيرُهُ مَا قَالُوهُ فِيمَا إذَا أَوْصَى بِحَجَّةِ الْفَرْضِ فَتَبَرَّعَ الْوَارِثُ بِالْحَجِّ لَا يَجُوزُ، وَإِنْ لَمْ يُوصِ فَتَبَرُّعُ الْوَارِثِ إمَّا بِالْحَجِّ بِنَفْسِهِ أَوْ بِالْإِحْجَاجِ عَنْهُ رَجُلًا يُجْزِيهِ. وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَوْ تَبَرَّعَ غَيْرُ الْوَارِثِ لَا يُجْزِيهِ، نَعَمْ وَقَعَ فِي «شَرْحِ نُورِ الْإِيضَاحِ» لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ التَّعْبِيرُ بِالْوَصِيِّ أَوِ الْأَجْنَبِيِّ فَتَأَمَّلْ، وَتَمَامُ ذَلِكَ فِي آخِرِ رِسَالَتِنَا الْمُسَمَّاةِ «شِفَاءَ الْعَلِيلِ فِي بُطْلَانِ الْوَصِيَّةِ بِالْخَتَمَاتِ وَالتَّهَالِيلِ» ...... (قَوْلُهُ: وَإِنَّمَا يُعْطِي مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ) أَيْ فَلَوْ زَادَتِ الْوَصِيَّةُ عَلَى الثُّلُثِ لَا يَلْزَمُ الْوَلِيَّ إخْرَاجُ الزَّائِدِ إلَّا بِإِجَازَةِ الْوَرَثَةِ. وَفِي «الْقُنْيَةِ»: أَوْصَى بِثُلُثِ مَالِهِ إلَى صَلَوَاتِ عُمْرِهِ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَأَجَازَ الْغَرِيمُ وَصِيَّتَهُ لَا تَجُوزُ؛ لِأَنَّ الْوَصِيَّةَ مُتَأَخِّرَةٌ عَنِ الدَّيْنِ، وَلَمْ يَسْقُطِ الدَّيْنُ بِإِجَازَتِهِ. اهـ. وَفِيهَا أَوْصَى بِصَلَوَاتِ عُمْرِهِ وَعُمْرُهُ لَا يُدْرَى فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ. ثُمَّ رَمَزَ إنْ كَانَ الثُّلُثُ لَا يَفِي بِالصَّلَوَاتِ جَازَ، وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْهَا لَمْ يَجُزْ. اهـ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ: لَا يَفِي بِغَلَبَةِ الظَّنِّ؛ لِأَنَّ الْمَفْرُوضَ أَنَّ عُمْرَهُ لَا يُدْرَى، وَذَلِكَ كَأَنْ يَفِيَ الثُّلُثُ بِنَحْوِ عَشْرِ سِنِينَ مَثَلًا وَعُمْرُهُ نَحْوُ الثَّلَاثِينَ. وَوَجْهُ هَذَا الْقَوْلِ الثَّانِي ظَاهِرٌ؛ لِأَنَّ الثُّلُثَ إذَا كَانَ لَا يَفِي بِصَلَوَاتِ عُمْرِهِ تَكُونُ الْوَصِيَّةُ بِجَمِيعِ الثُّلُثِ يَقِينًا وَيَلْغُو الزَّائِدُ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ يَفِي بِهَا وَيَزِيدُ عَلَيْهَا فَإِنَّ الْوَصِيَّةَ تَبْطُلُ؛ لِجَهَالَةِ قَدْرِهَا بِسَبَبِ جَهَالَةِ قَدْرِ الصَّلَوَاتِ، فَتَدَبَّرْ. (باب قضاء الفوائت)

کسی دوسرے ملک، شہر یا گاؤں میں قربانی کرنے کا حکم:

اگر کوئی شخص اپنی قربانی کسی اور گاؤں، شہر یا ملک میں کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ جس دن اس کی قربانی کا جانور ذبح ہو رہا ہو اس دن دونوں جگہوں میں قربانی کے تین دنوں میں سے کوئی دن ہو، اگر قربانی کرنے والے شخص کے ہاں قربانی کا دن نہ ہو اور جہاں قربانی کی جا رہی ہے وہاں قربانی کا دن ہو تو ایسی صورت میں یہ قربانی درست نہیں ہوگی۔

اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے کسی دوسرے شہر یا ملک میں کسی کو اپنی قربانی کرنے کا وکیل بنایا کہ قربانی کے ایام میں میری طرف سے قربانی کرلیں، تو اگر وکیل کے ہاں قربانی کے ایام شروع ہو چکے ہوں لیکن موکل کے ہاں قربانی کے ایام کا آغاز نہ ہوا ہو تو ایسی صورت میں موکل کی جانب سے قربانی

درست نہیں ہوگی۔اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ موکل کے ہاں قربانی کے ایام ختم ہوچکے ہوں اور وکیل کے ہاں باقی ہوں تو ایسی صورت میں موکل کی قربانی درست ہونے میں حضرات اہلِ علم کی دو آرا ہیں، وسعت اور گنجائش کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی صورت میں اگر کسی وکیل نے موکل کی طرف سے قربانی کرلی تو قربانی ادا ہوجائے گی۔

حاصل یہ کہ احتیاط پر مبنی صورت یہی ہے کہ عید کے ایسے دن قربانی کا جانور ذبح کیا جائے جس میں دونوں جگہ قربانی کے تین دنوں میں سے کوئی دن ہو۔ (فتاویٰ عثمانی، فتویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر:1023/1)

یہ مسئلہ ماقبل میں بھی ذکر ہوچکا ہے، یہاں کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کردیا گیا ہے۔

جانور
ذبح کرنے کے احکام وآداب

فہرست:

- ذبح سے متعلق احکام سے واقفیت کی اہمیت۔
- ذبح کے اسلامی طریقے کی خوبی۔
- ذبح کرتے وقت جانور کو بے جا تکلیف دینے کی ممانعت۔
- ذبح کرتے وقت جانور کو قبلہ رخ کرنے کا حکم۔
- دائیں ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم۔
- اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کی فضیلت۔
- ذبح کے وقت شُرکاء کی موجودگی کا حکم۔
- ذبح اور نحر کی حقیقت۔

- ذبح میں کاٹی جانے والی رگیں۔
- جانور کو عُقدہ یعنی گلے کی گھنڈی اور سینے کے درمیان ذبح کرنے کا حکم۔
- گدی کی جانب سے جانور ذبح کرنے کا حکم۔
- قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت نیت کیا ہونی چاہیے؟
- ذبح کے لیے جانور لِٹانے کے بعد کی دعا۔
- ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا۔
- ذبح کرتے وقت بسم اللہ بھول جانے کا حکم۔
- ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا کس کے ذمے ہے؟
- ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا۔
- عورت اور نابالغ بچے کے ذبح کا حکم۔
- گویائی سے محروم شخص کے ذبیحہ کا حکم۔
- قربانی کے بے قابو جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ۔
- بلا وضو اور حالتِ جنابت میں جانور ذبح کرنے کا حکم۔
- ذبح کے بعد کھال کب اتاری جائے؟

ذبح سے متعلق احکام سے واقفیت کی اہمیت:

جانور ذبح کرنے سے پہلے ذبح سے متعلق مسائل کو جاننا ضروری ہے تاکہ جانور کو صحیح طریقے سے ذبح کیا جاسکے، اور ذبح سے متعلق معاشرے میں رائج غلطیوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکے۔آجکل بہت سے لوگ مسائل سیکھنے کا اہتمام نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ نظریاتی اور عملی طور پر متعدد غلطیوں اور غیر شرعی امور کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

ذبح کے اسلامی طریقے کی خوبی:

اسلام نے جانور ذبح کرنے سے متعلق جن احکام اور طریقہ کار کی تعلیم دی ہے ان میں جانور کی بھرپور رعایت کی گئی ہے اور اس بات کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے کہ جانور کو تکلیف کم سے کم ہو۔اس طریقے سے بندوں کو ایک پاکیزہ اور طیب رزق بھی میسر آتا ہے۔اور یہ خوبی صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کا خاصہ ہے۔

- سنن ابی داود میں ہے:

۲۸۱۷- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الأَشْعَثِ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ: خَصْلَتَانِ سَمِعْتُهُمَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: «إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا -قَالَ غَيْرُ مُسْلِمٍ: يَقُولُ: «فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ»-، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ».

ذبح کرتے وقت جانور کو بے جا تکلیف دینے کی ممانعت:

اس بات کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے کہ جانور کے ساتھ نرمی اور رحمدلی کا معاملہ کیا جائے اور اس کو کسی بھی معاملے میں بے جا اضافی تکلیف نہ دی جائے، اس لیے ہر اس عمل سے اجتناب کیا جائے کہ جو جانور کے لیے بے جا اضافی تکلیف کا باعث ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”جو شخص ذبیحہ (یعنی ذبح کیے جانے والے جانور) کے ساتھ رحمدلی کا معاملہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

اس پر رحم فرمائے گا۔"

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

٧٩١٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنِي رَوْحُ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ الْمُقْرِئُ، ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي رَجَاءَ الْعَبَّادَانِيُّ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جَمِيلٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ رَحِمَ ذَبِيحَةً رَحِمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

مذکورہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے درج ذیل باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے:

1: جانور کو ذبح کی جگہ لے جاتے ہوئے حتی الامکان نرمی اور آہستگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے، بلا ضرورت گھسیٹ کر لے جانا ممنوع ہے کیوں کہ یہ بے جا تکلیف کا باعث ہے۔

2: جانور کو ذبح کے لیے لٹاتے ہوئے بھی حتی الامکان نرمی اور آہستگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

3: ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیوں کہ یہ اس جانور کے لیے تکلیف کا باعث ہے، البتہ اگر کوئی عذر ہو تو اس صورت میں اس میں کوئی حرج نہیں۔

4: جانور کے سامنے چھری تیز کرنا یا جانور کو لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا بھی ممنوع ہیں، صحیح طریقہ یہی ہے کہ جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی جانور سے چھپا کر چھری اچھی طرح تیز کر لی جائے۔

5: کند چھری سے ذبح کرنا ممنوع ہے کیوں کہ یہ اضافی تکلیف کا باعث ہے، اس لیے ذبح کرنے کے لیے چھری اچھی طرح تیز کر لینی چاہیے۔

6: قربانی کے جانور کو ذبح سے پہلے بھوکا پیاسا رکھنا بھی درست نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس کو خوب کھلایا پلایا جائے۔ (فتاوی عالمگیری، بدائع الصنائع، رد المحتار)

ذبح کرتے وقت جانور کو قبلہ رخ کرنے کا حکم:

ذبح کرتے وقت جانور کو قبلہ رخ کر لینا سنت ہے، اسی طرح ذبح کرنے والے کا قبلہ رخ ہونا بھی سنت

ہے، ان دونوں باتوں کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے، لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے قبلہ رخ ہونا مشکل ہو تو جس طرف سہولت ہو سکے اسی طرف جانور کو ذبح کر لیا جائے۔ (بدائع الصنائع، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ)

دائیں ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم:

جانور کو دائیں ہاتھ سے ذبح کرنا سنت ہے، اور ضرورت پڑے تو بائیں ہاتھ سے مدد لی جا سکتی ہے۔ البتہ اگر دائیں ہاتھ سے ذبح کرنے میں مشکلات ہو تو ایسی صورت میں بائیں ہاتھ سے ذبح کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

- موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے:

ذَكَاةُ الْبَقَرِ:

ذَكَاةُ الْبَقَرِ كَذَكَاةِ الْغَنَمِ، فَإِذَا أُرِيدَ تَذْكِيَةُ الْبَقَرَةِ فَإِنَّهَا تُضْجَعُ عَلَى جَنْبِهَا الأَيْسَرِ، وَتُشَدُّ قَوَائِمُهَا الثَّلَاثُ: الْيَدُ الْيُمْنَى وَالْيُسْرَى وَالرِّجْل الْيُسْرَى، وَتُتْرَكُ الرِّجْل الْيُمْنَى بِلَا شَدٍّ لِتحَرُّكِهَا عِنْدَ الذَّبْحِ، وَيُمْسِكُ الذَّابِحُ رَأْسَهَا بِيَدِهِ الْيُسْرَى، وَيُمْسِكُ السِّكِّينَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ يَبْدَأُ الذَّبْحَ بَعْدَ أَنْ يَقُول: بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ، وَبَعْدَ أَنْ يَتَّجِهَ هُوَ وَذَبِيحَتُهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ.

اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کی فضیلت:

افضل یہ ہے کہ قربانی کرنے والا شخص خود ہی ذبح کرے لیکن اگر کوئی اور شخص اس کی اجازت سے ذبح کر لے تو بھی جائز ہے، البتہ اس بات کا دھیان رکھنا ضروری ہے کہ جس شخص کو جانور ذبح کرنے کے لیے بلایا جائے وہ اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اور شرائط پر بھی پورا اُترتا ہو۔

(فتاویٰ عالمگیری، جواہر الفقہ، فتاویٰ رحیمیہ، اعلاء السنن، تکملۃ فتح الملہم)

ذبح کے وقت شُرکاء کی موجودگی کا حکم:

ذبح کے وقت تمام شُرکاء کا موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ سب کی طرف سے اجازت ہی کافی ہے، البتہ

بہتر یہی ہے کہ ذبح کے وقت موجود رہا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ، بہشتی زیور، فتاویٰ رحیمیہ، تکملۃ فتح الملہم)

ذبح اور نحر کی حقیقت:

1۔ ''ذبح'' در حقیقت جبڑے اور سینے کے درمیان مخصوص رگیں کاٹنے کا نام ہے، جبکہ ''نحر'' حلق کے آخر اور سینے کے قریب رگیں کاٹنے کا نام ہے۔

2۔ بکرا، بکری، دنبہ، مینڈھا، بھیڑ، گائے، بیل، بھینسا اور بھینس میں ''ذبح'' سنت ہے، جبکہ اونٹ اور اونٹنی میں ''نحر'' سنت ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)

ذبح میں کاٹی جانے والی رگیں:

ذبح میں چار رگیں کاٹی جاتیں ہیں:

1۔ حُلقوم یعنی سانس کی نالی، جس کو نرخرہ بھی کہا جاتا ہے۔

2۔ مری یعنی کھانے پینے کی نالی۔

3۔ وَدَجَین یعنی خون کی دو رگیں، یہ سانس کی نالی کے دائیں بائیں دو رگیں ہوتی ہیں، جن کو شہ رگ بھی کہا جاتا ہے۔

یہ چاروں رگیں کاٹنے کو ذبح کہا جاتا ہے۔ کوشش تو یہی ہو کہ یہ چاروں رگیں کٹ جائیں البتہ اگر ان میں سے تین بھی کٹ جائیں تب بھی جانور حلال سمجھا جائے گا۔

(مختصر القدوری مع الجوہرۃ، فتاوی عالمگیری، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

جانور کو عُقدہ یعنی گلے کی گھنڈی اور سینے کے درمیان ذبح کرنے کا حکم:

جانور کو عُقدہ یعنی گلے کی گھنڈی اور سینے کے درمیان ذبح کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی نے جبڑوں اور گھنڈی کے مابین ذبح کر لیا اور وہ خاص رگیں کٹ گئیں تو بھی ذبح درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ، احسن الفتاویٰ)

گدی کی جانب سے جانور ذبح کرنے کا حکم:

ذبح کرتے وقت اس بات کا خیال رہے کہ گلے ہی کی جانب سے ذبح کیا جائے، گلے کو چھوڑ کر گدی کی جانب سے ذبح کرنا مکروہ ہے، اس میں جانور کو بے جا تکلیف دینا ہے، البتہ اگر کسی نے گدی کی جانب سے ذبح کر لیا اور وہ خاص رگیں کٹ گئیں تو جانور حلال ہے لیکن یہ عمل مکروہ ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان، المحیط البرہانی، البحر الرائق)

قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت نیت کیا ہونی چاہیے؟

قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت دل میں نیت ہونی چاہیے کہ یہ جانور اللہ کی رضا کی خاطر قربانی کی نیت سے ذبح کر رہا ہوں۔(جواہر الفقہ)

ذبح کے لیے جانور لٹانے کے بعد کی دعا:

جب جانور کو ذبح کرنے کے لیے قبلہ رخ لٹایا جائے تو یہ دعا پڑھنا بہتر ہے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(قربانی کے احکام ومسائل از مفتی اعظم ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا:

ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے، جس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ (ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

درج ذیل احادیث میں ”بسم اللہ اللہ اکبر“ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں:

1۔ مسند احمد میں ہے:

15022: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَبَحَ يَوْمَ الْعِيدِ كَبْشَيْنِ ثُمَّ قَالَ حِينَ

وَجَّهَهُمَا: إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ. بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ.

2۔ صحیح ابن خزیمہ میں ہے:

٢٨٩٩- عن جابر بن عبد الله: أن رسول الله ﷺ ذبح يوم العيد كبشين ثم قال حين وجههما: «إني وجهت وجهي للذي فطر السمٰوات و الأرض حنيفا وما أنا من المشركين. إن صلاتي و نسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين، لا شريك له، وبذلك أمرت، وأنا أول المسلمين، بسم الله الله أكبر، اللّٰهُمَّ منك ولك من محمد وأمته».

3۔ مجمع الزوائد میں ہے:

٦١٨٩- عن عائشة قالت: يعق عن الغلام مكافأتان وعن الجارية شاة. قالت عائشة: فعق رسول الله ﷺ عن الحسن والحسين شاتين شاتين يوم السابع وأمر أن يماط عن رأسه الأذى وقال: «اذبحوا على اسمه وقولوا: بسم الله الله أكبر، [اللّٰهُمَّ] منك ولك، هذه عقيقة فلان». قال: وكانوا في الجاهلية تؤخذ قطنة فتجعل في دم العقيقة ثم توضع على رأسه فأمر رسول الله ﷺ أن يجعل مكان الدم خلوقًا.

4۔ مسند ابی یعلی میں ہے:

٤٥٢١- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: يَعِقُّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَعَقَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ شَاتَيْنِ شَاتَيْنِ يَوْمَ السَّابِعِ، وَأَمَرَ أَنْ يُمَاطَ عَنْ رَأْسِهِ الْأَذَى، وَقَالَ: «اذْبَحُوا عَلَى اسْمِهِ وَقُولُوا: بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ هَذِهِ عَقِيقَةُ فُلانٍ. قَالَ: وَكَانُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ تُؤْخَذُ قُطْنَةٌ تُجْعَلُ فِي دَمِ الْعَقِيقَةِ ثُمَّ تُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَجْعَلُوا مَكَانَ الدَّمِ خَلُوقًا.

ذبح کرتے وقت بسم اللہ بھول جانے کا حکم:

اگر ذبح کرنے والا ذبح کرتے وقت بسم اللہ بھول گیا تو تب بھی ذبح حلال ہے لیکن جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا تو جانور حرام ہو جائے گا۔ (البحر الرائق، رد المحتار، فتاویٰ عالمگیری، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ)

ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا کس کے ذمے ہے؟

ذبح کرتے وقت صرف ذبح کرنے والے کے لیے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، اسی طرح اگر چھری چلانے والے افراد ایک سے زائد ہوں تو ان سب کے ذمے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، باقی جن حضرات نے جانور پکڑ رکھا ہو تو ان کے ذمے بسم اللہ اور تکبیر کہنا ضروری نہیں۔ (امداد الفتاویٰ، امداد الاحکام)

ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا:

1۔ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے، کیوں کہ غیر مسلم کا ذبح حلال نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

2۔ جہاں تک اہلِ کتاب یعنی یہودی اور عیسائی شخص کے ذبیحے کا حکم ہے تو اگر وہ واقعی اہلِ کتاب میں سے ہو، اپنے آسمانی دین کو برحق جانتا ہو، اپنے پیغمبر اور کتاب پر ایمان رکھتا ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے شرط یہ ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے۔ لیکن یہ صورتحال بہت ہی کم ہے کیوں کہ بہت سے (بلکہ اکثر) عیسائی اور یہودی مردم شماری میں تو عیسائی اور یہودی ہی کہلاتے ہیں لیکن درحقیقت وہ لا مذہب دہری اور مادہ پرست ہوتے ہیں، جو اپنے آسمانی دین کے منکر، اپنے پیغمبروں اور کتابوں کے منکر حتی کہ خدا ہی کے منکر ہوتے ہیں، ایسے نام کے اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال نہیں، بہرحال کوشش یہی ہو کہ ذبح کے لیے کسی صحیح العقیدہ مسلمان ہی کا انتخاب کیا جائے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: جواہر الفقہ)

عورت اور نابالغ بچے کے ذبح کا حکم:

عورت اور اسی طرح نابالغ لڑکا یا لڑکی اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتے ہوں تو ان کا ذبح بالکل درست ہے۔(الدر المختار مع رد المحتار، امداد الفتاویٰ)

گویائی سے محروم شخص کے ذبیحہ کا حکم:

گویائی سے محروم شخص کا ذبیحہ حلال ہے جبکہ وہ ذبح کا طریقہ جانتا ہو کہ ذبح میں کتنی اور کون کون سی

رگیں کاٹنی چاہیے اور اس کو تکبیر کا طریقہ بھی اشارے سے سکھایا جائے کہ اگر وہ اشارے سے تکبیر کہہ دے تب بھی کافی ہے، اور اگر وہ تکبیر کے لیے زبان کو حرکت دینے پر قادر ہے تو اچھی بات ہے۔

(امداد الاحکام ودیگر کتب)

قربانی کے بے قابو جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ:

عام حالات میں تو قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کا وہی طریقہ ہے جس میں گلے کی مخصوص رگیں کٹ جاتی ہیں، اس کو ذبحِ اختیاری کہتے ہیں۔ البتہ اگر قربانی کا جانور بے قابو ہو کر بھاگ نکلے اور پکڑنے میں نہ آئے حتی کہ اس کے ضائع ہو جانے کا قوی اندیشہ پیدا ہو جائے، یا کنویں اور تالاب وغیرہ میں گر جانے کی صورت میں اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے، یا اس طرح بے قابو ہو جائے کہ ذبح کرنے کے لیے اس کے قریب جانے سے ذبح کرنے والے کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہو تو ایسی مجبوری کی صورتوں میں ذبحِ اضطراری بھی جائز ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ چھری، خنجر، تیر یا ایسی کسی دھار والے آلے پر ذبح کی نیت سے بسم اللہ پڑھ کر اُس جانور کو مار دے، وہ دھار والا آلہ جانور کے جسم کے جس حصے میں بھی لگ جائے جس کی وجہ سے جانور زخمی ہو کر ہلاک ہو جائے تو وہ جانور حلال قرار پائے گا اور اس کی قربانی بھی درست شمار ہوگی، البتہ اگر بعد میں وہ جانور زندہ زخمی حالت میں قابو میں آگیا تو پھر اس کو شرعی طریقے سے یعنی ذبحِ اختیاری سے ذبح کرنا ضروری ہوگا، اگر وہ ذبح کیے بغیر ہی مر گیا تو وہ حلال نہ ہوگا اور نہ ہی اس کی قربانی درست شمار ہوگی۔

وضاحت:

1۔ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ جب تک جانور کو ذبح کرنے کے لیے ذبحِ اختیاری کی صورت اختیار کی جاسکتی ہے اُس وقت تک ذبحِ اضطراری کی صورت اختیار نہ کی جائے کیوں کہ یہ مجبوری کی صورت ہے۔

2۔ ذبحِ اضطراری کی صورت میں اس کی شرائط کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، جن میں اول تو اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ جس آلہ سے جانور کو مارا جائے تو وہ چھری اور خنجر کی طرح دھار والا ہو جس میں نوک دار گولی بھی

شامل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ پستول وغیرہ کے ذریعے بغیر دھار اور نوک والی گولی یا گول چھرہ والے کارتوس سے مارنا یا کسی لکڑی یا لوہے سے یوں ہی چھوٹ لگا کر مارنا ذبحِ اضطراری میں معتبر نہیں، اگر اس کی وجہ سے جانور ہلاک ہو گیا تو وہ حلال نہیں ہوگا اور اس کی وجہ سے ظاہر ہے کہ قربانی بھی ادا نہ ہو گی، البتہ اس صورت میں اگر وہ جانور زندہ زخمی حالت میں ہاتھ آ گیا اور اس کو ذبحِ اختیاری کے طریقے سے ذبح کر دیا گیا تو وہ حلال ہو گا، لیکن اس کی قربانی درست شمار نہ ہو گی کیوں کہ یہ قربانی سے پہلے ہی عیب دار ہو گیا اور عیب دار جانور کی قربانی درست نہیں ہوتی۔ (دیکھیے: فتویٰ جامعہ دار العلوم کراچی نمبر: ۴۰۹/ ۷۶) دوم یہ کہ اس دھار والے آلہ سے جانور کو مارتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے، البتہ بسم اللہ بھول جائے تو معاف ہے۔ سوم یہ کہ اگر وہ جانور زخمی حالت میں مل جائے یعنی اس پر قابو پا لیا جائے تو ایسی صورت میں یہ ذبحِ اضطراری کالعدم ہو جائے گا، اب اس کو ذبحِ اختیاری کے طریقے سے ذبح کرنا ضروری ہو گا۔ مزید تفصیل بیان ہو چکی۔

- فتاوى قاضي خان:

وإن ندت الأهلية وتوحشت فرماها عن الأضحية جاز. (فصل فيما يجوز في الضحايا وما لا يجوز)

- فتاوى قاضي خان:

شاة ندت فرماها صاحبها ونوى الأضحية فأصابها السهم وقتل جازت الأضحية؛ لأنها التحقت بالوحشية. (كتاب الأضحية: فصل في مسائل متفرقة)

- الفتاوى الهندية:

الذَّكَاة نَوْعَانِ اخْتِيَارِيَّةٌ وَاضْطِرَارِيَّةٌ، أَمَّا الِاخْتِيَارِيَّةُ فَرُكْنُهَا الذَّبْحُ فِيمَا يُذْبَحُ من الشَّاةِ وَالْبَقَرِ وَالنَّحْرُ فِيمَا يُنْحَرُ وهو الْإِبِلُ عِنْدَ الْقُدْرَةِ على الذَّبْحِ وَالنَّحْرِ وَلَا يَحِلُّ بِدُونِ الذَّبْحِ أَوِ النَّحْرِ .... وَأَمَّا الِاضْطِرَارِيَّةُ فَرُكْنُهَا الْعَقْرُ وهو الْجُرْحُ في أَيِّ مَوْضِعٍ كان، وَذَلِكَ في الصَّيْدِ وَكَذَلِكَ ما نَدَّ من الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ بِحَيْثُ لَا يَقْدِرُ عليها صَاحِبُهَا؛ لِأَنَّهَا بِمَعْنَى الصَّيْدِ وَإِنْ كان مُسْتَأْنَسًا، وَسَوَاءٌ نَدَّ الْبَعِيرُ وَالْبَقَرُ في الصَّحْرَاءِ أو في الْمِصْرِ فَذَكَاتُهُ الْعَقْرُ، كَذَا رُوِيَ عن مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى، وَأَمَّا الشَّاةُ إنْ نَدَّتْ في الصَّحْرَاءِ فَذَكَاتُهَا الْعَقْرُ، وَإِنْ نَدَّتْ في الْمِصْرِ لم يَجُزْ عَقْرُهَا،

وَكَذَلِكَ ما وَقَعَ منها في قَلِيبٍ فلم يَقْدِرْ على إخْرَاجِهِ وَلَا مَذْبَحِهِ وَلَا مَنْحَرِهِ. وَذَكَرَ في «الْمُنْتَقَى» في الْبَعِيرِ إذَا صَالَ على رَجُلٍ فَقَتَلَهُ وهو يُرِيدُ الذَّكَاةَ حَلَّ أَكْلُهُ؛ لِأَنَّهُ إذَا كان لَا يَقْدِرُ على أَخْذِهِ صَارَ بِمَنْزِلَةِ الصَّيْدِ. وَأَمَّا شَرَائِطُ الذَّكَاةِ فَأَنْوَاعٌ بَعْضُهَا يَعُمُّ الذَّكَاةَ الِاخْتِيَارِيَّةَ وَالِاضْطِرَارِيَّةَ وَبَعْضُهَا يَخُصُّ أَحَدَهُمَا دُونَ الْآخَرِ. أَمَّا الذي يَعُمُّهُمَا فَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ عَاقِلًا ..... وَأَمَّا وَقْتُ التَّسْمِيَةِ فَوَقْتُهَا على الذَّكَاةِ الِاخْتِيَارِيَّةِ وَقْتَ الذَّبْحِ لَا يَجُوزُ تَقْدِيمُهَا عليه إلَّا بِزَمَانٍ قَلِيلٍ لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عنه، وَأَمَّا وَقْتُ الِاضْطِرَارِيَّةِ فَوَقْتُهَا وَقْتُ الرَّمْيِ وَالْإِرْسَالِ ..... وَأَمَّا الذي يَرْجِعُ إلَى مَحَلِّ الذَّكَاةِ فَمِنْهَا تَعْيِينُ الْمَحَلِّ بِالتَّسْمِيَةِ في الذَّكَاةِ الِاخْتِيَارِيَّةِ، وَعَلَى هذا يَخْرُجُ ما إذَا ذَبَحَ وَسَمَّى ثُمَّ ذَبَحَ أُخْرَى يَظُنُّ أَنَّ التَّسْمِيَةَ الْأُولَى تُجْزِئُ عنهما لم تُؤْكَلْ فَلَا بُدَّ أَنْ يُجَدِّدَ لِكُلِّ ذَبِيحَةٍ تَسْمِيَةً على حِدَةٍ. وَمِنْهَا قِيَامُ أَصْلِ الْحَيَاةِ في الْمُسْتَأْنَسِ وَقْتَ الذَّبْحِ قَلَّتْ أو كَثُرَتْ في قَوْلِ أبي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى، وَعِنْدَ أبي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى: لَا يُكْتَفَى بِقِيَامِ أَصْلِهَا بَلْ تُعْتَبَرُ حَيَاةٌ مُسْتَقِرَّةٌ، كَذَا في «الْبَدَائِعِ». الْمُتَرَدِّيَةُ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالشَّاةُ الْمَرِيضَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَشْقُوقَةُ الْبَطْنِ إذَا ذُبِحَتْ يُنْظَرُ إنْ كان فيها حَيَاةٌ مُسْتَقِرَّةٌ حَلَّتْ بِالذَّبْحِ بِالْإِجْمَاعِ، وَإِنْ لم تَكُنْ الْحَيَاةُ فيها مُسْتَقِرَّةً تَحِلُّ بِالذَّبْحِ سَوَاءٌ عَاشَ أو لَا يَعِيشُ عِنْدَ أبي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى، وهو الصَّحِيحُ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، كَذَا في «مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ». وَأَمَّا خُرُوجُ الدَّمِ بَعْدَ الذَّبْحِ فِيمَا لَا يَحِلُّ إلَّا بِالذَّبْحِ فَهَلْ هو من شَرَائِطِ الْحِلِّ فَلَا رِوَايَةَ فيه عن أَصْحَابِنَا، وَذَكَرَ في بَعْضِ الْفَتَاوَى أَنَّهُ لَا بُدَّ من أَحَدِ شَيْئَيْنِ: إمَّا التَّحَرُّكُ وَإِمَّا خُرُوجُ الدَّمِ، فَإِنْ لم يُوجَدْ لَا تَحِلُّ، كَذَا في «الْبَدَائِعِ». وَإِنْ ذَبَحَ شَاةً أو بَقَرَةً فَخَرَجَ منها دَمٌ ولم تَتَحَرَّكَ وَخُرُوجُهُ مِثْلُ ما يَخْرُجُ من الْحَيِّ أُكِلَتْ عِنْدَ أبي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى، وَبِهِ نَأْخُذُ. (كِتَابُ الذَّبَائِحِ: الْبَابُ الْأَوَّلُ في رُكْنِهِ وَشَرَائِطِهِ وَحُكْمِهِ)

- الموسوعة الفقهية الكويتية:

الذَّكَاةُ الِاضْطِرَارِيَّةُ: هِيَ الْجَرْحُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ مِنَ الْبَدَنِ عِنْدَ الْعَجْزِ عَنِ الْحَيَوَانِ، أَيْ كَأَنَّهَا صَيْدٌ، فَتُسْتَعْمَل لِلضَّرُورَةِ فِي الْمَعْجُوزِ عَنْهُ مِنَ الصَّيْدِ وَالأنْعَامِ، وَتُسَمَّى هَذِهِ الْحَالَةُ: الْعَقْرَ. ذَهَبَ جُمْهُورُ الْفُقَهَاءِ (الْحَنَفِيَّةُ وَالشَّافِعِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ) إِلَى حِل لَحْمِ الْحَيَوَانِ بِذَكَاةِ الضَّرُورَةِ؛ لأنَّ الذَّبْحَ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَقْدُورًا، وَلَا بُدَّ مِنْ إِخْرَاجِ الدَّمِ لإِزَالَةِ الْمُحَرَّمِ وَهُوَ الدَّمُ الْمَسْفُوحُ وَتَطْيِيبِ

اللَّحْمِ، فَيُقَامُ سَبَبُ الذَّبْحِ مَقَامَهُ وَهُوَ الْجَرْحُ؛ لأَنَّ التَّكْلِيفَ بِحَسَبِ الْوُسْعِ. فَلَوْ تَوَحَّشَ حَيَوَانٌ أَهْلِيٌّ بَعْدَ أَنْ كَانَ إِنْسِيًّا أَوْ مُسْتَأْنَسًا، أَوْ نَدَّ بَعِيرٌ (شَرَدَ) أَوْ تَرَدَّى فِي بِئْرٍ وَنَحْوِهِ، وَلَمْ تُمْكِنِ الذَّكَاةُ الاِخْتِيَارِيَّةُ، أَيْ عَجَزَ عَنْ ذَبْحِهِ فِي الْحَلْقِ فَذَكَاتُهُ حَيْثُ يُصَابُ بِأَيِّ جَرْحٍ مِنْ بَدَنِهِ، وَيَحِل حِينَئِذٍ أَكْلُهُ كَصَيْدِ الطَّائِرِ أَوِ الْحَيَوَانِ الْمُتَوَحِّشِ؛ لِحَدِيثِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَال: كُنَّا مَعَ رَسُول اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَنَدَّ بَعِيرٌ مِنْ إِبِل الْقَوْمِ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ، فَقَال رَسُول اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَإِذَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا شَيْءٌ فَافْعَلُوا بِهِ هَكَذَا». وَسَوَاءٌ نَدَّ الْبَعِيرُ أَوِ الْبَقَرَةُ أَوِ الشَّاةُ فِي الصَّحْرَاءِ أَوْ فِي الْمِصْرِ، فَذَكَاتُهَا الْعَقْرُ، وَبِهِ قَال عَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. قَال الْكَاسَانِيُّ: فَإِنْ نَدَّتِ الشَّاةُ فِي الصَّحْرَاءِ فَذَكَاتُهَا الْعَقْرُ؛ لأَنَّهُ لاَ يَقْدِرُ عَلَيْهَا، وَإِنْ نَدَّتْ فِي الْمِصْرِ لَمْ يَجُزْ عَقْرُهَا؛ لأَنَّهُ يُمْكِنُ أَخْذُهَا؛ إِذْ هِيَ لَا تَدْفَعُ عَنْ نَفْسِهَا فَكَانَ الذَّبْحُ مَقْدُورًا عَلَيْهِ فَلَا يَجُوزُ الْعَقْرُ، وَهَذَا لأَنَّ الْعَقْرَ خَلَفٌ مِنَ الذَّبْحِ، وَالْقُدْرَةَ عَلَى الأَصْل تَمْنَعُ الْمَصِيرَ إِلَى الْخَلَفِ. ثُمَّ لَا خِلاَفَ فِي التَّذْكِيَةِ الاِضْطِرَارِيَّةِ بِالسَّهْمِ وَالرُّمْحِ وَالْحَجَرِ وَالْخَشَبِ وَنَحْوِهَا، وَأَمَّا إِذَا لَمْ يُجْرَحْ فَلاَ يَحِل أَكْلُهُ؛ لِمَا رُوِيَ أَنَّ رَسُول اللهِ ﷺ سُئِل عَنِ الصَّيْدِ بِالْمِعْرَاضِ، فَقَال عَلَيْهِ السَّلَامُ: «إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُل، وَإِذَا أَصَابَهُ بِعَرْضِهِ فَقَتَل فَإِنَّهُ وَقِيذٌ فَلَا تَأْكُل». (ذَبَائِحُ: الذَّكَاةُ الاِضْطِرَارِيَّةُ)

- الدر المختار:

(أَوْ أَرْسَلَ مَجُوسِيٌّ كَلْبًا فَزَجَرَهُ مُسْلِمٌ فَانْزَجَرَ أَوْ قَتَلَهُ مِعْرَاضٌ بِعَرْضِهِ) وَهُوَ سَهْمٌ لَا رِيشَ لَهُ، سُمِّيَ بِهِ؛ لِإِصَابَتِهِ بِعَرْضِهِ؛ وَلَوْ لِرَأْسِهِ حِدَّةٌ فَأَصَابَ بِحَدِّهِ حَلَّ (أَوْ بُنْدُقَةٍ ثَقِيلَةٍ ذَاتِ حِدَّةٍ)، لِقَتْلِهَا بِالثِّقَلِ لَا بِالْحَدِّ، وَلَوْ كَانَتْ خَفِيفَةً بِهَا حِدَّةٌ حَلَّ؛ لِقَتْلِهَا بِالْجُرْحِ، وَلَوْ لَمْ يَجْرَحْهُ لَا يُؤْكَلُ مُطْلَقًا .... (أَوْ وَقَعَ عَلَى سَطْحٍ أَوْ جَبَلٍ فَتَرَدَّى مِنْهُ إِلَى الْأَرْضِ: حَرُمَ) فِي الْمَسَائِلِ كُلِّهَا.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَهُوَ سَهْمٌ إلَخْ) فِي «الْقَامُوسِ»: مِعْرَاضٌ كَمِحْرَابٍ سَهْمٌ بِلَا رِيشٍ، دَقِيقُ الطَّرَفَيْنِ، غَلِيظُ الْوَسَطِ يُصِيبُ بِعَرْضِهِ دُونَ حَدِّهِ. (قَوْلُهُ: وَلَوْ لِرَأْسِهِ حِدَّةٌ) مُحْتَرَزُ قَوْلِ الْمُصَنِّفِ: «بِعَرْضِهِ». (قَوْلُهُ:

فَأَصَابَ بِحَدِّهِ) أَيْ وَجَرَحَ. (قَوْلُهُ: أَوْ بُنْدُقَةٍ) بِضَمِّ الْبَاءِ وَالدَّالِ: طِينَةٌ مُدَوَّرَةٌ يُرْمَى بِهَا. (قَوْلُهُ: وَلَوْ كَانَتْ خَفِيفَةً) يُشِيرُ إلَى أَنَّ الثَّقِيلَةَ لَا تَحِلُّ وَإِنْ جَرَحَتْ. قَالَ قَاضِي خَانْ: لَا يَحِلُّ صَيْدُ الْبُنْدُقَةِ وَالْحَجَرِ وَالْمِعْرَاضِ وَالْعَصَا وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ وَإِنْ جَرَحَ؛ لِأَنَّهُ لَا يَخْرِقُ إلَّا أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ قَدْ حَدَّدَهُ، وَطُولُهُ كَالسَّهْمِ وَأَمْكَنَ أَنْ يَرْمِيَ بِهِ، فَإِنْ كَانَ كَذَلِكَ وَخَرَقَهُ بِحَدِّهِ حَلَّ أَكْلُهُ، فَأَمَّا الْجُرْحُ الَّذِي يُدَقُّ فِي الْبَاطِنِ وَلَا يَخْرِقُ فِي الظَّاهِرِ: لَا يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ لَا يَحْصُلُ بِهِ إنْهَارُ الدَّمِ؛ وَمُثَقَّلُ الْحَدِيدِ وَغَيْرِ الْحَدِيدِ سَوَاءٌ، إنْ خَزَقَ حَلَّ وَإِلَّا فَلَا اهـ. وَالْخَزْقُ بِالْخَاءِ وَالزَّايِ الْمُعْجَمَتَيْنِ: النَّفَاذُ. قَالَ فِي «الْمُغْرِبِ»: وَالسِّينُ لُغَةٌ وَالرَّاءُ خَطَأٌ. وَفِي «الْمِعْرَاجِ» عَن «الْمَبْسُوطِ»: بِالزَّايِ يُسْتَعْمَلُ فِي الْحَيَوَانِ؛ وَبِالرَّاءِ فِي الثَّوْبِ. وَفِي «التَّبْيِينِ»: وَالْأَصْلُ أَنَّ الْمَوْتَ إذَا حَصَلَ بِالْجُرْحِ بِيَقِينٍ حَلَّ؛ وَإِنْ بِالثِّقَلِ أَوْشَكَ فِيهِ فَلَا يَحِلُّ حَتْمًا أَو احْتِيَاطًا اهـ وَلَا يَخْفَى أَنَّ الْجُرْحَ بِالرَّصَاصِ إنَّمَا هُوَ بِالْإِحْرَاقِ وَالثِّقَلِ بِوَاسِطَةِ انْدِفَاعِهِ الْعَنِيفِ إذَا لَيْسَ لَهُ حَدٌّ فَلَا يَحِلُّ. وَبِهِ أَفْتَى ابْنُ نُجَيْمٍ. (قَوْلُهُ: مُطْلَقًا) أَيْ ثَقِيلَةً أَوْ خَفِيفَةً. (كِتَابُ الصَّيْدِ)

بلا وضو اور حالتِ جنابت میں جانور ذبح کرنے کا حکم:

ذبح کرنے والے شخص کا باوضو ہونا ضروری نہیں، بلکہ بغیر وضو کے بھی ذبح کیا جاسکتا ہے، اسی طرح جنابت کی حالت میں اگر کسی نے ذبح کیا تب بھی ذبح درست ہے۔ البتہ مناسب یہی ہے کہ طہارت کے ساتھ ذبح کیا جائے۔ (رد المحتار، الموسوعۃ الفقہیہ ودیگر کتب)

ذبح کے بعد کھال کب اتاری جائے؟

ذبح کرنے کے بعد جب جانور سے روح نکل جائے تو اس کے بعد ہی کھال اتارنی چاہیے، روح نکلنے سے پہلے کھال اتارنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری)

حلال جانور

کے وہ سات اجزا جن کا کھانا ناجائز ہے!

حلال جانور کے وہ سات اجزا جن کا کھانا ناجائز ہے:

حلال جانور جب شرعی طریقے سے ذبح کرلیا جائے تو اس کا سارا گوشت اور تمام اجزا حلال ہوجاتے ہیں، البتہ حلال جانور کے سات اجزا ایسے ہیں کہ ان کو کھانا جائز نہیں:

1۔ بہنے والا خون، اس سے مراد وہ خون ہے جو ذبح کے وقت جسم سے بہتا ہے۔ جس کو انگریزی میں Flowing Blood کہتے ہیں۔

2۔نر جانور کی پیشاب گاہ۔ جس کو انگریزی میں Penis کہتے ہیں۔

3۔نر جانور کی خُصْیَتَین یعنی کپورے۔ جس کو انگریزی میں Testicles کہتے ہیں۔

تنبیہ: آجکل بہت سے لوگ کپورے کھانے کو جائز سمجھتے ہیں، واضح رہے کہ یہ غلطی ہے کیوں کہ کپورے کھانا ناجائز اور گناہ ہے۔

4۔مادہ جانور کی پیشاب گاہ یعنی فَرج۔ جس کو انگریزی میں Vulva کہتے ہیں۔

5۔ نر اور مادہ جانور کا مثانہ، یعنی پیشاب کی وہ تھیلی جس میں پیشاب جمع رہتا ہے۔ جس کو انگریزی میں Urinary Bladder کہتے ہیں۔

6۔غدود، جسم کے مختلف حصوں میں پائی جانے والی ایک گلٹی کو کہتے ہیں، جس کو انگریزی میں Glands کہتے ہیں، یہ درحقیقت گوشت کی سخت گرہ ہوتی ہے جو کہ بیماری کی وجہ سے کھال اور نرم گوشت کے درمیان اُبھر آتی ہے، گویا کہ یہ ہر جانور میں نہیں ہوتی بلکہ جس کو وہ بیماری لاحق ہوتی ہے صرف اسی جانور میں ہوتی ہے۔

7۔ پِتہ، جگر کے نیچے ایک چھوٹی سی تھیلی جس میں پِت جمع ہوتا رہتا ہے۔ جس کو انگریزی میں Gall-bladder اور پشتو میں تریخ کہتے ہیں۔ (ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام ودیگر کتب)

جیسا کہ المعجم الاوسط للطبرانی میں ہے:

٩٤٨٠- عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا: الْمَرَارَةَ، وَالْمَثَانَةَ، والمحياةَ، وَالذَّكَرَ، وَالْأُنْثَيَيْنِ، وَالْغُدَّةَ، وَالدَّمَ، وَكَانَ أَحَبّ الشَّاةِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مُقَدَّمها...

اور مصنف عبد الرزاق میں بھی ہے:

٨٧٧١ - عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا: الدَّمَ، وَالْحَيَا، وَالْأُنْثَيَيْنِ، وَالْغُدَّةَ، وَالذَّكَرَ، وَالْمَثَانَةَ، وَالْمَرَارَةَ...

- الدر المختار:

(كُرِهَ تَحْرِيمًا) وَقِيلَ: تَنْزِيهًا، وَالْأَوَّلُ أَوْجَهُ (مِنَ الشَّاةِ سَبْعٌ: الْحَيَاءُ وَالْخُصْيَةُ وَالْغُدَّةُ وَالْمَثَانَةُ وَالْمَرَارَةُ وَالدَّمُ الْمَسْفُوحُ وَالذَّكَرُ)؛ لِلْأَثَرِ الْوَارِدِ فِي كَرَاهَةِ ذَلِكَ.

- رد المحتار:

(قَوْلُهُ: كُرِهَ تَحْرِيمًا)؛ لِمَا رَوَى الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ وَاصِلِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: «كَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الشَّاةِ: الذَّكَرَ وَالْأُنْثَيَيْنِ وَالْقُبُلَ وَالْغُدَّةَ وَالْمَرَارَةَ وَالْمَثَانَةَ وَالدَّمَ». قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: الدَّمُ حَرَامٌ، وَأَكْرَهُ السِّتَّةَ، وَذَلِكَ لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ) [المائدة: ٣] الْآيَةَ، فَلَمَّا تَنَاوَلَهُ النَّصُّ قَطَعَ بِتَحْرِيمِهِ، وَكَرِهَ مَا سِوَاهُ؛ لِأَنَّهُ مِمَّا تَسْتَخْبِثُهُ الْأَنْفُسُ، وَتَكْرَهُهُ، وَهَذَا الْمَعْنَى سَبَبُ الْكَرَاهِيَةِ؛ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: (وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ) [الأعراف: ١٥٧]، زَيْلَعِيٌّ. وَقَالَ فِي «الْبَدَائِعِ» آخِرَ كِتَابِ الذَّبَائِحِ: وَمَا رُوِيَ عَنْ مُجَاهِدٍ فَالْمُرَادُ مِنْهُ كَرَاهَةُ التَّحْرِيمِ بِدَلِيلِ أَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ السِّتَّةِ وَبَيْنَ الدَّمِ فِي الْكَرَاهَةِ، وَالدَّمُ الْمَسْفُوحُ مُحَرَّمٌ، وَالْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ قَالَ: الدَّمُ حَرَامٌ، وَأَكْرَهُ السِّتَّةَ، فَأَطْلَقَ الْحَرَامَ عَلَى الدَّمِ، وَسَمَّى مَا سِوَاهُ مَكْرُوهًا؛ لِأَنَّ الْحَرَامَ الْمُطْلَقَ مَا ثَبَتَتْ حُرْمَتُهُ بِدَلِيلٍ مَقْطُوعٍ بِهِ وَهُوَ الْمُفَسَّرُ مِنَ الْكِتَابِ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: (أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا) [الأنعام: ١٤٥]، وَانْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلَى حُرْمَتِهِ، وَأَمَّا حُرْمَةُ مَا سِوَاهُ مِنَ السِّتَّةِ فَمَا ثَبَتَ بِدَلِيلٍ مَقْطُوعٍ بِهِ، بَلْ بِالِاجْتِهَادِ أَوْ بِظَاهِرِ الْكِتَابِ الْمُحْتَمِلِ لِلتَّأْوِيلِ أَوِ الْحَدِيثِ، فَلِذَا فَصَّلَ فَسَمَّى الدَّمَ حَرَامًا، وَذَا مَكْرُوهًا اهـ أَقُولُ: وَظَاهِرُ إِطْلَاقِ الْمُتُونِ هُوَ الْكَرَاهَةُ .... (قَوْلُهُ: وَالْأَوَّلُ أَوْجَهُ)؛ لِمَا قَدَّمْنَاهُ مِنِ اسْتِدْلَالِ الْإِمَامِ بِالْآيَةِ، وَأَيْضًا فَكَلَامُ صَاحِبِ «الْقُنْيَةِ» لَا يُعَارِضُ ظَاهِرَ الْمُتُونِ وَكَلَام «الْبَدَائِعِ». (قَوْلُهُ: مِنَ الشَّاةِ) ذِكْرُ الشَّاةِ اتِّفَاقِيٌّ؛ لِأَنَّ الْحُكْمَ لَا يَخْتَلِفُ فِي غَيْرِهَا مِنَ الْمَأْكُولَاتِ، ط. (قَوْلُهُ: الْحَيَاءُ) هُوَ الْفَرْجُ مِنْ ذَوَاتِ الْخُفِّ وَالظِّلْفِ وَالسِّبَاعِ، وَقَدْ يُقْصَرُ، «قَامُوسٌ». (قَوْلُهُ: وَالْغُدَّةُ)

بِضَمِّ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ: كُلُّ عُقْدَةٍ فِي الْجَسَدِ أَطَافَ بِهَا شَحْمٌ، وَكُلُّ قِطْعَةٍ صُلْبَةٍ بَيْنَ الْعَصَبِ وَلَا تَكُونُ فِي الْبَطْنِ كَمَا فِي «الْقَامُوسِ». (قَوْلُهُ: وَالدَّمُ الْمَسْفُوحُ)، أَمَّا الْبَاقِي فِي الْعُرُوقِ بَعْدَ الذَّبْحِ فَإِنَّهُ لَا يُكْرَهُ. (مسائل شتى)

حرام مغز کا حکم:

حرام مغز کو عربی میں "نُخَاعُ الصُّلْب" کہا جاتا ہے، یہ جانور کی پشت کے مہرے یعنی ریڑھ کی ہڈی کے اندر سفید رنگ کا گودا لمبے دھاگے کی شکل میں ہوتا ہے۔ بعض عوام کو حرام مغز کے نام کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ یہ کھانا بھی ناجائز اور حرام ہے، اسی طرح بعض اہلِ علم نے اس کو بھی ناجائز اور مکروہ قرار دیا ہے، جیسا کہ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے اور اسی کی بنیاد پر بعض کتب میں حرام مغز کو حرام یا مکروہ تحریمی کہا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حلال جانور کا حرام مغز حلال ہے، اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں، جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ جن روایات کی بنیاد پر حلال جانور کے سات اجزا کو حرام یا مکروہ تحریمی قرار دیا جاتا ہے اُن روایات میں حرام مغز کا ذکر ہی نہیں۔

2۔ جمہور فقہاء کرام نے حلال جانور کے حرام مغز کو حرام یا مکروہ تحریمی قرار نہیں دیا بلکہ انھوں نے صرف انھی سات اجزا کو حرام یا مکروہ تحریمی قرار دیا ہے جن کا ذکر روایات میں موجود ہے۔

3۔ حضرات اکابر کے متعدد فتاویٰ اور کتب میں بھی حرام مغز کو حلال قرار دیا گیا ہے، حتی کہ متعدد کتب میں صرف انھی سات اجزا کو حرام یا مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے جن کا ذکر روایات میں موجود ہے، اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک حرام مغز حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ حلال جانور کے حرام مغز کے حرام یا مکروہ تحریمی ہونے کی کوئی معتبر دلیل نہیں، اس لیے یہ حلال ہے۔ (دیکھیے: کفایت المفتی، امداد الاحکام، احسن الفتاویٰ)

فائدہ: ماقبل کی تفصیل سے واضح ہوا کہ حلال جانور کے حرام مغز سے متعلق حضرات اہلِ علم کی دو آرا پائی جاتی ہیں کہ بعض حضرات اکابر اس کو حرام یا مکروہ قرار دیتے ہیں، اور اسی اختلاف کی وجہ سے جامعہ دار العلوم کراچی کے فتویٰ نمبر: 44/ 2136، مؤرخہ: 1/ 5/ 1441ھ میں حرام مغز کے نہ کھانے کو بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اور چوں کہ حرام مغز کے مسئلے میں دونوں جانب اکابر اہلِ علم ہیں اس لیے اس مسئلہ میں زیادہ سختی مناسب نہیں ہے، بلکہ جس کا جس کی طرف رجحان ہو وہ اسی پر عمل کرتے ہوئے باہمی انتشار اور ملامت سے اجتناب کرے۔

اوجھڑی کا حکم:

بعض لوگ حلال جانور کی اوجھڑی کو حرام یا مکروہ تحریمی سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ واضح غلط فہمی ہے، جس کی تائید روایات اور فقہی عبارات سے ہر گز نہیں ہوتی، اس لیے حقیقت یہ ہے کہ حلال جانور کی اوجھڑی کھانا حلال ہے، اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں، یہ اُن سات اجزا میں سے نہیں جن کو روایات اور فقہی عبارات میں حرام یا مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے، البتہ اوجھڑی کو خوب پاک صاف کر کے ہی کھانا چاہیے۔
(فتاویٰ محمودیہ، کفایت المفتی، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

تنبیہات:

1۔ واضح رہے کہ غلاظت کی وجہ سے اوجھڑی کو مکروہ قرار نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ اگر غلاظت کی وجہ سے اوجھڑی مکروہ ہوتی تو حضرات فقہاء کرام اس کا بھی ذکر فرمادیتے یا روایات میں اس کا بھی ذکر ہوتا، حالاں کہ ایسا ہر گز نہیں، اس لیے محض بے بنیاد خیالات و نظریات کی وجہ سے اوجھڑی کو ہر گز مکروہ قرار نہیں دیا جاسکتا، بلکہ اس کے لیے کسی معتبر دلیل کی ضرورت ہوا کرتی ہے، جو کہ یہاں موجود نہیں۔
2۔ اگر کوئی شخص اپنی طبعی کراہت کی وجہ سے اوجھڑی نہ کھانا چاہے تو یہ بھی درست ہے لیکن طبعی کراہت کی بنا پر اس کو حرام یا مکروہ سمجھنا ہر گز درست نہیں۔ آجکل بعض لوگ اپنی طبعی کراہت کی وجہ سے حلال چیز کو بھی مکروہ قرار دے دیتے ہیں، ان کا یہ طرزِ عمل ہر گز درست نہیں، بلکہ قابلِ اصلاح ہے۔

قربانی کے گوشت سے متعلق احکام

فہرست:

- قربانی کا گوشت تقسیم کرنے کے احکام۔
- قربانی کے گوشت کے تین حصے بنانا مستحب ہے۔
- قربانی کا گوشت ہر شخص کو دینا جائز ہے۔
- گوشت کو ذخیرہ کرنے کی مدت مقرر نہیں۔
- قربانی کا گوشت فروخت کرنے کا حکم۔
- قربانی کا گوشت اُجرت کے طور پر دینے کا حکم۔
- ایصالِ ثواب کے لیے کی گئی قربانی کے گوشت کا حکم۔

قربانی کا گوشت تقسیم کرنے کے احکام:

1۔ قربانی کے بڑے جانور میں ایک سے زائد شُرکاء ہوں اور وہ باہمی گوشت تقسیم کرنا چاہیں تو اندازے سے گوشت تقسیم کرنا جائز نہیں، بلکہ محتاط طریقے سے وزن کر کے ہی تقسیم کیا جائے تاکہ سب کو برابر حصہ پہنچے، البتہ اگر ہر حصے میں کچھ کلیجی، کچھ سری پائے اور کھال رکھ دیے جائیں تو ایسی صورت میں پھر باہمی رضامندی سے اندازے سے بھی تقسیم کرنا جائز ہے۔

2۔ اگر قربانی میں شریک افراد ایک ہی جگہ رہتے ہوں اور ان کا کھانا پینا مشترک ہو اور وہ گوشت تقسیم نہ کرنا چاہیں تو بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، رد المحتار، فتاویٰ محمودیہ، احسن الفتاویٰ)

قربانی کے گوشت کے تین حصے بنانا مستحب ہے:

قربانی کرنے والا اگر اپنے حصے کا سارا کا سارا گوشت خود ہی رکھنا چاہے تب بھی جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کیے جائیں: ایک حصہ اپنے گھر کے لیے رکھے، ایک حصہ رشتہ داروں کے لیے اور ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کرے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ، البحر الرائق، رد المحتار، جواہر الفقہ، فتاویٰ محمودیہ، تکملۃ فتح الملہم)

مسئلہ: اگر کوئی شخص قربانی کا گوشت سارا کا سارا کسی کو صدقہ یا ہدیہ کر دے تو بھی جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ خود بھی اس میں سے کچھ نہ کچھ کھا لے۔ (رد المحتار)

قربانی کا گوشت ہر شخص کو دینا جائز ہے:

قربانی کا گوشت امیر، غریب، سید، مسلم، غیر مسلم سب کو دینا جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ محمودیہ)

گوشت کو ذخیرہ کرنے کی مدت مقرر نہیں:

قربانی کا گوشت اپنی ضرورت کے لیے رکھنا جائز ہے، جس کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں، بلکہ جتنی مدت کے لیے چاہے اس کو ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ (المحیط البرہانی)

قربانی کا گوشت فروخت کرنے کا حکم:

1۔ قربانی کے گوشت کو کسی ایسی چیز کے عوض فروخت کرنا جائز ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو جیسے: اس کے عوض کتب خریدی جائیں، فرنیچر خریدا جائے، الماری، جوتے، کپڑے یا برتن خریدے جائیں وغیرہ۔

2۔ قربانی کے گوشت کو رقم کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کرلیا تو کسی مستحقِ زکوٰۃ کو وہ رقم صدقہ کرنا واجب ہے۔ (ردالمحتار، الاختیار، بدائع، اعلاء السنن)

قربانی کا گوشت اُجرت کے طور پر دینے کا حکم:

قربانی کا گوشت اجرت اور تنخواہ کے طور پر دینا جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ امام، مؤذن اور معلم کو تنخواہ اور قصائی کو اجرت کے طور پر گوشت دینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خان، ردالمحتار، امداد الفتاویٰ، امداد الاحکام)

ایصالِ ثواب کے لیے کی گئی قربانی کے گوشت کا حکم:

واضح رہے کہ کسی زندہ یا فوت شدہ مسلمان کے ایصالِ ثواب کے لیے جو قربانی کی جاتی ہے وہ نفلی قربانی کہلاتی ہے، اس کا حکم عام قربانی کے گوشت کی طرح ہے کہ اس کا سارا کا سارا گوشت خود رکھنا بھی جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اس کے تین حصے کیے جائیں: ایک حصہ اپنے لیے، ایک حصہ اپنے رشتہ داروں کے لیے جبکہ ایک حصہ غریبوں کے لیے۔ البتہ اگر میت نے اپنے مال یعنی ترکہ میں سے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کا گوشت سارا کا سارا صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (ردالمحتار)

فقہی عبارات

- البحر الرائق:

وإذا قَسَمُوا جُزَافًا لَا يَجُوزُ، إلَّا إذَا كان معه شَيْءٌ آخَرُ من الأكارع وَالْجِلْدِ كَالْبَيْعِ؛ لِأَنَّ الْقِسْمَةَ

فيها مَعْنَى الْمُبَادَلَةِ. (كتاب الأضحية)

- **المحیط البرہانی:**

سبعة ضحوا بقرة، وأرادوا أن يقسموا اللحم بينهم: إن اقتسموها وزنا يجوز؛ لأن القيمة فيها معنى السبع على هذا الوجه يجوز، وإن اقتسموها جزافا: إن جعلوا مع اللحم شيئا من السقط نحو الرأس والأكارع يجوز، وإن لم يجعلوا لا يجوز؛ لأن البيع على هذا الوجه لا يجوز.
(كتاب الأضحية)

- **رد المحتار:**

(قَوْلُهُ: وَيُقْسَمُ اللَّحْمُ) اُنْظُرْ هَلْ هَذِهِ الْقِسْمَةُ مُتَعَيِّنَةٌ أَوْ لَا، حَتَّى لَو اشْتَرَى لِنَفْسِهِ وَلِزَوْجَتِهِ وَأَوْلَادِهِ الْكِبَارِ بَدَنَةً وَلَمْ يَقْسِمُوهَا تُجْزِيهِمْ أَوْ لَا، وَالظَّاهِرُ أَنَّهَا لَا تُشْتَرَطُ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا الْإِرَاقَةُ وَقَدْ حَصَلَتْ. وَفِي «فَتَاوَى الْخُلَاصَةِ» وَ«الْفَيْضِ»: تَعْلِيقُ الْقِسْمَةِ عَلَى إرَادَتِهِمْ، وَهُوَ يُؤَيِّدُ مَا سَبَقَ غَيْرَ أَنَّهُ إذَا كَانَ فِيهِمْ فَقِيرٌ وَالْبَاقِي أَغْنِيَاءُ يَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ أَخْذُ نَصِيبِهِ لِيَتَصَدَّقَ بِهِ اه ط. وَحَاصِلُهُ أَنَّ الْمُرَادَ بَيَانُ شَرْطِ الْقِسْمَةِ إنْ فُعِلَتْ لَا أَنَّهَا شَرْطٌ، لَكِنْ فِي اسْتِثْنَائِهِ الْفَقِيرَ نَظَرٌ؛ إذْ لَا يَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ التَّصَدُّقُ كَمَا يَأْتِي، نَعَمْ، النَّاذِرُ يَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ فَافْهَمْ. (قَوْلُهُ: لَا جُزَافًا)؛ لِأَنَّ الْقِسْمَةَ فِيهَا مَعْنَى الْمُبَادَلَةِ، وَلَوْ حَلَّلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، قَالَ فِي «الْبَدَائِعِ»: أَمَّا عَدَمُ جَوَازِ الْقِسْمَةِ مُجَازَفَةً فَلِأَنَّ فِيهَا مَعْنَى التَّمْلِيكِ، وَاللَّحْمُ مِنْ أَمْوَالِ الرِّبَا فَلَا يَجُوزُ تَمْلِيكُهُ مُجَازَفَةً. وَأَمَّا عَدَمُ جَوَازِ التَّحْلِيلِ فَلِأَنَّ الرِّبَا لَا يَحْتَمِلُ الْحِلَّ بِالتَّحْلِيلِ، وَلِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْهِبَةِ، وَهِبَةُ الْمَشَاعِ فِيمَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ لَا تَصِحُّ اه، وَبِهِ ظَهَرَ أَنَّ عَدَمَ الْجَوَازِ بِمَعْنَى أَنَّهُ لَا يَصِحُّ وَلَا يَحِلُّ؛ لِفَسَادِ الْمُبَادَلَةِ خِلَافًا لِمَا بَحَثَهُ فِي «الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ» مِنْ أَنَّهُ فِيهِ بِمَعْنًى لَا يَصِحُّ وَلَا حُرْمَةَ فِيهِ. (قَوْلُهُ: إلَّا إذَا ضَمَّ مَعَهُ إلَخْ) بِأَنْ يَكُونَ مَعَ أَحَدِهِمَا بَعْضُ اللَّحْمِ مَعَ الْأَكَارِعِ وَمَعَ الْآخَرِ الْبَعْضُ مَعَ الْبَعْضِ مَعَ الْجِلْدِ، «عِنَايَةٌ». (كتاب الأضحية)

- **فتاویٰ ہندیہ:**

وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَأْكُلَ من أُضْحِيَّتِهِ وَيُطْعِمَ منها غَيْرَهُ، وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِالثُّلُثِ، وَيَتَّخِذَ الثُّلُثَ ضِيَافَةً لِأَقَارِبِهِ وَأَصْدِقَائِهِ، وَيَدَّخِرَ الثُّلُثَ، وَيُطْعِمَ الْغَنِيَّ وَالْفَقِيرَ جميعا، كَذَا في «الْبَدَائِعِ»، وَيَهَبُ منها ما شَاءَ لِلْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ وَالْمُسْلِمِ وَالذِّمِّيِّ، كَذَا في «الْغِيَاثِيَّةِ»، وَلَوْ تَصَدَّقَ بِالْكُلِّ جَازَ، وَلَوْ

حَبَسَ الْكُلَّ لِنَفْسِهِ جَازَ، وَلَهُ أَنْ يَدَّخِرَ الْكُلَّ لِنَفْسِهِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، إِلَّا أَنَّ إِطْعَامَهَا وَالتَّصَدُّقَ بها أَفْضَلُ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ الرَّجُلُ ذَا عِيَالٍ وَغَيْرَ مُوَسَّعِ الْحَالِ فإن الْأَفْضَلَ له حِينَئِذٍ أَنْ يَدَعَهُ لِعِيَالِهِ وَيُوَسِّعَ عليهم بِهِ، كَذَا في «الْبَدَائِعِ». (كتاب الأضحية)

- المحیط البرہانی:

ويستحب للمضحي أن يأكل من أضحيته، ويطعم منها غيره، وإن أكل الكل أو أطعم الكل جائزًا واسعًا، ويجوز أن يطعم منه الغني والفقير، ويهب منه ما شاء لغني أو فقير، أو مسلم أو ذمي، ولا بأس بأن يحبس المضحي لحمًا، ويدخر كم شاء من المدة، والصدقة أفضل؛ إلا أن يكون الرجل ذا عيال فإن الأفضل أن يدعه لعياله، ويوسع به عليهم، هذه الجملة في أضاحي الزعفراني. (كتاب الأضحية)

- تحفۃ الفقہاء:

وللمضحي أن يأكل من أضحيته إن شاء كلها، وإن شاء أطعم الكل، والأحب أن يتصدق بالثلثين، ويأكل الثلث إن كان موسرا، وإن كان ذا عيال وهو وسط الحال في اليسار فله أن يتوسع بها على عياله، ويدخر منها ما شاء، وينتفع بجلدها وشعرها، وله أن يستبدلها بشيء ينتفع بعينه كالجراب والمنخل والثوب، ولو باع ذلك أو باع لحمها فإنه يجوز بيعه ولا ينقض البيع في جواب ظاهر الرواية لكن يتصدق بالثمن، وعلى قول أبي يوسف له أن ينقض البيع لأنه بمنزلة الوقف عنده في قول. (كتاب الأضحية)

- ردالمحتار:

(قَوْلُهُ: وَيَتَصَدَّقُ بِجِلْدِهَا) وَكَذَا بِجِلَالِهَا وَقَلَائِدِهَا فَإِنَّهُ يُسْتَحَبُّ إذَا أَوْجَبَ بَقَرَةً أَنْ يُجَلِّلَهَا وَيُقَلِّدَهَا، وَإِذَا ذَبَحَهَا تَصَدَّقَ بِذَلِكَ، كَمَا فِي «التَّتَارْخَانِيَّة». (قَوْلُهُ: بِمَا يُنْتَفَعُ بِهِ بَاقِيًا)؛ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْمُبْدَلِ فَكَأَنَّ الْجِلْدَ قَائِمٌ مَعْنًى بِخِلَافِ الْمُسْتَهْلَكِ. (قَوْلُهُ: كَمَا مَرَّ) أَيْ فِي أُضْحِيَّةِ الصَّغِيرِ، وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ: مِمَّا مَرَّ أَيْ مِنْ قَوْلِهِ: نَحْوَ غِرْبَالٍ إلَخْ. (قَوْلُهُ: فَإِنْ بِيعَ اللَّحْمُ أَوْ الْجِلْدُ بِهِ إلَخْ) أَفَادَ أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ بَيْعُهُمَا بِمُسْتَهْلَكٍ، وَأَنَّ لَهُ بَيْعُ الْجِلْدِ بِمَا تَبْقَى عَيْنُهُ، وَسَكَتَ

عَنْ بَيْعِ اللَّحْمِ بِهِ؛ لِلْخِلَافِ فِيهِ، فَفِي «الْخُلَاصَةِ» وَغَيْرِهَا: لَوْ أَرَادَ بَيْعَ اللَّحْمِ لِيَتَصَدَّقَ بِثَمَنِهِ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ، وَلَيْسَ لَهُ فِيهِ إِلَّا أَنْ يُطْعِمَ أَوْ يَأْكُلَ اھ، وَالصَّحِيحُ كَمَا فِي الْهِدَايَةِ وَشُرُوحِهَا: أَنَّهُمَا سَوَاءٌ فِي جَوَازِ بَيْعِهِمَا بِمَا يَنْتَفِعُ بِعَيْنِهِ دُونَ مَا يَسْتَهْلِكُ، وَأَيَّدَهُ فِي «الْكِفَايَةِ» بِمَا رَوَى ابْنُ سِمَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ: لَوِ اشْتَرَى بِاللَّحْمِ ثَوْبًا فَلَا بَأْسَ بِلُبْسِهِ اھ.

[فُرُوعٌ] فِي «الْقُنْيَةِ»: اشْتَرَى بِلَحْمِهَا مَأْكُولًا فَأَكَلَهُ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ التَّصَدُّقُ بِقِيمَتِهِ اسْتِحْسَانًا، وَإِذَا دَفَعَ اللَّحْمَ إِلَى فَقِيرٍ بِنِيَّةِ الزَّكَاةِ لَا يُحْسَبُ عَنْهَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، لَكِنْ إِذَا دَفَعَ لِغَنِيٍّ ثُمَّ دَفَعَ إِلَيْهِ بِنِيَّتِهَا يُحْسَبُ، «قُهُسْتَانِيٌّ». (قَوْلُهُ: تَصَدَّقَ بِثَمَنِهِ) أَيْ وَبِالدَّرَاهِمِ فِيمَا لَوْ أَبْدَلَهُ بِهَا، (قَوْلُهُ: وَمُفَادُهُ صِحَّةُ الْبَيْعِ) هُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، بَدَائِعُ؛ لِقِيَامِ الْمِلْكِ وَالْقُدْرَةِ عَلَى التَّسْلِيمِ، «هِدَايَةٌ». (قَوْلُهُ: مَعَ الْكَرَاهَةِ)؛ لِلْحَدِيثِ الْآتِي. (قَوْلُهُ: لِأَنَّهُ كَبَيْعٍ)؛ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا مُعَاوَضَةٌ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يُعْطَى الْجَزَّارُ بِمُقَابَلَةِ جَزْرِهِ، وَالْبَيْعُ مَكْرُوهٌ فَكَذَا مَا فِي مَعْنَاهُ، «كِفَايَةٌ».

(كتاب الأضحية)

- ردالمحتار:

مَنْ ضَحَّى عَنِ الْمَيِّتِ يَصْنَعُ كَمَا يَصْنَعُ فِي أُضْحِيَّةِ نَفْسِهِ مِنَ التَّصَدُّقِ وَالْأَكْلِ وَالْأَجْرُ لِلْمَيِّتِ وَالْمِلْكُ لِلذَّابِحِ. قَالَ الصَّدْرُ: وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ إِنْ بِأَمْرِ الْمَيِّتِ لَا يَأْكُلْ مِنْهَا وَإِلَّا يَأْكُلُ، «بَزَّازِيَّةٌ».

(كتاب الأضحية)

قربانی کی کھال سے متعلق احکام

فہرست:

- قربانی کی کھال میں تصرف کی مختلف صورتیں۔
- قربانی کی کھال اپنی ذاتی استعمال میں لانے کا حکم۔
- قربانی کی کھال فروخت کرنے کا حکم۔
- قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف۔
- قربانی کی کھال کسی دوسرے کو دینے کا حکم۔
- قربانی کی کھال صَرف کرنے کے لیے کسی کو وکیل بنانے کا حکم۔
- رفاہی اداروں کو کھال دینے کی شرعی حیثیت۔
- قربانی کی کھال عوض کے طور پر دینا۔
- ملازم، مؤذن، معلّم اور امام کو قربانی کی کھال دینے کا تفصیلی حکم۔
- اجتماعی قربانی میں کھال کس کی ملکیت ہے؟

قربانی کی کھال میں تصرف کی مختلف صورتیں

قربانی کی کھال اپنی ذاتی استعمال میں لانے کا حکم:

قربانی کی کھال اپنے ذاتی استعمال میں لانا بھی جائز ہے کہ اس سے جائے نماز بنالی جائے، مشکیزہ یا جوتا بنا لیا جائے، یا کتابوں کی جلد بندی میں استعمال کیا جائے۔ (الاختیار لتعلیل المختار، اعلاء السنن، جواہر الفقہ، فتاویٰ رحیمیہ)

قربانی کی کھال فروخت کرنے کا حکم:

1: قربانی کی کھال کو کسی ایسی چیز کے عوض فروخت کرنا بھی جائز ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو جیسے: اس کے عوض کتب خریدی جائیں، فرنیچر خریدا جائے، الماری، کپڑے، جوتے یا برتن خریدے جائیں وغیرہ۔ (الاختیار، بدائع، اعلاء السنن، جواہر الفقہ، احسن الفتاویٰ)

2: قربانی کی کھال کو رقم کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کرلی تو کسی مستحقِ زکوٰۃ کو وہ رقم صدقہ کرنا واجب ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص رقم صدقہ کرنے کی نیت سے کھال فروخت کرے تو یہ جائز ہے، اور اس صورت میں بھی رقم صدقہ کرنا واجب ہے۔

قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف:

یہ بات واضح رہے کہ قربانی کرنے والا شخص اگر قربانی کی کھال رقم کے عوض فروخت کردے تو اس رقم کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے، اس لیے جہاں زکوۃ دینا جائز نہیں وہاں یہ رقم دینا بھی جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ رقم ہسپتال، پارک، کنویں، مسجد، مدرسے، پُل یا کسی رفاہی ادارے کی تعمیر میں صَرف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح وہ رفاہی ادارے جو مستحقین کو یہ رقم مالکانہ طور پر نہ دیتے ہوں تو ان کو بھی یہ رقم دینا جائز نہیں۔

قربانی کی کھال کسی دوسرے کو دینے کا حکم:

قربانی کی کھال کا حکم قربانی کے گوشت کی طرح ہے جو کہ امیر، غریب، اولاد، والدین، امام، مؤذن،

معلم،سید وغیرہ؛سب کو دینا جائز ہے۔

مسئلہ:

قربانی کی کھال جس شخص کو مالکانہ طور پر دے دی جائے (چاہے امیر ہو یا غریب، یا جو کوئی بھی ہو) تو اس کو اس کھال سے متعلق مکمل جائز اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ چاہے تو اس کو اپنے استعمال میں لائے، کسی کو گفٹ کر دے یا اس کو فروخت کر کے اس کی رقم اپنے استعمال میں لائے یا کسی دوسرے کو دے دے یا کوئی بھی جائز تصرف کرے؛ یہ سب جائز ہیں۔ (البحر الرائق، رد المحتار، فتاویٰ محمودیہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

قربانی کی کھال صَرف کرنے کے لیے کسی کو وکیل بنانے کا حکم:

اگر قربانی کی کھال کسی کو مالکانہ طور پر نہ دی جائے کہ اس کی ذات کے لیے اس کو مالک بنا کر دی جائے، بلکہ اس کو یہ کھال اس لیے دی جائے کہ وہ اس کھال کو کسی جائز مصرف میں استعمال کرے تو ایسی صورت میں جس شخص کو یہ کھال دی جارہی ہے وہ کھال دینے والے کی طرف سے وکیل قرار پاتا ہے، اس لیے اس وکیل کے لیے وہ تمام امور اور تصرفات جائز ہوں گے جو اصل مالک کے لیے جائز ہیں، کھال کے معاملے میں جن امور کا اصل مالک پابند ہے تو انھی امور کا پابند یہ وکیل بھی ہوگا کیوں کہ وکیل کی حیثیت موکل ہی کی ہوا کرتی ہے اور اس کا تصرف در حقیقت موکل ہی کا تصرف شمار ہوتا ہے، اس تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے عرض ہے کہ اگر اصل مالک نے اس دوسرے شخص کو کھال صدقہ کرنے کے لیے وکیل بنایا ہے تو اس کو اسی کا اختیار حاصل ہوگا، اور اگر کھال کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کرنے کا وکیل بنایا ہے تو اس کو اسی کا اختیار حاصل ہوگا اور وکیل اس کی قیمت انھی امور میں صرف کر سکتا ہے جہاں زکوٰۃ صرف کرنا جائز ہے، اور ایسی جگہ یہ قیمت صرف نہ کرے جہاں زکوۃ دینا جائز نہیں۔

رفاہی اداروں کو کھال دینے کی شرعی حیثیت:

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی رفاہی ادارے یا تنظیم کو جو کھال دی جاتی ہے تو وہ

عموماً ان کو مالکانہ طور پر نہیں دی جاتی کہ وہ کھال ان کی ذاتی ملکیت میں دی جائے کہ وہ اس میں جس طرح چاہیں تصرف کریں، بلکہ وہ کھال ان کو اس مقصد کے لیے دی جاتی ہے کہ اس کھال کو فروخت کرکے اس کی قیمت کو کسی درست مصرف میں استعمال کرلیں، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس قیمت کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے، جس کی تفصیل اوپر بیان ہوچکی، اس لیے جو ادارے کھال کو درست مصرف میں صرف کرنے کا اہتمام کرتے ہیں تو ان کو کھال دینا جائز ہے لیکن جو ادارے ایسے شرعی احکام کا اہتمام نہیں کرتے تو ان کو کھال دینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

مسئلہ:

قربانی کی کھال کی رقم مسجد کو دینا جائز نہیں، اس سے سڑکیں، ہسپتال، کنواں وغیرہ بنانا بھی جائز نہیں، اسی طرح اس سے مدرسے کی تعمیر بھی جائز نہیں، البتہ مدرسے کے مستحق طلبہ کے لیے دینا جائز ہے۔

(جواہر الفقہ، احسن الفتاویٰ، قربانی کے احکام و مسائل از مفتی اعظم ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ)

قربانی کی کھال عوض کے طور پر دینا:

قربانی کی کھال اجرت، تنخواہ یا کسی اور عوض کے طور پر دینا جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ امام، مؤذن اور معلم کو تنخواہ اور قصائی کو اجرت کے طور پر کھال دینا جائز نہیں۔

(فتاویٰ قاضی خان، رد المحتار، جواہر الفقہ، امداد الفتاویٰ، امداد الاحکام)

ملازم، مؤذن، معلّم اور امام کو قربانی کی کھال دینے کا تفصیلی حکم:

امام، مؤذن، معلم اور ملازم کو قربانی کی کھال یا اس کی قیمت دینے کی متعدد صورتیں ہیں، ہر ایک صورت اور اس کا حکم درج ذیل ہے:

1۔ قربانی کرنے والا شخص اپنی قربانی کی کھال امام، مؤذن، معلم اور ملازم کو دینا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے کیوں کہ قربانی کی کھال کا حکم قربانی کے گوشت کی طرح ہے کہ قربانی کے گوشت کی طرح قربانی کی کھال بھی امیر،

غریب، اولاد، والدین، امام، مؤذن، معلم، سید وغیرہ؛ سب کو دینا جائز ہے۔ گویا کہ اس کے لیے مستحق ہونا بھی ضروری نہیں، بلکہ مستحق اور غیر مستحق سب کو یہ کھال دینا جائز ہے۔

2۔ قربانی کرنے والا شخص اگر اپنی قربانی کی کھال رقم کے عوض فروخت کردے تو اس رقم کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے کہ جہاں زکوٰۃ دینا جائز نہیں وہاں یہ رقم دینا بھی جائز نہیں۔ اس لیے ایسی صورت میں امام، مؤذن، معلم اور ملازم کو یہ رقم اُس وقت دینا جائز ہے جب وہ زکوٰۃ کے مستحق ہوں، لیکن اگر یہ افراد زکوٰۃ کے مستحق نہ ہوں تو ان کو یہ رقم دینا جائز نہیں۔

3۔ قربانی کی کھال اُجرت اور تنخواہ کے طور پر دینا بھی جائز نہیں، اس لیے امام، مؤذن، معلم اور ملازم کو تنخواہ اور قصائی کو اُجرت کے طور پر کھال دینا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنی قربانی کی کھال رقم کے عوض فروخت کی تو اس صورت میں بھی یہ رقم امام، مؤذن، معلم یا ملازم کو تنخواہ اور اُجرت کے طور پر دینا جائز نہیں۔

4۔ اگر کوئی شخص اپنی قربانی کی کھال کسی دوسرے شخص کو مالکانہ طور پر دے دے یعنی اس کو ہدیہ کردے (چاہے وہ دوسرا شخص امیر ہو یا غریب، یا جو کوئی بھی ہو) تو اس کو اس کھال سے متعلق مکمل جائز اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ چاہے تو اس کو اپنے استعمال میں لائے، کسی کو ہدیہ کردے، یا اس کو فروخت کرکے اس کی رقم اپنے استعمال میں لائے یا کسی دوسرے کو دے دے یا اس میں کوئی بھی جائز تصرُّف کرے؛ یہ سب جائز ہیں۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص اپنی قربانی کی کھال مسجد، مدرسے یا ادارے کو تو نہ دے بلکہ مسجد کی انتظامیہ میں سے کسی شخص کو یا مدرسہ کے مدیر کو یا ادارے کے مالک کو ذاتی طور پر ہدیہ کردے تو وہ اس کھال کا مالک بن جاتا ہے، ایسی صورت میں اگر وہ شخص وہ کھال یا اس کی قیمت امام، مؤذن، معلم یا ملازم کو دینا چاہے تو یہ بھی جائز ہے، چاہے وہ بطورِ تنخواہ اور اُجرت کے دے یا یوں ہی ہدیہ کردے؛ دونوں ہی صورتیں جائز ہیں۔

مذکورہ مسائل فتاویٰ قاضی خان، رد المحتار، جواہر الفقہ، امداد الفتاویٰ، امداد الاحکام اور فتاویٰ محمودیہ سمیت متعدد فقہی کتب سے لیے گئے ہیں۔ فقہی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

- الهداية:

قال: (ويتصدق بجلدها)؛ لأنه جزء منها (أو يعمل منه آلة تستعمل في البيت) كالنطع والجراب والغربال ونحوها؛ لأن الإنتفاع به غير محرم، (ولا بأس بأن يشتري به ما ينتفع بعينه في البيت مع بقائه) استحسانا، وذلك مثل ما ذكرنا؛ لأن للبدل حكم المبدل، (ولا يشتري به مالا ينتفع به إلا بعد استهلاكه كالخل والأبازير) اعتبارا بالبيع بالدراهم، والمعنى فيه أنه تصرف على قصد التمول واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح فلو باع الجلد أو اللحم بالدراهم أو بما لا ينتفع به إلا بعد استهلاكه تصدق بثمنه؛ لأن القربة انتقلت إلى بدله، وقوله عليه الصلاة والسلام: «من باع جلد أضحية فلا أضحية له» يفيد كراهة البيع، أما البيع فجائز؛ لقيام الملك والقدرة على التسليم. قال: ولا يعطى أجرة الجزار من الأضحية؛ لقوله عليه الصلاة والسلام لعلي رضي الله عنه: «تصدق بجلالها وخطامها، ولا تعط أجر الجزار منها شيئا، والنهي عنه نهي عن البيع أيضا؛ لأنه في معنى البيع.

- العناية شرح الهداية:

وَقَوْلُهُ: (لِأَنَّ الْقُرْبَةَ انْتَقَلَتْ إلَى بَدَلِهِ)؛ لِأَنَّ تَمَلُّكَ الْبَدَلِ مِنْ حَيْثُ التَّمَوُّلِ سَاقِطٌ، فَلَمْ يَبْقَ إلَّا جِهَةُ الْقُرْبَةِ وَسَبِيلُهَا التَّصَدُّقُ.

- تَكْمِلَة الْبَحْر الرَّائِق للطوري:

(وَيَتَصَدَّقُ بِجِلْدِهَا، أَوْ يَعْمَلُ مِنْهُ نَحْوَ غِرْبَالٍ أَوْ جِرَابٍ)؛ لِأَنَّهُ جُزْءٌ مِنْهَا، وَكَانَ لَهُ التَّصَدُّقُ وَالِانْتِفَاعُ بِهِ، أَلَا تَرَى أَنَّ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَهَا، وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَشْتَرِيَ بِهِ مَا يَنْتَفِعُ بِعَيْنِهِ مَعَ بَقَائِهِ اسْتِحْسَانًا، وَذَلِكَ مِثْلُ مَا ذَكَرْنَا؛ لِأَنَّ لِلْبَدَلِ حُكْمَ الْمُبْدَلِ، وَلَا يَشْتَرِي بِهِ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ إلَّا بَعْدَ الِاسْتِهْلَاكِ، نَحْوُ اللَّحْمِ وَالطَّعَامِ، وَلَا يَبِيعُهُ بِالدَّرَاهِمِ لِيُنْفِقَ الدَّرَاهِمَ عَلَى نَفْسِهِ وَعِيَالِهِ، وَالْمَعْنَى فِيهِ أَنَّهُ لَا يَتَصَدَّقُ عَلَى قَصْدِ التَّمَوُّلِ. وَاللَّحْمُ بِمَنْزِلَةِ الْجِلْدِ فِي الصَّحِيحِ فَلَا يَبِيعُهُ بِمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ إلَّا بَعْدَ الِاسْتِهْلَاكِ، وَلَوْ بَاعَهَا بِالدَّرَاهِمِ لِيَتَصَدَّقَ بِهَا جَازَ؛ لِأَنَّهُ قُرْبَةٌ كَالتَّصَدُّقِ بِالْجِلْدِ وَاللَّحْمِ. وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «مَنْ بَاعَ جِلْدَ أُضْحِيَّتِهِ فَلَا أُضْحِيَّةَ لَهُ» يُفِيدُ

كَرَاهِيَةَ الْبَيْعِ، وَأَمَّا الْبَيْعُ فَجَائِزٌ؛ لِوُجُودِ الْمِلْكِ وَالْقُدْرَةِ عَلَى التَّسْلِيمِ. (وَلَا يُعْطِي أُجْرَةَ الْجَزَّارِ مِنْهَا شَيْئًا) وَالنَّهْيُ عَنْهُ نَهْيٌ عَنِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبَيْعِ؛ لِأَنَّهُ يَأْخُذُهُ بِمُقَابَلَةِ عَمَلِهِ فَصَارَ مُعَاوَضَةً كَالْبَيْعِ. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

- المحيط البرهاني:

ويستحب للمضحي أن يأكل من أضحيته، ويطعم منها غيره، وإن أكل الكل أو أطعم الكل جائزًا واسعًا، ويجوز أن يطعم منه الغني والفقير، ويهب منه ما شاء لغني أو فقير، أو مسلم أو ذمي.

(الفصل الخامس في بيان ما يجوز في الضحايا وما لا يجوز، وفي بيان المستحب، والأفضل منها)

اجتماعی قربانی میں کھال کس کی ملکیت ہے؟

آجکل مختلف اداروں کی جانب سے اجتماعی قربانی کرانے کا رواج عام ہو چکا ہے، اس حوالے سے یہ سوال بھی سامنے آتا ہے کہ مروجہ اجتماعی قربانی میں کھال ادارے کی ملکیت ہوا کرتی ہے یا حصہ لینے والے شرکاء کی؟ اس کی تعیین اگر نہ کی جائے تو مختلف تنازعات اور اختلافات جنم لیتے ہیں۔ اس لیے ذیل میں اس بارے میں شرعی حکم ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ اجتماعی قربانی میں جانور کی کھال شرعًا حصہ لینے والے شرکاء ہی کی ملکیت ہوا کرتی ہے یعنی جس جانور میں جتنے افراد شریک ہیں اس کی کھال انھی شرکاء کی ملکیت شمار ہوتی ہے۔ اس لیے اجتماعی قربانی کا انتظام کرنے والے حضرات یا ادارے کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ شرکاء کی اجازت اور رضامندی کے بغیر ان کے حصے کی کھال اپنے پاس رکھ لیں۔ البتہ اگر اجتماعی قربانی کے شرکاء اپنے حصے کی کھال اپنی رضامندی سے اجتماعی قربانی کا انتظام کرنے والے حضرات یا ادارے کو دینا چاہیں تو یہ بالکل جائز ہے۔

2۔ اس لیے اجتماعی قربانی کا انتظام کرنے والے حضرات اور ادارے حصہ داروں کو شریک کرتے وقت ہی ان سے کھال سے متعلق دریافت کرلیں کہ وہ انھیں کھال دینے پر راضی ہیں یا نہیں تاکہ بعد میں ناخوشگوار

صورتحال پیش نہ آئے، اگر وہ کھال دینے پر راضی نہ ہوں تو کھال انھی کے حوالے کر دینا ضروری ہے۔

3۔ اگر کسی جانور میں شریک بعض افراد کھال دینے پر راضی ہوں اور بعض راضی نہ ہوں تو ایسی صورت میں کھال فروخت کر کے اس کی قیمت شرکاء میں تقسیم کر کے اُن شرکاء کی رقم ادارے والے اپنے پاس رکھ لیں جو کہ کھال دینے پر راضی ہیں، اور اُن شرکاء کو اُن کے حصے کی رقم دے دی جائے جو کہ کھال دینے پر راضی نہیں ہیں، ایسی صورت میں بھی ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس رقم کو اپنے استعمال میں لائیں بلکہ ان پر واجب ہے کہ وہ یہ رقم کسی مستحقِ زکوٰۃ شخص کو صدقہ کر دیں۔

4۔ اس کے لیے یہ طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے کہ اجتماعی قربانی کا انتظام کرنے والے حضرات اور ادارے صرف انھی افراد کو اجتماعی قربانی میں شریک کریں جو کھال انھی کو دینے پر راضی ہوں، جبکہ کھال دینے کی اجازت نہ دینے والے حضرات سے معذرت کرلی جائے۔

5۔ یہ صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے کہ جو شرکاء کھال دینے پر راضی ہوں انھیں الگ جانوروں میں شریک کیا جائے جبکہ کھال کی اجازت نہ دینے والے شرکاء کو الگ جانوروں میں حصہ دیا جائے تاکہ بعد میں سہولت رہے اور کھال دینے کی اجازت نہ دینے والے والے شرکاء کو ان کے حصے کی کھال آسانی سے دی جاسکے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: جامعہ دارالعلوم کراچی فتویٰ نمبر: 76/ 854، مؤرخہ: 3/ 2/ 27ھ)

حلال جانور

کے مردہ جنین کی حلّت اور حرمت کا مسئلہ

حلال جانور کے مردہ جنین کی حلّت اور حرمت کا مسئلہ:

حلال جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکل آئے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو کھانا حلال نہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب کے دلائل درج ذیل ہیں:

1۔ جب کوئی جانور شرعی طریقے سے ذبح کیے بغیر طبعی طور پر مر جائے تو اسے میتہ یعنی مردار کہا جاتا ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں اسے کھانا حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالی سورۃ المائدہ آیت نمبر 3 میں فرماتے ہیں:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ.

ترجمہ: ''تم پر مردار جانور اور خون اور سوَر کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو، اور وہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، اور جسے چوٹ مار کر ہلاک کیا گیا ہو، اور جو اوپر سے گر کر مرا ہو، اور جسے کسی جانور نے سینگ مار کر ہلاک کیا ہو، اور جسے کسی درندے نے کھا لیا ہو، الّا یہ کہ تم (اس کے مرنے سے پہلے) اس کو ذبح کر چکے ہو۔'' (آسان ترجمہ قرآن)

جب جانور ذبح کرنے کے بعد بچہ پیٹ سے مردہ نکل آئے تو یہ میتہ ہی کے حکم میں ہے کیوں کہ اسے شرعی طریقے سے ذبح نہیں کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہر طرح کے مردار کو شامل ہے، جس میں کوئی استثنا نہیں، اس لیے وہ بچہ بھی اسی حکم میں شامل ہو کر حرام قرار پائے گا جو ماں کے پیٹ سے مردہ نکل آئے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے صراحت سے ''اَلْمُنْخَنِقَةُ'' کا لفظ ذکر فرمایا، جس کا مطلب ہے: وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، اس لفظ سے مزید وضاحت کے ساتھ اس مردہ جنین بچے کا حکم معلوم ہو جاتا ہے کیوں کہ جب اس کی ماں ذبح کی گئی جس کی بنا پر سانس کی آمد ورفت کا سلسلہ رک گیا تو دَم گھٹنے سے اس بچے کی موت واقع ہو گئی۔

یہ آیت نہایت ہی مضبوط دلیل ہے امام اعظم رحمہ اللہ کے موقف کی۔

2۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کی تائید جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول سے بھی ہوتی ہے جو

کہ ان سے امام اعظم ہی نے امام حماد رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَ يَرْوِي عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لا تَكُونُ ذَكَاةُ نَفْسٍ ذَكَاةَ نَفْسَيْنِ.

ترجمہ: ایک جانور کا ذبح دو جانوروں کا ذبح شمار نہیں ہوتا۔

(موطاامام محمد: بَابُ ذَكَاة الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ)

یہی قول امام ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المحلّٰی بالآثار میں بھی روایت کیا ہے۔

3۔ جنین یعنی پیٹ کا بچہ ایک مستقل جاندار ہے جو کہ ایک مستقل زندگی رکھتا ہے، اس میں بہنے والا خون بھی ہے، اس لیے یہ بچہ ماں کے ذبح کے تابع کیسے ہو سکتا ہے؟؟ بلکہ اس کے حلال ہونے کے لیے اس کو بھی مستقل طور پر ذبح کرنا ضروری ہے۔

4۔ اگر جنین زندہ نکل آئے تو اسے کھانے کے لیے ذبح کیا جائے گا، جو کہ ایک واضح بات ہے، لیکن اگر مردہ نکل آئے تو ایسی صورت میں وہ قرآن کی رُو سے میتہ یعنی مردار ہے جو کہ "اَلْمُنْخَنِقَةُ" میں بھی داخل ہے، کیوں کہ جنین ماں کے ذبح کرنے سے نہیں مرا بلکہ جب ماں کو ذبح کیا گیا تو سانس کی آمد و رفت بند ہونے کی وجہ سے دَم گھٹنے سے اس کی موت آئی تو یہ قرآن کی رو سے "اَلْمُنْخَنِقَةُ"، میں داخل ہو کر میتہ یعنی مردار کہلائے گا، اور چوں کہ آیت میں کوئی استثنا موجود نہیں اس لیے جنین بھی میتہ میں داخل ہو کر مردار ہو گا اور حرام کہلائے گا۔ البتہ قرآن کریم میں جو استثنا ہے وہ یہ ہے کہ "إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ"، کہ تم (اس کے مرنے سے پہلے) اس کو ذبح کر چکے ہو، گویا کہ ایسے جانور کے حلال ہونے کے لیے شرعی طریقے سے ذبح ضروری ہے، جبکہ مردہ جنین کو ذبح نہیں کیا گیا تو اس لیے وہ حرام ہے۔

5۔ ذبح کا مقصد دمِ مسفوح یعنی بہنے والے خون کا اِخراج ہے، جب اس خون کا اخراج نہ ہو تو اس جانور کو حرام ہی کہیں گے جیسا کہ مردار جانور میں یہی صورتحال ہوتی ہے، اور جنین اگر مردہ پیدا ہو تو اس سے بھی خون کا اخراج نہیں ہو پاتا، تو پھر اس کو کیسے حلال کہا جا سکتا ہے؟؟ قرآن کریم نے تو "إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ" سے ذبح ہی کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، جبکہ مردہ جنین میں مستقل ذبح ہوتی ہی نہیں۔

تنبیہ: حلال جانور جب شرعی طور پر ذبح کیے بغیر مر جائے تو اس کو میتہ یعنی مردار کہتے ہیں جس کا حرام ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہے، البتہ مچھلی اور ٹڈی اس سے مستثنیٰ ہیں کیوں کہ ان کو کھانے کے لیے ذبح کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ یہ ذبح کیے بغیر بھی مر جائیں تو ان کا کھانا حلال ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ”ہمارے لیے دو طرح کے مردار اور دو طرح کے خون حلال قرار دیے گئے ہیں، دو مردار سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہے جبکہ دو خون سے مراد جگر اور تلّی ہے۔“

٥٧٢٣- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ».

یہ حدیث سنن کبریٰ بیہقی، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، شعب الایمان للبیہقی، سنن ابن ماجہ، مسند عبد بن حمید اور مسند الامام الشافعی سمیت متعدد کتب میں موجود ہے۔

حدیث: ”ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ“ کا مطلب:

جہاں تک سنن ابی داود کی اس حدیث کا تعلق ہے کہ: ”ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ“ تو امام اعظم رحمہ اللہ اس حدیث کو تسلیم کرتے ہیں، اس حدیث کو چھوڑ نہیں رہے، اور نہ ہی اس کے خلاف کرتے ہیں، بلکہ اس پر عمل کرتے ہیں، البتہ ان کے نزدیک اس حدیث کا وہ مطلب نہیں جو کہ مراد لیا جاتا ہے، بلکہ امام اعظم اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ ماں کے پیٹ سے نکلنے والے بچے کا ذبح اسی طرح ہے جس طرح کہ اس کی ماں کا ذبح ہے، یعنی کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس حدیث میں جنین یعنی بچے کی ذبح کو تشبیہ دی گئی ہے ماں کے ذبح کے ساتھ۔ امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ قول حدیث کے معنی کو دیکھتے ہوئے زیادہ مضبوط ہے، اس تاویل کی وجوہات یہ ہیں:

1۔ اگر حدیث میں یہ تاویل نہ کی جائے تو اس کا ٹکراؤ لازم آئے گا قرآن کریم کی مذکورہ آیت کے ساتھ، اور ظاہر ہے کہ حدیث کا ایسا معنی بیان کرنا درست نہیں جو کہ قرآن سے ٹکرائے۔

2۔امام اعظم رحمہ اللہ کے موقف کے مذکورہ بالا دلائل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس حدیث میں تاویل کی جائے اور اسے قرآن کریم کے مد مقابل پیش نہ کیا جائے بلکہ ایسا مطلب بیان کیا جائے جو کہ باہمی جوڑ اور موافقت پیدا کرے،اور یہ بات دین میں کوئی نئی نہیں بلکہ قرآن و سنت سے واقف ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔
3۔اگر یہ بات مان لی جائے کہ حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ماں کے ذبح کرنے سے جنین بھی ذبح شمار ہوتا ہے، تو یہ اس لیے بھی درست نہیں کہ پھر الفاظ اس کے اُلٹ یوں ہوتے: ذَكَاةُ أُمِّهِ ذَكَاةُ الْجَنِينِ، کہ ماں کا ذبح بچے کا بھی ذبح شمار ہوگا، جبکہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ، جس سے خود معلوم ہو رہا ہے کہ اس آیت سے مقصود تشبیہ دینا ہے، جیسا کہ عربیت سے واقف حضرات بخوبی جان سکتے ہیں۔
4۔"ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ" کی حدیث سے مراد زندہ جنین ہے کہ اس کو بھی اس طرح ذبح کیا جائے گا جیسا کہ ماں کو ذبح کیا گیا ہے، گویا کہ اس حدیث میں مردہ جنین کا ذکر ہی نہیں،اس لیے کوئی اشکال نہیں، کیوں کہ اگر اس سے مراد مردہ جنین لیں گے تو یہ حدیث قرآن کریم کی صریح آیت کے خلاف ہوگی جو کہ درست نہیں۔

ایک اہم بات:

ایک اہم بات یہ ہے کہ اس حدیث میں تاویل صرف امام اعظم نے نہیں کی بلکہ جو حضرات جنین کے حلال ہونے کے قائل ہیں ان میں بھی باہمی اختلاف ہے، چنانچہ امام ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب "المحلّی بالآثار" میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، امام ابن ابی لیلی، امام زہری، امام شعبی، امام نافع، امام عکرمہ، امام مجاہد، امام عطا، امام یحیی بن سعید رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اگر جنین کے اعضا مکمل طور پر بن چکے ہوں یعنی کامل الخلقت ہو تو اس کا کھانا حلال ہے۔(مَسْأَلَة ذَكَاة الْجَنِينِ)
امام اعظم رحمہ اللہ پر طعن و ملامت کرنے والے حضرات ان مذکورہ حضرات کے بارے میں کیا فرمائیں گے کہ کیا انھوں نے بھی حدیث کے خلاف بات کی؟؟ کیوں کہ جس حدیث کی بنا پر مردہ جنین کو حلال تسلیم کیا

جارہا ہے اس میں تو مطلق بات آئی ہے کہ جنین حلال ہے، اس میں یہ تو نہیں کہ اگر جنین کے اعضا مکمل طور پر بن چکے ہوں یعنی کامل الخلقت ہو تو اس کا کھانا حلال ہے ورنہ حرام۔ جب ان حضرات کے اس قول کو حدیث کے خلاف قرار نہیں دیا جاسکتا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کو کیسے حدیث کے خلاف قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ وہ بھی حدیث کا مطلب کچھ اور بیان فرمارہے ہیں۔

خلاصہ:

الحمدللہ امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف قرآن کی صریح آیت اور شرعی دلائل کے مطابق ہے کہ مردہ جنین کا کھانا حلال نہیں اور اسی میں احتیاط ہے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی